بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

بیچ طبع ساز و فخر آسمان ہما بحضوری کمال ماہر رعیم المثال ہمستن فراست و دانائی مولوی امام بخش دہلوی مخلص صہبائی

حدیقۃ البلاغت

ترجمہ

باہتمام
بی - بی - کپور سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں مرتب ہو کر طبع ہوا

حقوق ترجمہ محفوظ ہیں

قیمت عہ

اعلان ضروری

خدا کے فضل و کرم سے اس کتب خانہ مین جملہ علوم و فنون کی کتابیں عربی فارسی اردو ہندی ہر وقت موجود رہتی ہیں جنکی مفصل فہرست صرف اطلاع پانے پر روانہ ہوتی ہے۔ قرآن شریف معرا اور مترجم ہر قسم کے موجود ہیں اور ہمیشہ نہایت صحیح اور صاف عمدہ کاغذ پر چھاپ کر پیش کئے جاتے ہیں ہمارے کارخانہ کی معاملت کی صفائی اور کتابوں کی مناسب قیمت کا حال آپ کو ایک مرتبہ کتابیں منگانے سے معلوم ہو جائیگا ہمیں امید ہے کہ کوئی معمولی سی فرمایش بھیجکر کارخانہ کی صداقت و دیانت کا حال معلوم فرمائیں۔ ان تین صفحات مین چند کتابیں درج ہین مفصل فہرست طلب فرمایئے۔

المشتہر	منیجر نولکشور پریس صنع حکد بور	لکھنؤ

کتب تصوف و قرآن مجید معرا و مترجم مطبع ہذا

قرآن شریف پنج مہری جلی - محررہ منشی اشرف علی صاحب اپنی خوبیون کی وجہ سے ہزار ہا مدیہ ہو چکا ہے حاشیہ پر رسم الخط اور اختلاف قرأت کو ظاہر کیا گیا ہے کاغذ حنائی گندہ مجلد پارچہ للعہ بلا جلد ہے۔

کلمات قدسیہ الہامات غوثیہ ۷ر

جواہر الاسرار یعنی شرح مثنوی مولانا روم ۸ر

فتوح الغیب تصوف میں لاجواب کتاب ۴ر

مطالب رشیدی حضرت تراب علی شاہ کاکوری کا معرکۃ الآرا رسالہ ۱۴ر

قرآن شریف مثل نظامی - اس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے نہایت صاف خوشخط تقطیع ۲۲/۲۹ قلم نہایت جلی ہر پارہ علٰحدہ مجلد للعہ غیر مجلد ۴ر

قرآن مجید نقل نظامی - سیاہ لوح اسکے حاشیہ پر نہایت سلیس جو اردو ترجمہ دیا گیا ہے وہ بیحد مفید ہے مجلد ۴ر غیر مجلد للعہ

قرآن مجید متوسط قلم اس میں ہر ایک پارہ اور ہر ایک منزل جداگانہ ہے اسکی تقطیع اور موزونیت کو ہر شخص نے پسند کیا ہے۔ مجلد للعہ بلا جلد ۳ر

التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم۔ فصوص کے مشکل مقامات کو حل کیا ہے از مولانا محمد حسن سنبھلی ۶ر

قرآن شریف رنگین پیشانی - خوشنمائی اور صفائی کے علاوہ اس میں یہ جدت کی گئی ہے کہ ہر پارہ کی پیشانی پر کسی متبرک مقام کا نہایت صحیح اور خوشنما نقشہ دیا گیا ہے مجلد پارچہ للعہ غیر مجلد ۳ر

فوائد سعدیہ اللہ والوں کی باتیں فنا فی الذات ہونے کے طریقے اور تصوف اعلیٰ مضامین ۱۳ر

چراغ ایمان - علم معما کو تصوف کے طریقے پر بیان کیا ہے ضخیم کتاب ہے اور قیمت باوجود ان خوبیوں کے للعہ ۴ر

قرآن مجید مترجم چوب قلم - اس مصحف بے بہا کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے بعض خصوصیات ہم مختصراً لکھتے ہیں ایک یہ کہ نہایت جلی قطعہ کے قلم سے لکھا گیا ہے دوسرے یہ کہ اس میں دو ترجمے ہیں ایک اردو اور ایک فارسی تیسرے یہ کہ اسکے حاشیہ پر تفسیر حقانی بھی دی ہے جسکے ملاحظہ سے طالبان حقائق

بعون صناع مکین ومکان وفضل خلاق زمین وزمان

حدیقۂ ندیہ

شرح طریقۂ محمدیہ

حدائق البلاغت

باہتمام

بی - بی - کپور سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں پہلی بار طبع ہوئی

حقوق ترجمہ محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدور ہمین کب ترے وصفون کی رقم کا	حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

حمد کے مضمونون کا فکر جب دل مین گذرتا ہے اور نعت کے معانی کا خیال جسوقت آتا ہو تو کوتاہی حوصلہ کا غذ اور تنگی ظرف دوات بلکہ عقل کی نارسائی اور اندیشہ کی ناتمامی اس امر سے مانع ہوکر چاہتی ہے کہ اس عقدۂ مالاینحل سے ناخن فکر کو نارسائی کا متہم نہ کرکے دوستون وائق الاخلاص کی خدمت مین دو کلمہ ضروری العرض کو عرض کرے کہ نسخہ **حدائق البلاغت** علم بیان اور بدیع اور عروض مین شمس الدین فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے قلم بلاغت رقم کا ثمرہ ہے اور اس کتاب کا اس فن کے استیعاب مین شہرہ ہے۔ صاحب والا مناقب بلند مراتب حاکم دادور اور دہش گستر بوترس صاحب بہادر دام اقبالہ نے کہ شہر سعادت بہرشا ہجہان آباد کے مدرس کے پرنسپل ہین فقیر سراپا تقصیر خاک پاے علماء گذاے سر کوچۂ فضلاء سرگشتہ وادی ناتوانی امام بخش صہبائی کو کہ طلبہ فارسی خوان کی تعلیم کے لئے مدرسی اول کے عہدے پر مشرف ہوا ارشاد کیا کہ اگر یہ نسخہ فارسی زبان سے اردو مین ترجمہ کیا جاوے اور اس مین عربی اور فارسی مثالون

کی جگہ اشعار اُردو زباندانان ہند کے مندرج ہون تو اُن لوگون کے واسطے کہ اُردو اشعار سے ذوق رکھتے ہین اور اسقدر استعداد نہین رکھتے کہ فارسی کتابون سے ان مطالب عالیہ کو سمجھ لین بہت مفید ہوگا اسواسطے اس خاکسار نے بموجب اسکے کہ المامور معذور باوجود کمی استعداد کے تقدیم امر مین سعی کرکے اس رسالہ کو ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء مین مرتب کیا لیکن مستعدان انصاف پسند پر مطالعہ کے وقت ظاہر ہوگا کہ اس کم استعداد نے مسائل علمی کے لکھنے اور امثلہ اُردو کے فراہم کرنے مین کسقدر سعی کی ہے اور جو کہ یہ مقصود تھا کہ علم بیان اور بدیع اور عروض سے طالبین کو فائدہ تام حاصل ہو اسواسطے بہت مسائل اصل کتاب سے زیادہ کردیے اور ازبسکہ لفظ لفظ کے ترجمہ مین مطلب کی توضیح خوب نہین ہوتی اسلیے ترجمہ مین اس امر کا مقید نہین ہوا ہر چند اپنے عندیہ مین غور اور تامل کو کسی مقام مین معاف نہین رکھا لیکن بفحوائے اسکے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اگر خطا ہوئی ہو تو کم استعدادی پر نظر کرکے معاف کرین واللہ یحب المحسنین جاننا چاہیے کہ اس کتاب مین پانچ حدیقے اور ایک خاتمہ ہے حدیقہ پہلا علم بیان مین حدیقہ دوسرا علم بدیع مین حدیقہ تیسرا علم عروض مین حدیقہ چوتھا قافیہ مین حدیقہ پانچوان فن معما مین اور خاتمہ سرقات شعریہ مین اور ہر ایک کی تعریف اسکے موقع مین بیان ہوگی

حدیقہ پہلا علم بیان مین

علم بیان چند قاعدون کا نام ہے کہ اُن کو اگر ایسی طرح سے یاد کرین کہ وہ سب ذہن مین حاضر رہین تو ایک معنی کو کئی طرح سے ادا کرسکتے ہین اور وہ طرق مختلف ہوتے ہین بعض ان مین سے اس معنی پر اس طرح سے دلالت کرتا ہے کہ اس سے وہ معنی صاف سمجھے جاتے ہین اور بعض سے وہ معنی صاف صاف اور واضح نہین سمجھے جاتے بلکہ بعد فکر اور تامل کے سمجھ مین آتے ہین اور ان سب کی مثالین آگے بیان کی جائینگی اب معلوم کیا چاہیے کہ قید اس طرح سے یاد کرنے کی کہ سب ذہن مین حاضر رہین اسواسطے ہے کہ اگر کوئی شخص فقط زید کے سخی ہونے کو مثلاً کئی عبارت مین ادا کرنا معلوم کرلے تو اُسکو

یہ نہ کہین گے کہ یہ شخص علم بیان کا عالم ہے اور قید معنی کی ایک کے ساتھ اسواسطے ہے کہ اگر کوئی شخص کئی معنی کو کئی عبارت مین ادا کرے اور وہ کئی عبارتین البتہ ایسی ہون کہ ایک کی دلالت دوسرے کی دلالت سے واضح تر ہووے تو یہ امر بھی علم بیان سے نہین ہی علم بیان سے وہی ہی کہ ایک معنی کو کئی عبارت مختلف الدلالۃ مین ادا کرے اور دلالت کے واضح ہونے مین اختلاف کی قید اسواسطے ہی کہ اگر کوئی شخص ایک معنی کو عبارتون مختلفہ مین ادا کرے اور ہر عبارت سے وہ معنی یکسان واضح ہوتے ہون یعنی جس طرح سے پہلی عبارت سے واضح تھے اسی طرح دوسری عبارت سے بھی واضح ہون مثلاً آفتاب کو الفاظ مترادف سے تعبیر کرے چنانچہ شمس اور بیضا اور لوح اور عین اور سوا اسکے تو یہ امر بھی علم بیان سے نہین ہے اور جو کہ اس تعریف مین دلالت کا ذکر ہے لازم آیا کہ دلالت کو بھی بیان کیا چاہیئے پوشیدہ نہ رہے کہ دلالت ہونا کسی چیز کا ہی ایسی طرح پر کہ اگر اس چیز کو جان لین تو اس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجاوے مثلاً دھوان ایسی حالت پر ہی کہ اسکے معلوم ہونے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ وہان آگ ہی پس دھوان دلالت کرتا ہے آگ پر اور جو دلالت کرے اسکو دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنے والا اور جس چیز پر دلالت کرے اسکو مدلول کہتے ہین یعنی دلالت کیا گیا چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اس دلالت کو دلالت لفظی کہتے ہین اور اگر کچھ اور شے ہو سوا لفظ کے اس دلالت کو دلالت غیر لفظی کہتے ہین جیسے رقم نقطون پر اور منار فرسخ پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہی انکی دلالت غیر لفظی ہے کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم ہے **ایک قسم** یہ کہ اس لفظ کو جس شی پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہی وہ لفظ اسی شے پر دلالت کرے مثلاً اسد کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر دلالت کرے اور علی ہذا القیاس اس دلالت کو دلالت وضعیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اس مین وضع کو دخل ہی **دوسری** یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار اُہ کہتا ہی اور اس لفظ سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکے درد ہی پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت

خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہے کہ یہ لفظ زبان سے نکل جائے اس دلالت کو دلالت طبعیہ کہتے ہین کیونکہ اس لفظ کے بولنے مین طبعیت کے چاہنے کو دخل ہی تیسری یہ کہ نہ واضع نے اُس کو اس شے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبعیت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جاوے تو عقل اس سے کوئی شے سمجھ لے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہو کر لفظ دیز کہے اور اس سے معلوم ہو کہ پیچھے دیوار کے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو دلالت عقلیہ کہتے ہین کیونکہ اس مین عقل کو دخل ہے اور علم بیان مین فقط دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہے اسواسطے کہ از بسکہ طبعیت اور فہم مختلف ہوتی ہین اور اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہین ہوتی اور وضعیہ مین سے بھی دو قسم آتی ہین اور اس کا بیان آگے مفصل آوے گا اب معلوم کیا چاہیے کہ دلالت لفظیہ وضعیہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ سمجھنا معنی کا ہے لفظ سے جسوقت بولا جاوے اور یہ سمجھنا بہ نسبت اُس شخص کے ہے کہ وہ اس لفظ کے اس معنی کے واسطے وضع ہونے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہوگا اسکے نزدیک وہ معنی مجہول ہون گے اور یہ دلالت یا اس طرح ہی کہ لفظ جس شے کے مقابل مین وضع ہوا ہے اس تمام شے پر دلالت کرتا ہی مثلاً انسان جب اسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جاے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ مراد اسکی وہ شے ہی کہ جسمین حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو دلالت مطابقی کہتے ہین اسواسطے کہ لفظ اور معنی مطابق ہین اور یا اس طرح ہی کہ اس شے کے ایک جزء پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائین اسکو تضمنی کہتے ہین اسواسطے کہ یہ جزء اسی کے ضمن مین ہے کہ جسکے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہی اور یا اس طرح ہے کہ وہ لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے کہ نہ وہ لفظ اس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اور نہ وہ معنی اس لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہے بلکہ یہ معنی خارج سے اسکو لازم ہو گئے ہین مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے پر یا لکھنے والے پر کسواسطے کہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات مین داخل نہین بلکہ خارج سے ایک امر اسکو لازم ہو گیا ہی اس دلالت کو دلالت

التزامی کہتے ہین بسبب لازم ہونے اس امر خارج کے اور یہ اصطلاح منطق والون کی ہے
اور علم بیان والون کی اصطلاح مین مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین اسواسطے کہ واضع نے
اُس لفظ کو اس تمام معنی پر دلالت کرنے کے واسطے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع
کی طرف منسوب ہے اور دلالت تضمنی اور دلالت التزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو اسواسطے
کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہے کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوگیا جزو بھی ذہن مین حاصل
ہوگیا اور التزامی کو اسواسطے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہے کہ جب وہ شے کہ اسکو
کوئی اور شے لازم ہے ذہن مین حاصل ہوگئی وہ شے لازم بھی ذہن مین حاصل ہوگئی
دونون اصطلاحون مین فرق یہ ہے کہ منطقیون کے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونون
قسم مطلق دلالت کی ہین اور یہ تینون قسمین کہ جو علم بیان کی اصطلاح کے موافق ہین
وضعیہ مین داخل ہین اور علم بیان والون کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ہر چند
دونون ایک دوسرے کے مقابل ہون لیکن مطلق دلالت کی قسمین نہین ہین اور
جاننا چاہیئے کہ ایک معنی کو ایسے چند طریق مین ادا کرنا کہ بعض اُنمین سے واضح ہووے
اور بعض اسکی نسبت کم واضح تر دلالت مطابقی کے ساتھ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ الفاظ
اپنے معانی پر دلالت مطابقی کے ساتھ ایک طرح سے دلالت کرتے ہین - یہ نہین
ہوسکتا ہے کہ بعض کی دلالت ان مین سے بہت ظاہر ہو اور بعضے کی کم اور یہ امر بھی
جب ہے کہ سُننے والا یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان ان معنی کے واسطے بنائے گئے ہین اور
اگر یہ نہ جانتا ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہین کرینگے مثلاً لفظ لیث اور اسد اور عضنفر اور
حارث یہ چارون لفظ شیر کے واسطے بنائے گئے ہین جب یہ معلوم ہوگیا پس دلالت
ہر واحد کی اس معنی پر برابر ہے کچھ کم اور بیش نہین یا یون کہین کہ رخسارہ اُس کا گلاب
کے مانند ہے پس سُننے والا جسوقت یہ جانتا ہوگا کہ رخسارہ اور گلاب اور مانند کے
معنی یہ ہین تو ممکن نہین کہ کوئی اور کلام اس معنی مین بشرطیکہ دلالت مطابقی رکھتا ہو
بہ نسبت اس کلام کے واضح ہونے مین کم ہو یا زیادہ کیونکہ جس وقت ہم ان سب
لفظون کے قائم مقام اور لفظ اسی معنی مین لا دینگے مثلاً بجاے رُخ کے

خدا اور بجاے گلاب کے ورد اور بجاے مانند کے مشابہ تو سننے والا اگر ان لفظون کے معنی جانتا ہوگا جیسا اس کلام سے سمجھا تھا ویسا ہی اس کلام سے سمجھے گا اور اسمین ہرگز کچھ تفاوت نہین ہونے کا اس مقام مین ایک اعتراض وارد ہوتا ہی اور وہ یہ ہی کہ یہ نہین ہوسکتا کہ سننے والا اگر اُن لفظون کے معنون سے آگاہ ہو تو وہان واضح ہونے مین اختلاف نہو اسواسطے کہ شاید بعضے الفاظ خیال مین اس طرح سے موجود ہون کہ اُنکے معنی تھوڑی سی توجہ سے عقل مین آجاوین بسبب کثرت استعمال کے یا اس جہت کر کہ اسکو سُنے ہوے عرصہ قریب ہوا ہے اور بعضے الفاظ خیال مین اس طرح سے ہون کہ بڑی توجہ کے بعد اُن کے معانی عقل مین حاضر ہون اور اکثر ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ہم پہلے جان چکے ہین کہ یہ لفظ فلانے معنی کے واسطے بنایا گیا ہے اور پھر اس معنی کے نکالنے کے واسطے بار بار فکر اور تامل کرنے کی حاجت پڑتی ہے اور یہ امر یا اس سبب سے ہی کہ اسکو سُنے ہوے بہت زمانہ ہوا ہی یا اس لفظ کی تکرار کم ہوتی ان دو نون صورتون مین ظہور اور خفا ممکن ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وضوح اور خفا مین اختلاف ہونے سے یہ مراد ہے کہ یہ امر خود دلالت کی ذات مین پایا جاتا ہو نہ بواسطہ کسی اور شے کے چنانچہ دلالت التزامی مین کہ اگر لوازم کسی شے کے قریب ہونگے تو اس کی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اس کے بعید ہون گے تو دلالت اسکی خفی ہوگی اور بیان اس کا آگے مفصل آویگا پس یہ خفا اور ظہور نفس دلالت مین ہے اور دلالت مطابقی مین دلالت خود برابر ہے گو بسبب بہت تکرار کے معنی کسی لفظ کے جلد ذہن مین حاضر ہوجاوین یا بسبب تکرار نہونے کے یا مدت گذر جانے کے دیر کے بعد ذہن مین حاضر ہون بہرصورت ایک معنی کا ادا کرنا طریقون مختلفہ مین دلالت مطابقی کے ساتھ ممکن نہین ہی لیکن دلالت التزامی اور دلالت تضمنی کے ساتھ ہوسکتا ہے اسواسطے کہ دلالت التزام مین ملزوم کے ساتھ لوازم کو لزوم ہوتا ہے اور اسی طرح سے دلالت تضمن مین کل کے ساتھ اجزاء کو لزوم ہوتا ہے اور ان دونون لزوم کے مرتبے مختلف ہوتے ہین یہ اختلاف دلالت التزام مین اس طرح سے ہی کہ شاید ملزوم ایک ہو اور اسکو لازم بہت ہون اور

اُن لوازم مین سے بعضے بسبب کم ہونے واسطون کے ملزوم سے قریب ہون اور بعضے بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اس ملزوم سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہونگے وہ زیادہ واضح ہوگا اور جسمین واسطے زیادہ ہونگے وہ اس کی نسبت کرکم واضح ہوگا مثلاً لنبے قد والے کو کہا جاوے طویل النجاد یعنی لمبے پرتلے والا کیونکہ نجاد نون مکسور اور جیم اور آخر اس کی دال تلوار کے پرتلہ کو کہتے ہین پس پرتلہ لمبا اُسی کا ہوگا جس کا قد بہت لنبا ہوگا پرتلہ کے لنبے ہونے سے قد کے لنبے ہونے تک کوئی واسطہ نہین ہی اسی سبب سے یہ عبارت اپنے مقصود پر صاف دلالت کرتی ہی اور سخی کو کہین کثیر الرماد یعنی بہت راکھ والا اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہی اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا موقوف ہی اوپر زیادتی مہمانون کے اور زیادتی مہمانون کی موقوف ہی اوپر سخاوت کے یا کہین کہ جبان الکلب یعنی وہ شخص کہ جسکے گھر کے کتے نامرد ہین نامرد ہونا کتون کا یہ ہے کہ مار کھاوین اور جاوین نہین اور یہ بات جب ہے کہ اُن کو استخوان بہت حاصل ہووین اور کتون تک بہت استخوان کا حاصل ہونا بہت گوشت ہونے پر موقوف ہی اور یہ اوپر بہت کھانا پکنے کے اور یہ اوپر بہت ہونے مہمانون کے علی ہذا القیاس پہلے کی نسبت اسمین واسطے کچھ کم ہین یا کہین مہزول الفصیل یعنی وہ شخص کہ جسکی اونٹنیون کے بچے دبلے ہین فصیل لدے ہوئے اونٹ کے بچہ کو اور مان سے جدا کئے ہوئے کو کہتے ہین پس بچے کا دبلا ہونا جب ہوتا ہے کہ اسکی مان کو پاس نہ رکھین اور یہ امر بسبب کثرت اسباب کے ہے کہ اسکے لانے کے واسطے بھیجا جاوے اور بہت اسباب اونٹون پر لاد کر منگوانا بہت مہمانون کے واسطے ہوتا ہے ان سب عبارتون مین ایک دوسرے کی نسبت کچھ ظہور اور کچھ پوشیدگی ہی اور اسطرح سے ہوسکتا ہی کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت مثلاً سفیدی برف اور ہاتھی دانت اور شیر اور بط اور گچ اور غیر اسکے بہت چیزون مین ہوتی ہی جائز ہی کہ سفیدی کا لازم ہونا ان ملزومون مین سے بعض کے ساتھ بہت ظاہر ہو اور بعض کے ساتھ کم اور دلالت تضمنی مین اس طرح سے ہے کہ شاید ایک

معنی کسی شے کا جزء ہو اور کسی دوسری شے کے جزء کا جزء ہو پس دلالت کرنا پہلے شے کا
جزء پر بہت ظاہر ہوگا اُس سے کہ دوسری شے اپنے جزء کے جزء پر دلالت کرے مثلاً
جسم حیوان کا جزء ہے اور حیوان انسان کا جزء ہے پس جسم انسان کے جزء کا جزء ہوا
اس کا بیان یہ ہے کہ انسان کہتے ہین حیوان ناطق کو یعنی ایسی چیز کو جس مین حیوان ہونا
اور ناطق ہونا جمع ہو اور ناطق بمعنی اس چیز کے ہے کہ کلیات کو معلوم کرے اور
حیوان جسم نامی حساس متحرک بالارادہ کو کہتے ہین یعنی ایسی چیز کو کہ وہ جسم ہو اور ایسا
جسم کہ بڑھنے والا ہو اور اُسکو ادراک ہو اور اپنی خواہش سے حرکت کرتا ہو اس
صورت مین انسان حیوان اور ناطق سے مرکب ہوا پس حیوان انسان کا جزء ہوا
اور حیوان جسم اور نامی وغیرہ سے مرکب ہوا پس جسم حیوان کا جزء ہوا پس جسم
حیوان کا خود جزء ہے اور انسان کے جزء کا جزء ہے جب یہ بات ثابت ہوئی تو
معلوم ہوا کہ حیوان کا دلالت کرنا اپنے جزء پر یعنی جسم پر بہت واضح ہے بہ نسبت اسکے
کہ انسان دلالت کرے اسی جسم پر کہ وہ انسان کے جزء کا جزء ہے اس تقریر سے
معلوم ہوا کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کو اعتبار کیا کرتے ہین دلالت التزام مین
لازم ایک امر خارجی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے اور دلالت تضمنی مین لازم
کل کا جزء ہوتا ہے کسواسطے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ جیسے لوازم کو ملزوم کے ساتھ
دلالت التزام مین لزوم ہے اسی طرح سے جزء کو کل کے ساتھ دلالت تضمنی مین لزوم ہے
اور انھین لزومون مین باعتبار وضوح اور خفا کے اختلاف ہوا کرتا ہے اور لزوم بعضے
جاے مین دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم کہ امام جب
کہیں گے کہ مقتدی موجود ہون گے اور مقتدی جب کہیں گے کہ امام موجود ہوگا کسواسطے
کہ اگر امام نہو کس کے پیچھے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہین اور اگر مقتدی نہ ہوا تو کسکے
آگے کھڑے ہونے والے کو امام کہا جاوے اور بعض جا ایک طرف سے لزوم ہوتا
ہے جیسے علم اور زندگی مین اس مثال مین ایک طرف سے لزوم ہے کس واسطے کہ علم
کو زندگی لازم ہے جس جگہ علم ہوگا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی نہین ہوتا

اور زندگی کو علم لازم نہین کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جو زندہ ہو اُس کو علم بھی ہو اور جیسے لزوم بہادری اور شیر مین کہ شیر کو بہادری لازم ہے اور بہادری کو شیر کا ہونا ضرور نہین بلکہ جائز ہے کہ سوا شیر کے مرد مین پائی جاوے بعد اسکے یہ جاننا چاہیئے کہ لفظ جس معنے کے واسطے بنایا گیا ہے اگر اس لفظ سے وہ معنی مراد نہ رکھین بلکہ وہ شے مراد رکھین کہ اُسکے معنی کو لازم ہو پس دیکھنا چاہیے کہ کوئی قرینہ بھی ایسا پایا جاتا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ معنی مراد نہین یا ایسا قرینہ نہین پایا جاتا اگر وہ قرینہ پایا جاتا ہے تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر ایسا قرینہ نہین پایا جاتا تو اس کو کنایہ کہتے ہین اور ان دونون کے نام رکھنے کی وجہ انکی بحث مین معلوم ہو جاوے گی اور قید قرینہ ہونے کی مجاز مین اور قرینہ نہونے کی کنایہ مین اسواسطے ہے کہ ان دونون مین ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے اگر یہ قید نہو تو دونون مین امتیاز حاصل نہو اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ کنایہ مین لازم سے ملزوم کی طرف انتقال ہوتا ہے یہ بات غلط ہے کسواسطے کہ دلالت التزامی لازم پر دلالت کرنے کا نام ہے نہ ملزوم پر دلالت کرنے کا چنانچہ مفصل معلوم ہو چکا اور چونکہ مجاز مین فقط ارادہ لازم کا ہوتا ہے اور کنایہ مین ملزوم دونون کا ارادہ جائز ہے پس مجاز حکم جزو رکھتا ہے اور کنایہ حکم کل کا اور جزو کل پر مقدم ہوتا ہے اسی واسطے مناسب ہے کہ مجاز کی بحث کنایہ کی بحث سے پہلے بیان کی جاوے اب جاننا چاہیئے کہ مجاز کی قسمون مین سے ایک قسم کو استعارہ کہتے ہین یعنی مشبہ بہ کو ذکر کرین اور مشبہ مراد رکھین پس استعارہ کی بنا تشبیہ پر ہے اس واسطے مناسب معلوم ہوا کہ مجاز کے بیان سے پہلے تشبیہ کو بھی بیان کرین اس تقریر سے ثابت ہوا کہ علم بیان کے مقصد فقط دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ اور تشبیہ مقدمہ ہے استعارہ کا کہ وہ مجاز کی ایک قسم ہے لیکن تشبیہ مین از بسکہ فائدے بہت ہین اور اس سے بہت بحث کی جاتی ہے اسواسطے تشبیہ کو بھی ایک مقصد مقرر کر دیا ہے اور علم بیان کے تین مقصد ٹھہرائے ہین ایک تشبیہ دوسرا مجاز تیسرا کنایہ لیکن تشبیہ کے مقصد ٹھہرانے کی یہ وجہ خوب نہین کسواسطے کہ بہت بحث ہونے سے کوئی چیز مقاصد مین

داخل نہین ہوجاتی اور فی الحقیقت تشبیہ علم بیان کے مقاصد مین سے ایک مقصد ہی نہ مقدمہ استعارہ کا پس یہ تقریر کرنی چاہیئے کہ لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہے اگر اس لفظ سے سوا اس معنی کے اور شے مراد رکھین یہ دو حال سے خالی نہین یا یہ ہے کہ ارادہ کرنا خلاف موضوع لہ کا موضوع لہ کے ارادہ کے منافی ہو یا موضوع لہ کے ارادہ کے منافی نہو پس قسم اول یعنی جس مین ارادہ کرنا خلاف موضوع لہ کا موضوع لہ کے ارادہ کے منافی ہوتا ہے اگر اس مین علاقہ مشابہت کا ہے تو اس کو استعارہ کہتے ہین اور اگر سوا مشابہت کے کوئی اور علاقہ ہو اس کو مجاز مرسل اور قسم دوسری یعنی جسمین ارادہ کرنا خلاف موضوع لہ کا موضوع لہ کے ارادہ کے منافی نہین ہی اسمین بھی اگر علاقہ مشابہت کا ہے اس کو تشبیہ کہتے ہین اور اگر سوا مشابہت کے کوئی اور علاقہ ہی اسکو کنایہ کہتے ہین اس صورت مین علم بیان کے چار مقصد ہوگئے اور تشبیہ بذاتہ مقصد ٹھہر گئی یہ افادہ بعضے فضلا کا ہے کہ میر شریف قدس سرہٗ نے مطول کے حاشیہ مین نقل کیا ہی اور اگر کوئی کہے کہ تمھاری تقریر سے ثابت ہوا کہ تشبیہ مین بھی سوا معنی موضوع لہ کے اور شے مراد ہوتی ہے اور یہ غلط ہے کسواسطے کہ جب کوئی کہے کہ منھ اس کا چاند کی مانند ہی صریحًا اسمین دلالت مطابقی پائی جاتی ہی اس کا جواب یہ ہی کہ بعضے فضلا نے لکھا ہی کہ جب کہے تو کہ وجہ کالبدر یعنی مُنھ اسکا مانند چاند کے ہی مراد اس سے یہ ہی کہ وہ شخص نہایت حسن اور لطافت رکھتا ہے پس معنی لازمی مراد ہوگئے لیکن معنی لازمی کا مراد ہونا یعنی موضوع لہ کے ارادہ کے منافی نہین ہے چنانچہ اوپر کی تقریر سے معلوم ہوچکا اب سننا چاہیئے کہ علم بیان کی چار اصلین ہین اور ہم اِن چارون اصل کو چار فصل مین بیان کرتے ہین اور ہر فصل کا نام شجرہ ہے

حدائق البلاغت کی مناسبت سے +

شجرہ پہلا تشبیہ کے بیان مین

تشبیہ لغت مین دلالت ہے اوپر اس بات کے کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی مین شریک ہے شے اول کو مشبہ کہتے ہین یعنی مانند کیا گیا اور دوسری شے کو مشبہ بہ یعنی اس کے ساتھ مانند کیا گیا اور وہ معنی کہ جس مین وہ دونون شریک ہین اس کو وجہ شبہ

کہتے ہین یعنی وجہ مانند ہونے کی کیونکہ اگر وہ معنی نہ ہون تو ان دونون چیزون کو آپس مین مشابہت نہ دین اور علم بیان کی اصطلاح مین تشبیہ دلالت ہے دو چیز کی ایک معنی مین شریک ہونے پر اس طرح سے کہ بطور استعارہ کے نہو اور استعارہ کا حال آگے آویگا اور بطریق تجرید کے بھی نہو اور تجرید علم بدیع کی اصطلاح مین یہ ہے کہ شے ذی صفت سے ایک اور شے مانند اُس کے یعنی متصف اُسی صفت کے ساتھ حاصل کرین واسطے مبالغہ کے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ شے ذی صفت پہلی اس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے موصوف باین صفت حاصل ہو سکتی ہے اسکی مثالین عربی اور فارسی مین بہت ہین ۔ اُردو مین یہ شعر مثال ہو سکتا ہے شعر آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ پل مین ہو گیا ؛ داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار ؛ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ مبالغہ منظور ہے سوزش مین داغ دل کے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبہ کو پہونچا کہ اس سے آفتاب حاصل ہو گیا ظاہر مین یون متبادر ہوتا ہے کہ داغ کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے لیکن چونکہ یہ بطریق تجرید کے ہے تشبیہ نہین ہے اور یہ ضرور ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ آپس مین کسی ایک وجہ سے باہم شریک ہون اور کسی اور وجہ سے آپس مین جدا ہون جیسے کوئی دو چیزین ایسی ہون کہ ان دونون چیزون مین صفت ایک پائی جاتی ہو اور حقیقت ان دونون کی جُدا ہو جیسے بال اور درخت سنبل کا کہ حقیقت مین دونون جدا ہین اور سیاہی اور باریکی اور پیچیدگی دونون مین ہے یا صفت دونون کی جدا ہو اور حقیقت دونون کی ایک جیسے دو انسان اور اگر دونون مین کسی طرح سے جدائی اور غیریت نہو تو تشبیہ باطل ہو جاوے کیونکہ تشبیہ کو دو چیزین غیر چاہیین اور تشبیہ کے بیان مین پانچ چیزون سے بحث ہوتی ہے اول مشبہ اور مشبہ بہ ان کو طرفین تشبیہ کی کہتے ہین ظاہر ہے کہ اگر یہ دونون نہون تو کس کو کس کے ساتھ مانند کرین دوسری وجہ تشبیہ کی اور اگر یہ نہ پائی جاوے تو ایک کو دوسرے سے مشابہت نہو تیسرے وہ حرف کہ ایک کو دوسرے سے مانند کرنے کا واسطہ ہووے چوتھی غرض تشبیہ کی کہ واسطے کہ اگر کچھ غرض نہو تو تشبیہ فعل عبث ہو جاوے اور ان چار امر کو تشبیہ کے ارکان کہتے ہین پانچوین تشبیہ کی

قسمین کسواسطے کہ بعضی تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اسمین مشابہت کی وجہ مثلاً جلد سمجھ مین آجاتی ہے اس کو تشبیہ قریب کہتے ہین اور بعضی ایسی ہوتی ہے کہ اسمین وہ وجہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید کہتے ہین اور اسی طرح سے حال ہے تشبیہ کے مردود اور مقبول ہونے کا اس کا حال مفصل آگے آویگا اور بسبب اِن حالات کے تشبیہ کی بہت قسمین ہوجاتی ہین اور پانچون چیزین پانچ فصل مین بیان کیجاتی ہین اور ہر فصل کا نام فرع ہی کس واسطے کہ یہ پانچ قسمین ہین شجرہ کی اور شجرہ کو فرع یعنی شاخ لازم ہے

پہلی فرع تشبیہ کی دو طرف یعنی مشبہ و مشبہ بہ کے بیان مین

معلوم کیا چاہیئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ یا ایسے ہوتے ہین کہ دونون کو پانچون حواس مین سے کسی حس کے ساتھ معلوم کرسکین مراد پانچون حواس سے دیکھنا اور سُننا اور چکھنا اور سُونگھنا اور چھونا کسی چیز کا ہے یا ان دونون کو حواس سے نہ معلوم کرسکین بلکہ عقل سے یا دونون مختلف ہوین یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ مشبہ کو عقل سے معلوم کرسکین اور مشبہ بہ کو حس سے دوسرے یہ کہ مشبہ کو حس سے اور مشبہ بہ کو عقل سے پس مشبہ اور مشبہ بہ باعتبار حسی اور عقلی ہونے کے چار قسم ہوگئے پہلی قسم یعنی دونون حسی ہون اس مین سے ایک یہ ہے کہ دونون دیکھنے سے معلوم ہون جیسے رخسارہ مشبہ اور گل مشبہ بہ ان دونون مین دیکھنے کو دخل ہے دوسرے یہ کہ سننے سے محسوس ہون مثلاً ایک ضعیف آواز کو کہ پاس بیٹھنے والا اس کو سُن سکتا ہی ایسی آواز نرم کے ساتھ تشبیہ دین کہ وہ منہ سے بھی باہر نہ نکلی ہو تیسرے یہ کہ سونگھنے سے معلوم ہو مثلاً ایک بو کو کسی اور بو کے ساتھ تشبیہ دین چوتھے چکھنے سے جیسے کہین کہ معشوق کے آب دہن کا مزہ مانند شراب کے ہی پانچوین چھونے سے جیسے بستر کی نرمی کو گل کی نرمی سے تشبیہ دی جاوے یا بدن کی ملائم جلد کو حریر سے اور ان پانچون کی مثال مین علی الترتیب اشعار اُردو کے لکھے جاتے ہین مثال دیکھنے کی شعر سودا کا ؎ سُن کے یہ مژدۂ جان بخش جو مین کھولی آنکھ ٭ اشعۂ نور کی سی مجھ کو نظر آئی بھلک ٭ معشوق کے حسن کو روشنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے مثال سُننے کی شعر سودا کا:-

ہے بلبل خوش نغمہ ہون لیک اِس گلستان مین جہان ؛ نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ
زاغ کی آواز کو بلبل کی آواز سے تشبیہ دی ہے مثال سونگھنے کی شعر سودا کا ہے چمن
مین کس کی مدارات تھی بتا تو نسیم ؛ کہ صبح غنچون کے سب عطردان کھول دیے ؛ غنچہ کی
بو کو عطر کی بو سے تشبیہ دی ہے اور اگر عطردان کی شکل مین تشبیہ اعتبار کرین تو دیکھنے
کی چیزون کی مثال مین داخل ہو جاوے مثال چکھنے کی شعر سودا کا ہے خون جگر
شراب ترشح ہے چشم تر ؛ ساغر مرا گرو نہین ابر بہار کا ؛ خون جگر کے مزہ کو تشبیہ دی ہے
شراب کے مزہ سے مثال چھونے کی شعر میر کا ہے جس کف پا کو برگ گل ہو خار ؛ حیف ہے
گر ہو خار سے وہ فگار ؛ برگ گل کی ملائمت کو تشبیہ دی ہے خار کی سختی سے دوسری قسم
یعنی دونون عقلی ہون مثلاً علم کو زندگی سے تشبیہ دین اور جہل کو موت سے اِن ساری
چیزون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہین تیسری قسم
یعنی مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی مثلاً عمر کو رشتہ اور موت کو گرگ اور خلق نیک کو عطر اور غضب
کو آگ اور آہ کو کمند اور نالہ کو شرار اور نگاہ کو خنجر اور ایمان کو شمع اور کفر کو ظلمت
سے تشبیہ دین مثال مین دو تین شعر سودا کے لکھتا ہون اشعار نہین ہے بحث کو
طوطی تراد ہن مجھ سے ؛ سخن ہی سُن لے تو رنگین تر از چمن مجھ سے ؛ مری زبان ہے
ملک سخن مین اِک خیاط ؛ عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھ سے ؛ کب اس کو گوش
کرے تھا جہان مین اہل کمال ؛ یہ سنگریزہ ہوا ہے دُرِ عدن مجھ سے ؛ پہلے شعر
مین سخن کو باعتبار رنگینی کے چمن سے اور دوسرے شعر مین معنی کو عروس سے اور
تیسرے مین سنگریزہ یعنی سخن کو دُرِ عدن سے تشبیہ ہے اس جاے مین دو شبہ اول نظر مین
ہوتے ہین ایک تو یہ کہ سخن بسبب سنائی دینے کے چاہیئے کہ مسموعات سے ہوا سکا جواب
یہ ہے کہ سنائی دینا شان سے صوت کی ہے اور سخن بواسطہ اُس صوت کے مدرک ہوتا ہے
عقل سے چنانچہ یہ بات عقلا پر واضح ہے اور دوسرے یہ کہ سنگریزہ اور در عدن مین
دونون طرف دیکھنے کی چیزون سے ہون یعنی دونون حسی نہ یہ کہ مشبہ عقلی اور
مشبہ بہ حسی اس کا جواب یہ ہے کہ سنگریزہ استعارہ ہے مشبہ بہ یعنی سنگریزہ مذکور ہے

اور مراد اس سے مشبہ ہے یعنی سخن اور سخن کا عقلی ہونا ظاہر ہی چوتھی قسم یعنی مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو مثلاً زلف کو سیاہی مین آہ یا گنہگارون کے نامۂ اعمال سے اور چہرۂ معشوق کو نیکبختون کے نامۂ اعمال سے یا گندھی ہوئی چوٹی کو مصرعۂ پیچیدہ سے مشابہت دیوین معلوم کیا چاہیے کہ جیسے پانچ حواس ظاہر کے ہین چنانچہ سابق دریافت ہوا اسی طرح سے پانچ حواس باطن کے ہین ایک اُن مین سے حس مشترک ہے اُسکا کام یہ ہے کہ جو شے حواس ظاہری سے محسوس ہوتی ہے وہ حس اسکو لے لیتی ہے دوسری حس خیال ہے اور وہ حس مشترک کا خزانہ ہے کہ جو صورتین حس مشترک لیتی ہے خیال مین رکھدیتی ہے تیسری متخیلہ ہے اور اس کو متفکرہ بھی کہتے ہین ان دو نامون کی وجہ اپنے محل مین مذکور ہے اس کا کام یہ ہے کہ جو صورتین خیال مین جمع ہین کبھی ان کو ایک دوسرے سے مرکب کرتی ہین اور کبھی ایک دوسرے سے علیحدہ اور ایسے ہی ان صورتون مین جو معنی ہین مثلاً گرگ کی دشمنی گوسپند سے ماں باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنیون کو مرکب کرے یا علیحدہ مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرے اس مین ترکیب ہی یا آدمی بن سر کا اس مین تفصیل ہے اور علی ہذا القیاس اور کبھی بعضی چیزین کہ انکی کچھ اصل نہین ہی اپنی طرف سے اختراع کرتے ہین مثلاً سنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے متخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ بشکل جانور درندہ کے ہوگا اور اس کے واسطے دانت تجویز کرلئے یا سنا جاتا ہے کہ فرشتے حق تعالیٰ کی تسبیح اور تہلیل بہت کرتے ہین متخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ ان کے پاس تسبیح بھی ہوگی کہ اس پر پڑھتے ہونگے اور علی ہذا القیاس اور چوتھی حس وہم ہے اس کا کام یہ ہے کہ خاص صورتون مین جو خاص معنی ہین اُن کو ادراک کرے مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اس کو جو کسی خاص گوسپند کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اس کو معلوم کرلے پانچوین حس حافظہ اور وہ خزانہ وہم کا ہے جیسے خیال خزانہ ہے حس مشترک کا جب یہ معلوم ہوگیا اب سُننا چاہیئے کہ جس چیز کو متخیلہ نے مرکب کیا ہے اِن چیزون سے کہ وہ حس مشترک کے واسطے سے حاصل ہوئی ہین اسکو خیالی کہتے ہین مثلاً ایک نیزہ تصور کرین کہ یا قوت کا

ہو یا ایسا جانور تصور کریں کہ اُس کے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھیں موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُنکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی وہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حس مشترک کے واسطے سے خیال مین پہونچی ہین اور جس چیز کو متخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اسکی کچھ اصل نہو اس کو وہمی کہتے ہین مثلاً غول کے دانت چنانچہ پہلے معلوم ہوا خیالی اور وہمی کی حقیقت یہ ہے جو بیان ہوئی اور خیالی اس صورت کو نہین کہتے کہ حس مشترک سے خیال مین حاصل ہوئی ہو اور اسی طرح سے وہمی ان معانی کو کہ وہم نے ان کو ادراک کیا ہو کس واسطے کہ حس مشترک سے نیزہ یاقوت اور مرغ موصوف کی صورت خیال مین کبھی نہین پہونچتی ہان مگر مادہ اُن کا سو یہ امر دوسرا ہے اور نہ دس سر کا آدمی اور نہ دانت غول کے اور نہ تسبیح فرشتون کی معنی جزئیہ مین کہ وہم سے ادراک ہوے ہون کس واسطے کہ اگرچہ محسوس نہین ہوئے لیکن ایسے ہین کہ اگر بالفرض پائے جاوین تو البتہ بصر سے مدرک ہو سکین پس اس صورت مین یہ بھی صورت ہوئی نہ معنی بہرکیف خیالی کو علم بلاغت والون نے حسی مین داخل کیا ہے اسواسطے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اس کا مادہ پس خیالی کا مادہ حواس سے مدرک ہوتا ہے چنانچہ معلوم ہوا اور وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہے کسواسطے کہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ہے ایسی کہ اگر پائی جاوے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی امر کی جہت کر عقلی اور وہمی مین امتیاز ہوتا ہے وگرنہ دونون ایک ہو جاوین مخفی نہ رہے کہ حدائق البلاغت کے مصنف نے تشبیہ وہمی کی مثال مین تصور دس سر کے آدمی کا غول کے تصور کے ساتھ مذکور کیا اور بعد اس کے خود اس امر پر اعتراض کیا کہ بادی النظر مین ان دونون قسم یعنی وہمی اور خیالی مین فرق نہین معلوم ہوتا کسواسطے کہ دس سر کے آدمی کا تصور مثل علم یاقوت کے ہے کہ اجزا ان دونون قسمون کی محسوسات سے ہین تم کلامہ ہم یہ

کہتے ہین کہ دس سر کے آدمی کے تصور کو تشبیہ وہمی مین ذکر کرنا ضرورت نہین رکھتا بلکہ یہ خیالی کی مثال ہے کسواسطے کہ خیالی وہ ہے کہ جس کو متخیلہ نے ترکیب دیا ہو اُن امور سے کہ حواس سے مدرک ہوے ہون اور اس مین بھی ترکیب ہے اور متخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین کہ اس کی اصل نہین حقیقۃ اور ذکر کرنا مثال وہمی مین شاید اس واسطے کہ صاحب مطول نے جس جگہ متخیلہ کے بیان مین ذکر کیا ہو کہ اسکی شان سے ہے ترکیب اور تفصیل اور اختراع اُن چیزون کا کہ حقیقت مین نہون تو اس مثال کو قولہ اختراع آخر کے بعد ذکر کیا ہے مصنف کے ذہن مین یہ آیا کہ یہ مثال اختراع کی ہے اور واقع مین مثال ترکیب کی ہے اور اس پر دال ہے یہ کہ صاحب مطول نے دو چار سطر کے بعد متخیلہ اختراع کی مثال مین غول کا سبع تصور کرنا بیان کیا ہو اور مثال ترکیب کی چھوڑ دی ہے پس معلوم ہوا کہ ترکیب کے باب مین اس مثال مذکورۂ بالا پر اعتماد کیا اور چونکہ اختراع کی مثال نہ تھی اسواسطے بیان کردی یہ بیان غایت توضیح کا ہے وہمی اور خیالی کے باب مین اور بعضی چیزین ایسی ہین کہ اس کو انسان دل مین پاتا ہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سننے سے یا ایک ملیح چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا اُن چیزون کے مقابل سے دل مین ایک الم بہم پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا ہونا یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب امرون کو وجدانیات کہتے ہین یعنے منسوب بوجدان اور وجدان واو مکسور سے بمعنی جاننے کے ہے اہل بلاغت نے مثل وہمیات کے وجدانیات کو بھی عقلیات مین داخل کیا ہے جیسے اس شعر مین ؎ زاہد کو کیا ہے نعمت جنت کے ذکر سے ۔ جو لطف ہے شراب مین کوثر مین ہو کہان ۔ شراب کا لطف وہ لذت ہے کہ اُس کے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتی ہے اور خیالی کا حسی مین اور وہمی اور وجدانی کا عقلی مین داخل کرنا واسطے اختصار کے ہے تاکہ قسمین بہت نہو جائین اور ان کا ضبط کرنا طالبین کو سہل ہو والا ظاہر ہے کہ یہ تینون قسمین نفسہ علیحدہ چیزین ہین

فرع دوسری وجہ شبہ کے بیان مین

وجہ شبہ وہ معنی ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اسمین شریک ہون مثلاً گل اور رخسار مین سرخی رنگ کی اور زید اور شیر مین شجاعت لیکن یہ تعریف ناتمام ہے اسواسطے کہ رخسار اور گل موجود ہونے اور جسمیت مین زید اور شیر وجود اور جسمیت اور حیوانیت مین بھی شریک ہین پس موافق تعریف کے لازم آتا ہے کہ یہ چیزین بھی وجہ شبہ ہون اور حالانکہ فقط رنگ اور شجاعت وجہ شبہ ہے اس صورت مین تعریف وجہ شبہ کی یون کرنی چاہیئے کہ وجہ شبہ وہ معنی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتی ہو اور ان دونون کا اس مین شریک ہونا قصد کیا جاوے اب معلوم کیا چاہیئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ یا حقیقت مین شریک ہوتے ہین اور صفت مین جدا جیسے دو جسم کہ ایک کالا ہو اور دوسرا سفید یا دو طویل چیزین مثلاً ایک خط ہو اور دوسرا جسم مثال اول مین حقیقت دونون کی واحد ہے یعنی جسمیت اور صفت علیحدہ ہے یعنی سیاہی اور سفیدی مثال دوسری مین صفت یعنی طول مین دونون متحد ہین اور حقیقت دونون کی جدا ہے کسواسطے کہ خط وہ ہے کہ فقط ایک جانب یعنی طول مین بٹ سکے اور جسم وہ ہے کہ تینون جانب یعنی طول اور عرض اور عمق مین بٹ سکتا ہو اور صفت کہ جس مین ان دونون کو اشتراک ہو یا افتراق تین طرح پر ہے پہلی صفت حقیقی یعنی ایسی ہیأت کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو دوسری صفت اضافی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو اور تیسری صفت اعتباری کہ اُس کا مفہوم واقع مین متحقق نہو بلکہ فقط عقل نے اسکو اعتبار کرلیا ہو جب یہ معلوم ہوچکا تو اب سُننا چاہیئے کہ صفت حقیقی دو قسم ہے ایک حسی اور ایک عقلی صفت حسی مثل کیفیت جسمانیہ کی اسے مثل ان کیفیتون کے کہ جسم سے مختص ہون مخفی نہ رہے کہ صفت کے منقسم ہونے سے بطرف حقیقی اور حسی کے اور صفت حسی کی مثال مین کہنے سے یہ قول مثل کیفیات جسمانیہ کے معلوم ہوتا ہے کہ کیفیات جسمانیہ سے اصطلاح علم معقول کی مراد نہین ہے بلکہ کیفیات جسمانیہ سے صفات جسمانیہ مراد ہین کسواسطے کہ اگر

کیفیت اصطلاحی مراد ہو پس مقادیر اور حرکات مین کہ اس جگہ وہ دونون مذکور ہوتی ہین جیسے آگے آتا ہے اشکال واقع ہووے کسواسطے کہ مقدار کمیت ہے کہ وہ بذاتہ قسمت کو تقاضا کرتی ہے اور حرکت اعراض تشبیہ سے ہی اور کیفیت نہ قسمت کو بذاتہ تقاضا کرتی ہے اور نہ نسبت کو اور یا مقادیر سے اوصاف مقادیر کے مراد ہون یعنی طویل اور عریض اور قصیر اور ان کے بین بین ہونا اور حرکت سے خود حرکت مراد نہو بلکہ وہ چیز کہ حرکت کو لاحق ہوتی ہے مثل سرعت اور بطوء اور بین بین اسکے بہرکیف یہ کیفیتین باعتبار حواس کے پانچ قسم ہین قسم اول یہ ہے کہ بصر سے ادراک کیجاوے مثل رنگ کے اور شکل کے اور شکل اُس ہیئت کو کہتے ہین کہ جسم کی ایک نہایت کو یا دو کو یا زیادہ کو احاطہ کرے اول جیسے دائرہ اور دوسرے جیسے آدھے دائرے کی شکل اور تیسرے جیسے مثلث یا مربع یا مخمس علے ہذا القیاس اور مثل مقادیر کے اور مقدار عبارت ہے کمیت متصل ثابت الاجزاء سے کم سے مراد ایسا عرض ہے کہ وہ بالذات ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو قبول کرے اور متصل سے یہ کہ اُس کے اجزا کے واسطے حد مشترک ہووے کہ وہ اس کے پاس سے ملتے ہون اور ثابت الاجزاء سے یہ کہ وہ اجزا فرض کیئے ہوے مقرر اور ثابت ہون اور مقدار اگر طول اور عرض اور عمق مین منقسم ہوسکے اس کو جسم تعلیمی کہتے ہین اور اگر فقط طول اور عرض مین اس کو سطح کہتے ہین اور اگر فقط طول مین اسکو خط کہتے ہین اور مثل حرکات کے اور حرکت جسم کی ایک جاے سے دوسری جاے مین حاصل ہونے کو کہتے ہین اور مثل ان چیزون کے کہ ان امور کے قریب ہون جیسے حسن اور قبح کہ ان دونون سے شخص متصف ہوتا ہے باعتبار خلقت کے اور خلقت عبارت ہے مجموع شکل اور لون سے یا جیسے ہنسنا اور رونا کہ یہ دونون باعتبار شکل اور حرکت کے حاصل ہوتے ہین یا جیسے سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا یا اوپر سے کب نکلنا اور نیچے سے گڑھا پڑنا کہ یہ بھی شکل کی تحت مین داخل ہین قسم دوسری یہ ہے کہ گوش سے ادراک کیجاوے جیسے آواز خواہ قوی ہو خواہ ضعیف خواہ اس کے بین بین قسم تیسری یہ کہ ذائقہ سے ادراک کی جاوے مثل طعوم کے اور طعوم کے نو اصول ہین ایک حرافۃ یعنی تیزی دوسرے تلخی

تیسرے نکہنی چوتھے ترشی پانچوین کسیلہ پن چھٹے قبض یعنی بستگی ساتوین دسومت یعنی چکنائی آٹھوین مٹھاس نوین پھیکا پن۔ قسم چوتھی یہ کہ قوت شامہ سے معلوم ہو مثل خوشبو اور بدبو کے۔ قسم پانچوین یہ کہ قوت لامسہ سے معلوم ہو جیسے خشونت یعنی کھردرا پن کہ کہین اونچان اور کہین نیچان ہو اور ملاست یعنی صاف ہونا کہ سارے اجزا برابر ہون اور لینت یعنی نرمی اور ثقل اور یہ ایسی کیفیت ہے کہ بسبب اسکے جسم اپنے مرکز کی طرف کو مائل ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی روکنے والا نہو مثلاً پتھر اگر اوپر سے کوئی چیز اُس کو نہ روکے خود بخود نیچے آپڑے اور خفت اور وہ ایک کیفیت ہے کہ جسم اس کے سبب سے اپنے محیط کی طرف مائل ہوتا ہے جیسے آگ اور حرارت یعنی گرمی اور برودت یعنی سردی اور رطوبت یعنی تری اور یبوست یعنی خشکی صفت عقلی جیسے کیفیات نفسانیہ یعنی وہ کیفیتین کہ ذی نفس کے ساتھ مختص ہین یعنی اجسام مین سے اُسی جسم مین پائی جاتی ہین کہ وہ ذی نفس ہے مثلاً ذکا ذال معجمہ کی فتحہ سے اقسام فہم کی تیزی اور مثل علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت اور مثل ان کے اور چیزین کہ عقل سے ادراک کیجاوین یہان تک بیان صفت حقیقی کا تمام ہوا۔ صفت اضافی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہ ہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر پر کہ دونون مین صفت ازالۂ حجاب کی ہے اور یہ صفت حجت اور آفتاب کی ذات مین متقرر نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے یا کوئی شے اس امر کے ساتھ متصف ہو کہ اس کا وجود مطلوب ہے یا عدم مطلوب ہے صفت اعتباری کہ اس کا مفہوم واقع مین متحقق نہو اور محض عقل نے اسکو اعتبار کرلیا ہو جیسے درندہ کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ محض صورت وہمیہ ہے اور واقع مین اسکے واسطے کچھ تحقق نہین اور صفت کا مرجع کبھی ایک چیز ہوتی ہے اور کبھی کئی چیزین اور اسی طرح حقیقت بعضی مفرد ہوتی ہے اور بعضی مرکب اجزا مختلفہ سے پس وجہ شبہ باعتبار ان انواع کے کئی نوع ہوجاتی ہے جب یہ جان لیا اب سننا چاہیے کہ وہ معنی کہ جس مین مشبہ اور مشبہ بہ شریک ہون یا ایک

امر ہوتا ہے یا کئی اور یہ کئی امر دو قسم پر ہین ایک یہ کہ سب آپس مین اکٹھی ہوکر بمنزلۂ واحد کے ہوجاوین یا ہر ایک اُن مین سے علٰحدہ متیسر ہو اور ایسی ترکیب کہ جس سے کوئی شے بمنزلۂ واحد کے ہوجاوے یا حقیقی ہوتی ہے یا اعتباری حقیقی جیسی ترکیب کسی حقیقت کی امور مختلفہ سے مثلاً ترکیب حیوان اور ناطق کی کہ ایک دونون سے ایک ایک شے بمنزلۂ واحد کے حاصل ہوئی یعنی انسان اور اعتباری جیسے کئی امور سے عقل ایک ہیئت انتزاع کرلے اور حقیقت مین وہ سب مل کر بمنزلۂ واحد کے نہوئی ہون اسکی مثال آگے آویگی معلوم کیا چاہیئے کہ وجہ شبہ مین دونون ترکیب کا اعتبار کرنا مذہب مفتاح العلوم کے مصنف یعنی سکاکی کا ہے اور حدائق البلاغت کے مصنف نے بھی سکاکی کے اتباع سے ترکیب حقیقی کو اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ یا در حکم واحدست بسبب آنکہ حقیقت از چند چیز ترکیب یافتہ یعنی وجہ شبہ یا واحد کے حکم مین ہے اس سبب سے کہ ایک حقیقت کئی چیز سے مرکب ہوئی ہو لیکن تعجب ہے کہ ترکیب اعتباری کو بالکل چھوڑ دیا بہرکیف اعتبار کرنا ترکیب حقیقی کا اس جاے مین محل نظر ہے اسواسطے کہ ایسی چیزون کو مرکب نہین اعتبار کرتے بلکہ واحد مثلاً کہین کہ زید شیر کے مانند ہے تو یہ نہ کہین گے کہ مشبہ اور مشبہ بہ اسکے مرکب ہین بلکہ مفرد ہین اور مثلاً کہین کہ زید مانند عمرو کے ہے انسانیت مین ہر چند انسانیت مرکب ہے حیوانیت اور ناطقیت سے لیکن یہ نہ کہین گے کہ یہ وجہ شبہ مرکب بمنزلۂ واحد کے ہے بلکہ واحد ہے بہرصورت وجہ شبہ مین قسم ہے واحد یا بمنزلۂ واحد کے ہو یا متعدد قسم پہلی یعنی وجہ شبہ واحد یا حسی ہوتی ہے یا عقلی اور وجہ شبہ حسی مین لازم ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ ہی دونون حسی ہون اسواسطے کہ وجہ شبہ حاصل ہوتی ہی مشبہ اور مشبہ بہ سے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقلی سے جو چیز حاصل ہوگی عقلی ہوگی پس اگر مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون اور وجہ شبہ حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اسکو حس کے ساتھ ادراک کرسکین تو لازم آوے کہ حس سے عقلی کو بھی ادراک کرسکتے ہین اور حال یہ ہے کہ حس غیر حسی مین سے کسی شے کو ادراک نہین کرسکتی اور یہ لازم نہین کہ اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ بھی عقلی ہون بلکہ عام ہے خواہ وہ دونون عقلی

ہون خواہ حسی خواہ ایک حسی ایک عقلی اسواسطے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعضا وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر مین کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونون کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین جیسا یہ معلوم ہو چکا - پس جاننا چاہیئے کہ وجہ شبہ واحد حسی مثل سرخی کے رخسار اور گل کی تشبیہ مین اور آواز کا پوشیدہ ہونا صوت ضعیف اور ایسی ہی صوت کی تشبیہ مین کہ دہن سے باہر نہ نکلی ہو اور خوشبو زلف و عنبر کی تشبیہ مین اور حلاوت شراب اور کوثر کی تشبیہ مین اور نرمی جلد بدن اور حریر کی تشبیہ مین اور وجہ شبہ واحد عقلی مثل جرات کے شجاع اور شیر کی تشبیہ مین اور ہدایت علم اور نور کی تشبیہ مین اور طبیعت کا خوش ہونا عطر اور خلق کی تشبیہ مین قسم دوسری یعنی وجہ شبہ بمنزلۂ واحد کے ہو اس کو وجہ شبہ مرکب بھی کہتے ہین پہلے معلوم ہوا کہ وجہ شبہ مرکب وہ ہے کہ کئی چیزین اکٹھی ہو کر صورت واحد کی حاصل کرین اور یہ بھی یا حسی ہوتی ہے یا عقلی اور وجہ شبہ مرکب حسی کی دونون طرفین بھی مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہین اب معلوم کیا چاہیئے کہ وجہ شبہ مرکب حسی چار قسم ہے اول یہ ہے کہ دونون طرف اس کے مفرد ہون جیسے اخگر کو چشم خروس کے ساتھ تشبیہ دیوین گول ہونے اور سرخی اور مقدار مین یہ تینون چیزین ہیئت واحد حاصل کر کے وجہ شبہ واقع ہوئی ہین یا موتی اور ژالہ مین مدور ہونا اور سفیدی اور چمکنا اور مقدار خاص سب ہیئت مجموعی سے وجہ شبہ ہین اسی قبیل سے ہے یہ شعر سودا کا

رنجک ہی بہر مشق اڑایا کرے ہے برق ؛ گولی ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ یار

مصرعۂ اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح سے مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتی رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکب ہو کر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسرے مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین قسم دوسری یہ ہے کہ دونون مرکب ہون مثلاً لڑائی مین غبار کا بلند ہونا اور اس مین شمشیرون کا چمکنا مشبہ ہو اور شب تاریک اور ایمن و مبدم ساقط ہونا شہاب ثاقب کا

مشبہ بہ یہ دونون مرکب ہین اور ہر واحد سے ایک ہیئت مجموعی مشبہ مشبہ بہ واقع ہوئی ہے اور وجہ شبہ اسمین ایک کالی چیز کی جوانب اور اطراف مین روشن چیزون دراز اور پراگندہ کا حرکت کرنا یا معشوق صبح کا رقص کرنا اور اس کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور چکبھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا مشبہ اور آفتاب کا عکس دریا مین اور پانی کی حرکت مضطربہ سے اس کا کبھی آگے جانا اور کبھی پیچھے آنا اور کبھی دراز ہوجانا اور سمٹنا اس طرح کہ پھر وہ قرص سالم معلوم ہونے لگے اور کبھی پھیلنا مشبہ بہ ہو اس مین ایک شے صاف روشن کا کسی شے صاف مین نمودار ہونا حرکات مختلفہ کے ساتھ وجہ شبہ ہے یہ مضمون شعر مین اس طرح سے موزون ہے ؎ رقص مین وہ مہروش ہے اس طرح سے جلوہ گر ٭ جیسے آب موج زن مین عکس ہو خورشید کا ٭ اسی قبیل سے ہین یہ اشعار سودا کے ؎ یون متکس صفائی عمارت سے ہو مکین ٭ جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو ٭ چادر تلے ہو آب کی یون سنگ آبشار ٭ چین بر جبین نقاب تلے جون رخ نکو ٭ پانی کی چادر اور سنگ اور کھدا ہوا ہونا سنگ کا مجموع مشبہ ہے اور نقاب اور چین جبین اور رخ معشوق مشبہ بہ اور وجہ شبہ ظاہر ہی شعر یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح ٭ کوئی سیاہ مست کھڑا ہو کنار جو ٭ یہ نہ سمجھا جاوے کہ مصرع اول مین اس شعر کے سایۂ سرو مشبہ مفرد ہے بلکہ ازبس اسکا جلوہ گر ہونا حوض پر منظور ہے چنانچہ ان چند شعر کا حوض کی تعریف کے تحت مین وارد ہونا قرینہ قویہ ہے پس وہ مرکب ہے ایضاً بخشی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی ٭ پوشش چھینٹ قلم کار بہر دشت و جبل ٭ نار بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ ٭ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل ٭ آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے ٭ خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول ٭ ان اشعار مین مشبہ مشبہ بہ اور وجہ شبہ کا مرکب حسی ہونا متامل پر ظاہر ہے قسم تیسری یہ ہی کہ مشبہ مفرد حسی اور مشبہ بہ مرکب حسی ہو جیسے آفتاب کو ایسے آئینہ سے تشبیہ دیوین کہ رعشہ دار ہاتھ مین ہو آفتاب مفرد ہی اور آئینہ کا دست رعشہ دار مین ہونا مرکب ہے اور ایسی ہیأت کہ گول ہونے اور روشنی اور حرکت سریع سے حاصل ہوئی ہی اس مین وجہ شبہ ہے اور

حرکت کا ہونا مشبہ یعنی آفتاب مین بھی ظاہر ہے کہ مثال اسکی یہ شعر ہے ؎ ہے چشم اس کی یا گل نرگس ہے باغ مین ÷ ہے زلف اُس کی یا کہین آتش پہ ہے دخان ÷ چشم اور زلف مفرد ہے اور نرگس کا باغ مین ہونا اور دھوئین کا آگ پر ہونا مرکب اور وجہ شبہ اس مین ہے ہونا ایک شے خرد مدور کا ایسی فضا مین کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اور ہونا ایک شے سیاہ اور دراز اور پیچیدہ کا ایک شے روشن پر قسم چوتھی یہ کہ مشبہ مرکب اور مشبہ بہ مفرد ہو اسکی مثال ہے یہ شعر سودا کا ؎ شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہے ÷ شمع ساں گرمی نظارہ سے جاتی ہے پگھل ÷ شاخ گل کی مرکب ہی باعتبار شاخ اور گل کے اور شمع مفرد ہے اور اس مین وجہ شبہ ہے ہونا ایک شے کا راست اور دراز اور اس کے سر پر ایک شے سرخ کا نصب ہونا پوشیدہ نرہے کہ وجہ شبہ مرکب حسی مین سے نادر اور بدیع وہ ہے کہ تشبیہ ایسی ہیئت مین واقع ہووے کہ اسمین حرکات ہون اور یہ دو طرح پر ہے کہ ساتھ حرکتون کے بعضے اوصاف جسم کے اور بھی شامل ہون جیسے شکل مستدیر اور مستطیل اور عریض اور جیسے لون سُرخ یا سفید۔ مشرق یا سیاہ وغیرہ اسکی مثال قسم دوسری یعنی اس وجہ شبہ مین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہون بیان ہو چکی دوسری یہ ہے کہ فقط حرکت ہو اور اوصاف جسم کے اسکے ساتھ نہ ہون اس صورت مین ترکیب جب متصور ہے کہ حرکتین مختلف مختلط ہو جائین مثلاً کسی شے کا حرکت کرنا کبھی بطرف چپ کے اور کبھی بطرف بالا کے اور کبھی بطرف پائین کے مثلاً رقص کی حرکتون کو تشبیہ دیجاوے شاخون کے ہوا سے متحرک ہونے کے ساتھ اور جسکی حرکتون مین اتحاد ہو اس مین ترکیب نہین ہو سکتی جیسے حرکت چکی اور دولاب کی اور تیر کی حرکت فقط اوپر جانے کی یا نیچے آنے کی اور اگر دونون حرکت بالا اور پست کو اعتبار کرین ترکیب ممکن ہے اور جیسی حرکتون کی ہیئت مین ترکیب واقع ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوا اسی طرح کبھی سکون کی ہیئت مین بھی ترکیب واقع ہوتی ہے مثلاً کتے کا بیٹھنا مشبہ ہو اور گنوار دن کا آگ کے تاپنے کے واسطے بیٹھنا مشبہ بہ اسمین کئی سکون واقع ہوے ہین کسواسطے کہ بیٹھنے مین کتے کے ہر عضو کا ایک

موضع علیحدہ ہوتا ہے اور ایسے ہی آگ کے تاپنے کے واسطے بیٹھنا گنواروں کا کہ اُنکے دونوں پانوں آگے پھیلے ہوے اور موضع سُرین کا اُس سے تفاوت کے ساتھ یہ کئی سکون مجتمع ہوے ہین وجہ شبہ مرکب عقلی جیسے فائدہ مند نہونا بڑی نفع کرنے والی چیز ہے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے عالم بے عمل کی تشبیہ مین ایسے گدھے سے کہ اُس پر کتابین لادا کرتے ہون معلوم کیا چاہیے کہ وجہ شبہ جب مرکب منزلہ واحد کے ہو اس صورت مین چاہیے کہ کوئی جزء اس کا ترک نہ کرین اور سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ ہو اور اگر ایسا نہوگا تو تشبیہ مین غلطی واقع ہوگی جیسے وجہ شبہ مرکب کی دوسری قسم مین مذکور ہوا وہان غور کرین تاکہ خوب ذہن نشین ہو جاوے یہان تک تمام ہو چکا بیان وجہ شبہ مرکب حسی کا۔ وجہ شبہ متعدد تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ وہ وجہین سب حسی ہون جیسے رخسار اور گل کی تشبیہ مین سُرخی رنگ کی اور ملائمت اور زلف اور سنبل کی تشبیہ مین شاخ کی درازی باریکی اور پیچیدگی اور ساغر اور آفتاب کی تشبیہ مین مدور ہونا اور روشنی اور گردش دوسری قسم یہ ہے کہ وہ سب عقلی ہون جیسے شعر سودا مین ؎ بسان دانہ روئیدہ ایکبار گرہ ٭ کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ ٭ وجہ شبہ اس مین قدرے آسان ہونا ایک امر پہلی دفعہ اور بعد اسکے زیادہ تر دشوار ہو جانا یہ دو امر ہین علیحدہ اپنے کام کے دونون حال کو دانہ کے دونون حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے چنانچہ غور کرنے والون پر مخفی نہین ہے تیسری قسم یہ ہے کہ بعضے اُن مین سے حسی ہون اور بعضے عقلی شعر سودا کا ؎ یا وہ معجون مہی کی ہین ڈبیان دونون ٭ آتی ہے جان مین چھیڑے سے جنھین روح ملک ٭ پستان کو معجون مہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے اُبھرا ہوا ہونا یہ دو امر حسی ہین اور میرا رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہے شعر آفتاب صبح محشر داغ پر دل کے مرے ٭ حکم رکھتا ہے طبیب مرہم کافور کا ٭ اس مین وجہ شبہ ہے سفیدی رنگ کی اور راحت کا پہونچانا پہلا امر حسی ہے اور دوسرا عقلی اور شاید مدور ہونے کو بھی دخل ہو کسواسطے کہ جب مرہم داغ پر

رکھتے ہین پھا ہا مدور تراش کر رکھا کرتے ہین اس صورت مین دو امر حسی ہوے اور ایک امر عقلی دانشمندان خبیر پر ظاہر ہے کہ عادت اہل بلاغت کی اس طرح پر جاری ہوئی ہے کہ کبھی دو شے کو کہ ایک دوسرے کی ضد ہو آپس مین تشبیہ دیتے ہین اور وہ معنی کہ مشبہ بہ مین موجود ہین اسکو وجہ شبہ کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی ہوتے ہین کہ مشبہ مین ہین نہ وہ معنی کہ جس کو ظاہرا وجہ شبہ کیا ہے اور اسکو وجہ شبہ کرنا اس سبب سے ہے کہ بطریق استہزا کے ٹھہرالیا ہے کہ یہ معنی مشبہ مین بھی ہے اور حالانکہ نفس الامر مین اسکے اندر نہین ہے مثلاً نامرد کو کہین کہ شیر ہے یا رستم ہے اور بخیل کو کہین کہ حاتم ہے پس وجہ شبہ اس جگہ جرأت اور بخشش ہے از روے اعتبار کے نہ از روے نفس الامر کے اور وہ ضدیت کہ ان دونون مین ہے اس جگہ بمنزلۂ تناسب کے ہے نہ خود وجہ شبہ کس واسطے کہ جب ہم کہین گے کسی نامرد کو کہ وہ شیر کے مانند ہے یا بخیل کو کہ وہ حاتم کے مانند ہے اور ارادہ کرینگے کہ وجہ شبہ کو بھی ظاہر کرین تو یہ نہ کہین گے کہ تضاد ہین بلکہ یون کہین گے کہ جرأت مین یا بخشش مین۔

فرع تیسری حرف تشبیہ کے بیان مین

حرف تشبیہ کے ہین مانند و مثل اور ہندی مین جیون اور جیسے اور سوا اس کے

فرع چوتھی غرض تشبیہ کے بیان مین

معلوم کیا چاہیئے کہ تشبیہ کی غرض اکثر مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی اکثر تشبیہ سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جاوے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غرض مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے قسم پہلی کئی قسم پر ہے اول یہ کہ غرض تشبیہ سے بیان اس امر کا ہو کہ مشبہ کا وجود ممکن ہے اور یہ امر اس جاے پر ہوتا ہے کہ جس جگہ مین اس کے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کر سکتے ہون اسکی مثال یہ دو شعر شیخ محمد ابراہیم ذوق سلمہ اللہ تعالی کے ہین شعر تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جون نگاہ ۔ تو رہا آنکھون مین اور

آنکھون سے پنہان ہی رہا ٭ علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے ٭ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا ٭ پہلے شعر مین یہ دعوے کیا ہے کہ معشوق باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہے اور اس جاے مین یون کہہ سکتے ہین کہ یہ امر ممتنع ہے کیونکہ جو شے آنکھون سے ایسی قریب ہو کہ خود آنکھون مین رہے یہ بعید ہے کہ وہ دکھائی ندے جب نگاہ سے اسکو تشبیہ دی وہ دعوے ثابت اور اس کا امکان معلوم ہو گیا اور دوسرے شعر مین یہ دعوے کیا کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف ہے اور اس جگہ بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ امر ممتنع ہے کس واسطے کہ علم ہی سے آدمیت حاصل ہوتی ہے جب طوطے سے تشبیہ واقع ہوئی ثابت ہو گیا کہ یہ امر ممکن ہے **شعر** زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان سے ٭ دہن کا ذکر کیا یان سر ہی غائب ہے گریبان سے ٭ ظاہرا یہ امر ممتنع ہے کہ جس کا سر گریبان کے پاس سے کٹ گیا ہو وہ شخص سینہ مین پیکان کی زبان بنا کر گویائی پر قادر ہو جائے پس امکان اس کا آسیا کی تشبیہ سے ثابت ہو گیا کسواسطے کہ آسیا کے بیچ کے حلقہ کو گریبان سے تشبیہ ہے اور وہان سے اس کے اوپر ایسی چیز نہین ہوتی کہ مشابہت سر سے رکھتی ہو گویا گریبان کے پاس سے اس کا سر کٹا ہوا ہے اور اس کے سینہ یعنی بیچ مین لوہے کی ایک کیل ہوتی ہے اسی کے سبب وہ پھرتی ہے اور اس سے آواز نکلتی ہے اس شعر مین کمال بلاغت ہے اور اس کا حال متامل پر ظاہر ہے دوسرا یہ کہ مشبہ کا حال بیان کرنا مقصود ہو جیسے ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے سیاہی یا سفیدی مین مثلاً تشبیہ دی جاوے اور اس قسم کے اندر مشبہ بہ مین وجہ شبہ بہت ظاہر اور مشہور چاہیئے تاکہ حال مشبہ کا خوب واضح ہو جائے مثال اسکی شعر سودا کا ہے آسمان کی مذمت مین ؎ رکھتا ہے پُر غرور کو جون نیزہ سربلند ٭ جون جادہ خاکسار کو دے ہے زمین پہ ڈال ٭ پر غرور کے سربلند رکھنے کا حال اور خاکسار کے زمین پر ڈالنے کا حال نیزہ اور جادہ کی تشبیہ سے واضح ہو گیا تیسرے یہ کہ مشبہ بہ کے حال کے مقدار کا بیان کرنا مقصود ہو کمی اور زیادتی اور قوت اور ضعف مین مثلاً کالے کپڑے کو زاغ کے

پر سے تشبیہ دیوین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے اور دہن معشوق کو ذرہ سے کمی مین اور زلف کو عمر خضر سے درازی کی زیادتی مین اور چوتھے یہ کہ تشبیہ دینے سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے دلنشین کردے مثلاً سعی بیفائدہ کو پانی پر کھچی ہوئی لکیر سے تشبیہ دیوین چونکہ بے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اس لکیر کا ظاہر ہے ہرگاہ سعی کو اس سے تشبیہ دین اس کا بیفائدہ ہونا ذہن مین خوب متمکن ہو جائے گا اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس بہ نسبت عقلی کے حسی کی طرف بہت مائل ہوتا ہے اور اسی قبیل سے ہے کسی شخص کے اقرار واثق کے حق مین کہنا کہ یہ بات پتھر کی لکیر ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر سودا کا ؎ نہین ہون طالب رزق آسمان سے کہ مجھے ٭ یقین ہے کاسۂ واژون مین کچھ نہین ہوتا ٭ آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژون کی تشبیہ سے دلنشین ہوگیا۔ پانچوین یہ کہ مشبہ کی زینت منظور ہو سُننے والی کی نظر مین یا بُرائی اور زشتی اسکی اول جیسے دانتون کی تشبیہ موتی سے اور لب کی یاقوت سے اور دوسرے جیسے بدصورت کی تشبیہ دیو سے۔ چھٹے یہ کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہووے یا مشبہ کی ایسی صورت بیان کی جائے کہ موافق عادت کے محال ہو مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ ہون اُن کو مشک کے دریا سے تشبیہ دین کہ اسکی موج سونے کی ہو ایسا دریا از روے عادت کے محال ہے یہ شعر سودا کا ؎ چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو ٭ حُسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو ٭ دو شام مین ایک سحر کا ہونا طرفہ اور نادر ہے اور یہ بیشتر تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہے چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے۔

معلوم کیا چاہیئے کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ مشبہ بہ جسکے واسطے سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے مشک کا دریا کہ اس مین سونے کی موج ہو چنانچہ پہلے بیان ہوا اور دوسرا یہ کہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہین بلکہ بسوقت مشبہ حاضر ہو اُسوقت اُس کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو اور ظاہر ہے کہ جب مشبہ بہ نادر اور طرفہ ہو خواہ اس طرح سے ہو خواہ اس طرح سے مشبہ بھی

طرفگی اور ندرت پیدا کرے گا مثال دونون قسم کی یہ دو شعر میرزا رفیع سودا کے ہین ؎
فندق پاگلی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا ٭ سرو کی بیخ سے پھولا گل اورنگ ابتک ٭ زلف
یون بکھری ہوئی چہرہ پہ مانگے تھی دل ٭ جس طرح ایک کھلونے پہ مہین دو بالک ٭
سرو کی بیخ سے گل اور رنگ کا کھلنا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہے اور دو لڑکون کا ایک
کھلونے پر ہٹ کرنا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن جب زلفون کے دل مانگنے کا اور دو لڑکون
کے ایک کھلونے پر ہٹ کرنے کا تصور ہوا دو صورتون متباعدہ کے متصل ہونے
سے ایک ندرت حاصل ہوگئی ۔ جاننا چاہیئے کہ جب غرض تشبیہ کی یہ ہو کہ
مشبہ کا ممکن ہونا یا اس کا حال بیان کیا جاوے تو چاہیئے کہ مشبہ وجہ شبہ کے ساتھ
بہت مشہور ہو تاکہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو یا اس کے حال پر اس سے
آگاہی ہو اور جب غرض یہ ہووے کہ اس کے حال کی مقدار بیان ہو تو چاہیئے کہ
مقدار مشبہ کے حال کی مشبہ بہ کے حال کے برابر ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ حال کی مقدار
جیسی ہے ویسی ہی معین کیجائے اور جس جگہ مشبہ کے حال کو خاطر نشین سننے والے
کی کرنا منظور ہو وہان چاہیئے کہ وجہ شبہ اکمل اور اشہر ہوئے کیواسطے کہ طبیعت کامل
اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اور جس جگہ تشبیہ سے زینت یا زشتی یا نادر
اور طرفہ ہونا مشبہ کا مقصود ہو وہان نہ اکمل ہونا وجہ شبہ کا لازم ہی نہ بہت مشہور ہونا
کس واسطے کہ مثلاً ہندی کے چہرہ کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ دینا زینت
کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے
چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہی اور ایسی ہی تشبیہ دینا اس طرح کے چہرہ کو
کہ داغ چیچک اس پر بہت ہون ایسے سرگین سے کہ اسمین جابجا کسی جانور کے ٹھونگ
مارنے کے سبب سے سوراخ پڑ گئے ہون جو ہیئت کہ ان دونون مین مشترک ہی نہ وہ سرگین
مین اکمل ہے اور نہ سرگین اس ہیئت کے ساتھ بہ نسبت چیچک والے چہرہ کے مشہور ہی
زیادہ ہے اور جسقدر مشبہ بہ مخفی تر اور نادر تر ہووے اسیقدر مشبہ کی ندرت اور طرفہ
ہونے کی غرض زیادہ حاصل ہوگی اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہے کہ

انھین تین چیزون مین وجہ شبہ کے اکمل اور اشہر ہونے کو واجب لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب بہرکیف یہ بیان اُن قسمون کا تھا کہ جن مین غرض تشبیہ کی مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے صنف دوسری یعنی تشبیہ کی غرض کا مشبہ بہ کی طرف راجع ہونا یہ دو طرح پر ہے اول یہ ہے کہ جس چیز مین وجہ شبہ ناقص ہو اسی کو مشبہ بہ کرین اور اس سے اس امر کا ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہو جیسے اس شعر مین سودا کے ؎

آئینہ خانہ اس مین ہوا ایسا کہ ایک بیت ٭ موزون نہ اس صفا سے گلستان مین ہو کبھو ٭

گلستان اس شعر مین بمعنی کتاب مشہور کے ہے حاصل یہ ہے کہ صفائی آئینہ خانہ مین بہ نسبت بیت شعر کے اکمل ہے اور بنا بر ادعا کے بیت کی صفائی کو کامل قرار دیا ہے اس جگہ ادعا اس بات کا ہے کہ بیت کی صفائی اس مرتبہ مین ہے کہ آئینہ خانہ کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہین اور اسی طرح سے ماہ اور آفتاب اور گل کی رخسار اور سنبل کی زلف اور نرگس کی چشم سے مثلاً تشبیہ دینی اور دوسرے یہ کہ جسکی طرف زیادہ اہتمام ہو اسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہان اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین جیسے مرزا رفیع سودا کے ان شعرون مین کہ آسمان کی مذمت مین کہتے ہین ؎

ہاتھ سے خست کے اس کے جگ مین پیش خاص و عام ٭ حال روشندل کرے یون مطلع ثانی بیان ٭ ماہ کی خاطر مقرر وقت شب ہے ایک نان ٭ پر جو یہ چاہے سدا ساری وہ ہووے سو کہان ٭ ایک لب نان کے لیئے حیران ہوتے شہر شہر ٭ مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہین عالی ہمتان ٭ پوشیدہ نرہے کہ تشبیہ اس جاے مین متحقق ہوتی ہی کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہو خواہ از روے حقیقت کے خواہ از روے ادعا کے اور جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا برابر ہونا مراد ہو اور یہ مقصود نہو کہ ایک زائد ہے اور دوسرا ناقص عام ہے اس سے زیادتی اور کمی پائی جاوے یا نہ پائی جائے بہتر یہ ہی کہ وہان تشبیہ کو ترک کرین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کے مساوات کا قصد ہو اُس کو تشابہ کہتے ہین یعنی یہ اُس کے

متشابہ ہے اور وہ اس کے کیونکہ تشابہ تفاعل کے وزن پر ہے اور یہ اشتراک کے واسطے موضوع ہے مثال اسکی چنانچہ سودا کہتا ہے شعر جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین ٭ مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک ٭ کردیا پل مین کرشمے نے ترے آنکھون کے ٭ مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک ٭ اس جگہ مین تشبیہ مجلس کی تنہائی سے اور شادی کی غم سے منظور نہین اور اسی طرح دوسرے شعر مین بلکہ دونون چیزون مین مساوات مقصود ہے اس کے ان دونون شعرون مین زیادہ تر واضح ہے شعر ترے روے عرق آلودہ اور کانون کے موتی کا ٭ بیان کیا کیجئے ہی لطف دونون مین برابر کا ٭ گہر ہے تیرے کانون مین دیا قطرہ عرق کا ہے ٭ یہ ہے قطرہ عرق کا یا کہ ہے دانہ یہ گوہر کا ٭

فرع پانچوین تشبیہ کی قسمون کے بیان مین

معلوم کیا چاہیئے کہ تشبیہ از بسکہ باعتبار مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ اور غرض کے کئی نوع پر ہے اس واسطے انواع تشبیہ کی چند شعبون مین بیان کیجاتی ہے شعبہ پہلا تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار مشبہ اور مشبہ بہ کے اور وہ کئی قسم ہے ایک یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد ہون اور ان دونون مین کوئی قید نہ لگی ہو جیسے تشبیہ رخسار کی گل سے اور شجاع کی شیر سے اور علم کی نور سے دوسری یہ کہ وہ دونون مفرد ہون اور کچھ قید ان دونون کے ساتھ بھی ہو جیسے سعی بیفائدہ کی تشبیہ نقش روے آب سے مشبہ مین بیفائدہ کی اور مشبہ بہ مین روے آب کی قید ہے تیسری یہ کہ ایک ان دونون مین سے مفرد غیر مقید ہو اور ایک مفرد مقید خواہ اول مقید اور دوسرا غیر مقید اور خواہ دوسرا مقید اور اول غیر مقید مثلاً تشبیہ شرارجستہ کی شمشیر سے چوتھے یہ کہ دونون مرکب ہون اسکی مثال وجہ شبہ مرکب کی بحث مین بیان ہو چکی. اسی قبیل سے ہے یہ شعر سودا کا ہر کل رنگ حنا پر یون عرق دے ہے بہار ٭ لالہ زار اوپر ہو شبنم جس طرح گوہر فشان ٭ یہ شعر گھوڑے کی تعریف مین واقع

ہوا ہے یعنی رنگ حنا کے جو گل اُس کے بدن پر ہین ان پر عرق اس طرح سے زیبا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے لالہ زار پر شبنم رنگ حنا کے گل مع قطرات عرق کی تشبیہ ہین اور لالہ زار مع شبنم کے مشبہ بہ پانچوین یہ کہ ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب مثلاً صراحی کی تشبیہ ایسے کبک سے کہ خون اس کی منقار سے لگا ہو اور اُس کے لب سے نالۂ کبوتر نکلتا ہو اور جیسے اس شعر مین ؎ نہ کر ساقی مجھے مائل کہ مینا میری نظرون مین ٭ لگے ہے مثل خاکستر کہ اس مین آگ پنہان ہے ٭ چھٹی یہ کہ دونون متعدد ہون اور یہ چند قسم ہے اول یہ کہ کئی مشبہ ایک جا مذکور کرین اور بعد اسکے کئی مشبہ بہ چنانچہ میان نصیر غفر اللہ لہ کے شعر مین ہے ؎ نہا کے افشان چنو جبین پر پنجوڑ زلفون کو بعد اسکے ٭ دکھاؤ عاشق کو اس ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ٭ ہنسے ہے کوٹھے پہ یوسف اپنے مین زیر دیوار رو رہا ہون ٭ عزیزو دیکھو مری نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران ٭ اور اس شعر مین سودا کے ؎ دور بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان ٭ بادہ اُنھون مین ایک ہے گو کہ ہوئے بنام دو ٭ اس قسم کو ملفوف کہتے ہین کسواسطے کہ لف بمعنی پیچیدہ کرنے کے ہے اور اس مین کئی مشبہ اور کئی مشبہ بہ باہم پیچیدہ ہوتے ہین دوسری یہ ہے کہ ایک مشبہ اور مشبہ بہ باہم ذکر کرین اور بعد اسکے ایک اور مشبہ مشبہ بہ مذکور کرین علی ہذا القیاس شعر زلف سنبل رُخ ہے گل اور چشم بادام سیاہ ٭ قد ہے سرو بوستان و لب ہے یاقوت یمن ٭ ساتوین یہ کہ ایک واحد ہو اور دوسرا متعدد یہ دو قسم ہے پہلی قسم یہ کہ مشبہ واحد ہو اور مشبہ بہ متعدد چنانچہ سودا کے شعر مین ؎ سمور و قاقم و سنجاب ہے سرمایہ منعم کو ٭ رکھین ہین آسرا مسکین و لنج و لنگ آتش کا ٭ آتش کی اُن چند چیزون سے تشبیہ منظور ہے کسواسطے کہ اس شعر کے معنی یہ ہین کہ اگر منعم کے پاس وہ اشیاء نفیس اور گرم موجود ہین غریب کو آگ ہی مثل ان چیزون کے ہے ایضاً شعر اس چشم خونچکان کا احوال کیا کہون مین ٭ گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہے تو یہ ہے ٭ اس قسم کو تشبیہ جمع کہتے ہین دوسری قسم یہ کہ مشبہ متعدد اور مشبہ بہ

واحد ہو اسکی مثال یہ شعر سودا کا ہے ؎ دل کو میان خط و زلف تو جور کھے ہی عدل ہے ؛
ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لئے ہین دام دو ؛ مشبہ یعنی خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ
یعنی دام ایک چیز ہے اس قسم کو تشبیہ تسویہ کہتے ہین دوسرا شعبہ تقسیم مین تشبیہ کے
باعتبار وجہ شبہ کے اور قسمین تشبیہ کی اس اعتبار سے چھ ہوتی ہین تمثیل غیر تمثیل۔ مجمل
مفصل قریب۔ بعید تشبیہ تمثیل وہ ہے کہ وجہ شبہ اس مین کئی چیز سے حاصل ہوئی
ہو اس کی مثالین وجہ شبہ مرکب مین بہت بیان ہوئین اور سکاکی نے کہا ہے کہ تمثیل
وہ تشبیہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ کئی امور سے حاصل ہوئی ہو اور وصف حقیقی
نہ ہو یعنی وہ متوہم ہو جیسے عالم بے عمل کی تشبیہ مین ایسے گدھے سے کہ اس پر کتابین
لادی ہون وجہ شبہ ہے فائدہ مند نہ ہونا بڑے نفع کی چیز ہے باوجود متحمل ہونے
مصائب کے اور کھینچنے تعب کے یہ امر ایک وصف ہے کہ مرکب کئی چیز سے
ہے اور حقیقی نہین ہے بلکہ توہم کیا گیا ہے اس صورت مین یہ تفسیر خاص ہوئی اور
پہلے عام اور شیخ عبد القاہر جرجانی نے کتاب اسرار البلاغت مین لکھا ہے
کہ تمثیل وہ تشبیہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ مرکب ہو جسوقت وجہ شبہ عقلی نہوگی اسکو
یہ کہین گے وہ تشبیہ کو متضمن ہے اور اس کو تمثیل اور ضرب المثل نہ کہین گے
اور جبکہ عقلی ہوگی اسوقت اس پر اطلاق کرنا تمثیل کا درست ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ جس تشبیہ مین وجہ شبہ مرکب حسی ہو اس کو تمثیل کہنا نہ چاہیئے تمثیل وہی
ہے کہ جس مین وجہ شبہ عقلی ہو پس اس شعر مین ؎ دلا پر ڈر دکھاوے مانگ
اُس رشک مسیحا کی ؛ مجھے یا کوٹ دے ہیرا کھرل مین سنگ موسے کی ؛
بقول شیخ کے تمثیل نہین ہے کیواسطے کہ اس شعر مین مابین ایک سیاہ کے سفید چیز
براق کا محاط ہونا وجہ شبہ ہے اور یہ امر مرکب حسی ہے اور از بسکہ یہ وصف حقیقی
ہے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین اور ان اشعار مین سودا کے ؎ بلند
ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف ؛ ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا ؛
جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن ؛ تو خار و خس نہ کرے شعلہ کو کبھو برپا ؛

فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش ؛ کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما ؛ سب کے
نزدیک تمثیل ہی شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونے کے اور سکاکی کے نزدیک باعتبار غیر حقیقی
ہونے کے اور جمہور کے نزدیک اسواسطے کہ ان کی تعریف مین یہ قیود معتبر نہین بلکہ عام ہے
اس سے کہ حسی ہو یا عقلی حقیقی ہو یا غیر حقیقی تشبیہ غیر تمثیل موافق جمہور کے یہ ہے کہ وجہ شبہ
مرکب نہو اور سکاکی کے نزدیک یہ کہ وہ مرکب نہو یا وصف حقیقی ہو اور شیخ کے نزدیک
یہ کہ مرکب عقلی نہو پس وہ عام ہے کہ واحد ہو یا متعدد یا مرکب حسی اور مثالین اسکی وجہ شبہ
کی بحث سے متامل پر واضح ہونگی تشبیہ مجمل وہ تشبیہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ مذکور نہو
جیسے رخسار اس کا گل ہے یا مثل گل کے ہے اور تشبیہ مجمل کئی قسم ہے ایک یہ کہ وجہ شبہ
اس مین ابتدائے نظر مین سب پر ظاہر ہو جاوے مثل جرأت اور رنگ کے اس
مثال مین کہ رخسار اس کا گل ہے یا زید شیر ہے دوسرے یہ کہ وجہ شبہ پوشیدہ
ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی معلوم نہ کر سکے مثلاً نالہ کی تشبیہ چادر سیاہ سے
یا تبسم کی برق سے اساتذہ فارس کے کلام سے نسبت سیاہی کی نالہ کی طرف مفہوم
ہوتی ہے چنانچہ شیخ العارفین علی حزین طاب ثراہ کے ایک شعر مین نالہ مشکین
پرند اور طالب آملی کے ایک شعر مین نالہ کے نیچے سیاہی مین غرق ہونا دل کا
اور ایک اور شعر مین تشبیہ نالہ کی شبدیز سے وارد ہے جو شخص دیکھا چاہے
بہار عجم مین نالہ کے لفظ کے معنی مین دیکھ لے اور تبسم معشوق کا از بسکہ بسبب
شوخی کے دفعتاً ہوتا ہے یا بسبب اسکے کہ تبسم مین دندان کی سفیدی اور چمک
ظاہر ہو جاتی ہے اس واسطے اس کو برق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین اور یہ امور بجز
خواص اور کوئی دریافت نہین کر سکتا تیسرے یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ مین سے کسی کا
وصف مذکور نہو اور وصف سے مراد وہ چیز ہے کہ وجہ شبہ پر اس سے اشارہ
ہو جیسے زید شیر ہے یا زید فاضل شیر ہے پس فاضل ایسا وصف نہین ہے کہ
اس سے جرأت پر اشارہ ہو چوتھے یہ کہ وصف مشبہ کا فقط مذکور کرین جیسے
روے روشن مثل آفتاب کے ہے یا موے سیاہ مانند شب کے ہے روشن اور سیاہ

دال ہے فروغ اور ظلمت پر کہ وجہ شبہ ہے پانچوین یہ کہ وصف مشبہ بہ کا فقط مذکور کرین جیسے چہرہ اس کا مثل گل شگفتہ کے ہے چھٹے یہ کہ وصف دونون کا مذکور کرین جیسے روے منبسط اس کا مانند گل شگفتہ کے ہے تشبیہ مفصل وہ تشبیہ ہے کہ وجہ شبہ یا وہ چیز کہ وجہ شبہ اسکو لازم ہو اس مین مذکور کرین مثال اول کی رخسارہ اس کا شگفتگی مین گل کے مانند ہے اور زلف اس کی سیاہی اور پیچیدگی مین مثل سنبل کے مثال دوسرے کی کلام فصیح شیرینی مین مانند شہد کے ہے وجہ شبہ اس مین رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے تشبیہ قریب مبتذل کہ وہ عام مین بہت مستعمل ہوئی ہو اور وہ یہ ہے کہ مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف خیال جلد جاوے بسبب وجہ شبہ کے اظہر ہونے کے اور تشبیہ مبتذل کئی سبب سے ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ وجہ شبہ واحد ہو جیسے سیاہی زنگی کی تشبیہ مین کوئلے سے یا سفیدی شہد کی تشبیہ مین برف سے دوسرا یہ کہ مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب رکھتا ہو جیسے بیر سیب سے تیسرا یہ کہ مشبہ بہ اکثر ذہن مین گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ شب سے اور تشبیہ روے خوب کی آفتاب سے حاصل کلام کا یہ ہے کہ تشبیہ قریب وہ ہے کہ اس مین وجہ شبہ تفصیل نہ رکھتی ہو اور اگر رکھتی ہو تو کم۔ مثالین اول کی گذرین اور مثال دوسرے کی مثلاً تشبیہ آفتاب کی آئینہ سے گول اور روشن ہونے مین تشبیہ بعید غریب وہ تشبیہ ہے کہ مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف بعد فکر اور وقت کے ذہن منتقل ہو اور اسباب بعید اور غریب ہونے کے بھی کئی ہین ایک یہ کہ وجہ شبہ متعدد یا مرکب ہو چنانچہ سابق معلوم ہوا دوسرا یہ کہ مشبہ بہ کے ساتھ نسبت بعید ہو جیسے ابر کو زاغ کے ساتھ بجز سیاہی کے اور کچھ نسبت نہین تیسرا یہ کہ مشبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ حاضر ہو جیسے وہمی اور خیالی مین چنانچہ دانت غول کے اور نیزہ یاقوت کا اور جاننا چاہیئے کہ وجہ شبہ مین جسقدر ترکیب زیادہ ہوگی اسقدر تشبیہ مین بعد اور غرابت بھی زیادہ ہوگی اور تشبیہ بلیغ وہی ہے کہ بعید اور غریب اور قریب مبتذل مین چندان لطف نہین ہوتا اور کبھی تشبیہ مبتذل اندک تصرف کرنے سے

غریب ہو جاتی ہے جیسے زلف کو بسبب دوش پر افتادہ ہونے کے شب دوش کہین اور اگر تشبیہ متبذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو اس کو تشبیہ مشروط کہتے ہین۔ مثلاً یون کہین کہ تجکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو تیسرا شعبہ تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار غرض کے یہ دو قسم ہے ایک مقبول دوسرا مردود تشبیہ مقبول یہ ہے کہ غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہو اور مردود وہ کہ ان امرون مین ناقص ہو چوتھا شعبہ تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار ادات کے اور حرف تشبیہ کے جس تشبیہ مین حرف تشبیہ کے مذکور نہون اُسکو مؤکد کہتے ہین اور جس مین مذکور ہون اسکو مرسل اور مؤکد دو طرح ہے ایک یہ کہ فقط حرف تشبیہ کے محذوف ہون جیسے رخسار گل ہے اور دوسرے یہ کہ حرف تشبیہ کو محذوف کرکے مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف اضافت کرین جیسے گل رخسار اور تشبیہ مرسل جیسے رخسار اس کا مانند گل کے ہے جب یہ بیان مفصل معلوم ہو چکا اب سننا چاہیئے کہ تشبیہ آٹھ قسم سے خالی نہین ہوتی اول یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ کو مذکور کرین اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کو محذوف مثلاً زید شیر ہے دوسرے یہ کہ پوچھنے کے وقت مشبہ کو بھی حذف کرین مثلاً کوئی پوچھے زید کون ہے جواب دیوین کہ شیر ہے تیسرے یہ کہ فقط حرف تشبیہ کے حذف کرین مثلاً زید شیر ہے شجاعت مین چوتھے یہ کہ پوچھنے کے وقت مشبہ کو بھی حذف کرین مثلاً کوئی پوچھے زید کون ہے جواب دیا جاوے کہ شیر ہے جرأت مین پانچوین یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کرین مثلاً زید مانند شیر کے ہے چھٹے یہ کہ پوچھنے کے وقت مشبہ کو بھی حذف کرین مثلاً مانند شیر کے ہے ساتوین یہ کہ چارون کو مذکور کرین جیسے زید مانند شیر کے ہے جرأت مین آٹھوین یہ کہ پوچھنے کے وقت مشبہ کو حذف کرین جیسے پوچھنے کے وقت جواب دین کہ مانند شیر کے ہے جرأت مین اور ان آٹھ قسمون مین سے قسم پہلی یعنے ذکر مشبہ مشبہ بہ کا فقط اور قسم دوسری یعنے حذف کرنا مشبہ کا بھی پوچھنے کے وقت اقوے ہے اور دو قسم پچھلی یعنے چارون کا

ذکر کرنا اور وقت پوچھنے کے مشبہ کا حذف کرنا ضعف ہی اور بیچ کی قسمین ہین بین ہین قوت اور ضعف مین وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہے کہ جسوقت حرفون کو حذف کیا اور کہا کہ زید شیر ہے جرأت مین گویا زید کو بعینہ شیر فرض کرلیا اور جس وقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید شیر ہے عمومیت حاصل ہوگئی پس جس تشبیہ مین ان دونون کو ترک کرینگے وہ بہت قوی ہوگی اور جس مین ان دونون مین سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت پہلے کے ضعیف ہوگی اور جس مین دونون مذکور ہون گے وہ سب سے زیادہ ضعیف ہوگی یہ جو کچھ تحریر ہوا پورا بیان ہے تشبیہ کے باب مین کہ حق جل وعلا کے فضل سے انصرام کو پہونچا اور شجرہ پہلا تمام ہوا

شجرہ دوسرا استعارہ کے بیان مین

از بسکہ استعارہ مجاز کی اقسام مین سے ایک قسم ہے اسواسطے لازم آیا کہ مجاز اور حقیقت کی تعریف اول بیان کی جائے ہرچند علم بیان مین مقصد اصلی بحث مجاز کی ہے اسواسطے کہ معنی واحد کا مختلف طریقون مین ادا کرنا مجاز مین ممکن ہے نہ حقیقت مین لیکن عادت علما کی یون جاری ہوئی ہے کہ حقیقت سے بھی بحث کرتے ہین اور حقیقت کو پہلے بیان کرتے ہین اسواسطے کہ حقیقت مین لفظ کو استعمال کرتے ہین بمعنی موضوع لہ کے اور مجاز مین لفظ کو استعمال کرتے ہین اس معنی مین کہ موضوع لہ نہین ہے پس حقیقت اصل ہے اور مجاز فرع اور اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے حقیقت وہ کلمہ ہے کہ جس معنی کے واسطے وضع کیا گیا ہو اسی معنی مین اسکو استعمال کرین اور وہ وضع کرنا اس اصطلاح مین ہو کہ جس اصطلاح مین کلام کرتے ہین نہ اور اصطلاح مین اور وہ اصطلاح کہ اس مین کلام کرتے ہین مثلاً اصطلاح لغت کی یا شرع کی یا عرف کی حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر اصطلاح لغت مین مثلاً کلام کرتے ہین پس جو لفظ اسی اصطلاح مین کسی معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور اسی

معنی مین استعمال کرین وہ حقیقت ہے چنانچہ تفصیل اس کے آگے آتی ہے اب سُننا چاہیئے کہ اس تعریف مین سے استعمال کی قید سے وہ لفظ نکل گیا کہ ابھی اس استعمال مین مستعمل نہین ہوا اس واسطے کہ جو لفظ کہ ابھی اس اصطلاح مین مستعمل نہین ہوا اس کو نہ حقیقت کہتے ہین نہ مجاز اور وضع کی قید سے دو چیزون سے احتراز ہوا اول اس چیز سے کہ بھولے سے غیر موضوع لہ کے واسطے استعمال کی گئی ہو جیسے سامنے رکھی ہوئی کتاب کو کوئی شخص گھوڑا کہے پس گھوڑا اس محل مین معنی موضوع لہ کے غیر کے واسطے مستعمل ہوا وہ جیسے مجاز نہین ایسے حقیقت بھی نہین اور دوسرے اس مجاز سے کہ موضوع لہ مین استعمال نہین کیا گیا نہ اس اصطلاح مین کہ جس مین کلام کرتے ہین اور نہ دوسری اصطلاح مین مثلاً استعارہ اسد کا واسطے رجل شجاع کے اسد واسطے رجل کے کسی اصطلاح مین موضوع نہین ہے اور اگر کہین کہ اسد علم بیان مین رجل شجاع کے واسطے موضوع ہے باعتبار تاویل کے گو وضع باعتبار تحقیق کے نہین۔ ہم کہتے ہین کہ لفظ وضع کا جب مطلق ہوتا ہے اس سے وضع تحقیقی سمجھی جاتی ہے نہ وضع تاویلی۔ اور اس قید سے کہ جس اصطلاح مین کلام کرتے ہون احتراز ہوا اس مجاز سے کہ اس دوسری اصطلاح مین معنی موضوع لہ مین مستعمل ہوا ہو جیسے صلواۃ کہ شرع کے استعمال مین دعا کے معنی مین استعمال کرین یہ لفظ اس معنی مین شرع کی اصطلاح مین حقیقت نہین ہے بلکہ مجاز ہے کس واسطے کہ شرع مین بمعنی نماز کے وضع کیا گیا ہے اور لغت مین دعا کے معنی مین موضوع ہے اور مجاز وہ کلمہ ہے کہ جس معنی کے واسطے وضع کیا گیا ہے اس معنے مین استعمال نکرین بلکہ سوا اس کے اور معنی مین استعمال کرین اور کوئی قرینہ ایسا قائم ہو کہ جس سے یہ معلوم ہووے کہ وہ کلمہ معنی موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہے اور از بسکہ حقیقت مین وضع کا ہونا مجاز مین نہونا معتبر ہے وضع کے معنی کا جاننا بھی ضرور ہے پوشیدہ نہ رہے کہ وضع لفظ کی معین کرنا ہے لفظ کا کسی معنے پر دلالت کرنے کے واسطے بذاتہ یعنی کسی قرینہ کے واسطہ سے اس معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ خود بذاتہ دلالت

کرے بذاتہ کی قید سے وضع کی تعریف سے مجاز خارج ہوگیا اسواسطے کہ مجاز معنی مراد
بر واسطہ قرینہ کے دلالت کرتا ہے اور معلوم کیا چاہیئے کہ حقیقت بمعنی ثابت ہونے والے
کے ہے اور اس کلمہ کو کہ اپنے معنی موضوع لہ مین مستعمل ہو حقیقت اسواسطے کہتے ہین کہ
وہ اپنے مکان اصلی مین ثابت ہے اور مکان اصلی کلمہ کا وہ معنی ہے کہ جس کے واسطے
وہ لفظ بنایا گیا ہے اور مجاز مصدر میمی ہے بمعنی اسم فاعل کے یعنی گذرنے والا اور
اس کلمہ کو کہ اپنے معنی موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہے مجاز اس واسطے
کہتے ہین کہ اس نے اپنے مکان اصلی کو چھوڑ دیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ حقیقت اور مجاز
دونون چار قسم ہین قسمین حقیقت کی۔ حقیقت لغوی۔ حقیقت شرعی۔ حقیقت عرفی۔
خاص۔ حقیقت عرفی عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنی کے واسطے وضع کیا
گیا ہے اس کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہے اُس کو
حقیقت شرعی کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقہ کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہے
جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی یا سوا ان کے اس کو حقیقت عرفی خاص کہتے ہین اور
اگر کسی خاص فرقہ کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا بلکہ عام اس لفظ سے وہ معنی
سمجھتے ہین اس کو حقیقت عرفی عام کہتے ہین۔ اور اسی طرح سے قسمین مجاز کی
یعنی کلمہ اگر لغت کی اصطلاح مین اس کے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہے
وہ مجاز لغوی ہے اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے واسطے
اور استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین وہ مجاز شرعی ہے اور اگر اصطلاح خاص مین کسی
معنی کے واسطے موضوع تھا اور اسکے غیر مین مستعمل ہوا وہ مجاز ہوا وہ مجاز عرفی خاص
ہے اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے مستعمل ہوا اور معنی
مین وہ مجاز عرفی عام ہے اسکی مثال یہ ہے کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے
بنایا گیا ہے اس معنی مین استعمال کرنے کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور بمعنی مرد بہادر کے
استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوۃ کا شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع
ہے اور لغت مین بمعنی دعا کے شرع کی اصطلاح مین بمعنی نماز کے استعمال کرنا حقیقت

شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین بمعنی دعا کے مجاز شرعی ہے اور لفظ فعل کا علم نحو مین موضوع ہے لفظ خاص کے واسطے یعنی ماضی اور مضارع اور امر اور نہی اور لغت مین بمعنی کرنے کے ہے پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنی مین حقیقت عرفی خاص ہے اور کرنے کے معنی مین مجاز عرفی خاص اور لفظ دابہ کا عام کے نزدیک بمعنی چار پایہ کے ہے پس اس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور بمعنی انسان کے مجاز عرفی عام جب یہ معلوم ہو گیا پس سُننا چاہیئے کہ لفظ کو معنے مجازی مین استعمال کرنے کے واسطے کسی طرح کا علاقہ ضرور ہے کیونکہ اگر معنی حقیقی اور معنی مجازی مین کوئی علاقہ نہو پس اس معنی مین استعمال کرنا اس لفظ کا غلط ہو گا مثلاً کتاب کی طرف اشارہ کرکے کہا جاوے کہ لے تو اس گھوڑے کو یہ استعمال غلط ہے کیونکہ کتاب اور گھوڑے مین کچھ علاقہ نہین ہے اور مجاز اور حقیقت مین اگر علاقہ سوائے مشابہت کے کوئی اور چیز ہے اس کو مجاز مرسل کہتے ہین جیسے لفظ ہاتھ کا ہندی مین اور دست کا فارسی مین بمعنی قدرت کے ہاتھ اور قدرت مین علاقہ سبب کا ہے یعنی ہاتھ قدرت کا سبب ہے اسی واسطے ہاتھ کے لفظ کو قدرت کے معنی مین مستعمل کر لیا ہے اور پتّا ہندی مین نام خلط صفرا کا ہے اور مستعمل ہے عام مین بمعنے غیرت کے اسواسطے کہ مزاج صفراوی مین حدت اور تیزی بہت ہوتی ہے اور غیرت طبیعت کی حدت سے حاصل ہوتی ہے اور علی ہذا القیاس اور اگر علاقہ مشابہت کا ہے اس کو استعارہ کہتے ہین پس اگر مشبہ بہ کو مذکور کرین اور مشبہ کو ترک اس کو استعارہ بالتصریح کہتے ہین مثلاً ماہ یا آفتاب کہین اور اس سے رخسارہ یا معشوق مراد ہو یا نرگس اور بادام اور صاد کہین اور چشم مراد ہو علی ہذا القیاس چنانچہ اس شعر مین ؎ صنم بتا تو خدائی مین تجکو کیا نہوا ؎ ہزار حیف کہ تو بت ہوا خدا نہوا ؎ صنم بمعنی بت کے ہے اور یہان مراد مشبہ ہے یعنی معشوق اس کو استعارہ بالتصریح کہتے ہین اسواسطے کہ مانگ لینا لفظ صنم کا مثلاً واسطے معشوق کے صریح ہے اور اگر مشبہ بہ کو ترک کرین اور مشبہ کو مذکور اس کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین جیسے

اس شعر مین ؎ جو سوے جیب ہین ہم سر نگون سبب یہ ہے کہ دل کے زخم کو مژگان سے ہین رفو کرتے ۔ ظاہر ہے کہ مژگان کو حقیقۃً صلاحیت رفو کرنے کی نہین ہے پس معلوم ہوا کہ اس کو سوزن سے تشبیہ دی ہے لیکن مشبہ بہ یعنی سوزن کو ترک کیا ہے اور مشبہ یعنی مژگان کو مذکور اور اس کو استعارہ بالکنایہ اسواسطے کہتے ہین کہ اس کا استعارہ ہونا صحیح نہین معلوم ہوتا ہے اور تصریح نہ کرنے کا نام کنایہ ہے پس یہ استعارہ بطریق کنایہ کے ہوا اور اس استعارہ کی مثالین اسکے موقع مین آوینگی معلوم کیا چاہیئے کہ استعارہ مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ہونے کا ادعا کرتے ہین یعنی زید کو بعینہ شیر ہونے کا دعوے کرتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارۂ بالتصریح مین خواہ متروک ہو جیسے استعارہ بالکنایہ مین اور دونون صورت مین مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہین اور اس لفظ کو کہ مشبہ بہ کے معنی پر دلالت کرے مستعار کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو مستعار لہ کہتے ہین حاصل یہ ہے کہ شیر یعنی جانور درندہ معروف مستعار منہ ہے یعنی مانگا ہوا اس سے اور لفظ شیر کا مستعار یعنی مانگا ہوا کسواسطے کہ شیر اصل مین خاص ہے جانور معروف کے واسطے اور جب بمعنی شجاع کے کہا گویا اس لفظ کو اس سے مانگ لیا اور معنی زید کے یعنی شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی مانگا ہوا واسطے اسکے اسواسطے کہ لفظ شیر کا زید کے واسطے مانگا گیا ہے اور زید کے لفظ کا کچھ نام نہین پوشیدہ نہ رہے کہ علما کو اختلاف بڑا ہے اس امر مین کہ استعارہ کونسا مجاز ہے آیا مجاز لغوی ہے یا عقلی اور مجاز عقلی سے یہ مراد ہے کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو پس جمہور اس بات پر ہین کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یعنی وہ ایسا لفظ ہے کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہے اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہے مشابہت کے علاقہ سے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً ہمنے کسی کو شیر کہا بسبب شجاعت کے پس لفظ شیر کا جانور درندہ معروف کے واسطے وضع کیا گیا نہ مرد شجاع کے واسطے اور نہ ایسی شے کے واسطے کہ وہ عام ہو ۔ یعنی مرد شجاع پر بھی اس کا اطلاق درست ہو اور شیر پر بھی بلکہ وہ لفظ شجاع کا ہے کہ دونون پر صادق آتا ہے حاصل یہ ہے کہ شیر نہ بمعنی شجاع کے ہے اور نہ بمعنی فقط

مرد شجاع کے بلکہ معنی جانور درندہ معروف کے ہے اگر وہ لفظ ان دونون مین سے کسی کے واسطے موضوع ہوتا ان پر اطلاق اس کا حقیقۃً ہوتا اور چونکہ وضع اسکی واسطے جانور معروف کے ہے پس اطلاق اُس کا اُن پر باعتبار مجاز کے ہے اور یہ اطلاق اُس شی پر ہے کہ معنی لغوی کے غیر ہے پس مجاز لغوی ہوا اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ وہ مجاز عقلی ہے یعنی استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنے کا نام ہے اسواسطے کہ جب ہم نے کسی کو شیر کہا اس کو بعینہ شیر ٹھہرالیا نہ مانند شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع لہ ہوا پس یہ دعوے کرنا تعلق عقل سے رکھتا ہے نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید مثلاً واقع مین شیر نہ تھا اور اس کو اپنے نزدیک شیر ٹھہرالیا ہے اور جو چیز کہ واقع مین نہ ہو اس کے واقعی ٹھہرالینے ہی کو مجاز عقلی کہتے ہین پس یہ استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اور اگر مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہون تو بعضے مقام مین تعجب کرنا اور بعضے مقام مین تعجب کو منع کرنا صحیح نہو مثلاً اگر معشوق شب کو عاشق کے گھر مین آوے تو عاشق از روے تعجب کے کہے کہ آفتاب کا شب مین طلوع کرنا باعث تعجب کا ہے اگر معشوق کو بعینہ آفتاب نہ ٹھہرایا ہوتا تو اس جاے مین تعجب کرنا بے معنی تھا کسواسطے کہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ حسن مین مشابہت آفتاب سے رکھتا ہو شب مین عجب نہین ہے بلکہ طلوع آفتاب ہی کا عجیب ہے یا معشوق کے شب کو جلوہ گر نہ ہونے کو تاویل کرین تو اسکے جلوہ گر نہ ہونے سے تعجب کرنا نہ چاہیئے کہ آفتاب شب مین جلوہ گر نہین ہوتا اور اس مذہب کو علما نے اسی طرح رد کیا ہو کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرانے سے یہ نہین لازم آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہوجاوے کسواسطے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ لفظ آفتاب کا بنایا گیا ہے جرم روشن معروف کے واسطے اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کرلیا گیا ہے اور تعجب کرنا اور تعجب سے منع کرنا اسواسطے ہے کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہے تاکہ مبالغہ کماحقہ ادا ہوجاوے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یعنی معنی موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم کیا چاہیے کہ استعارہ مین دو امر ہوتے ہین ایک تو یہ کہ مشبہ بہ کی جنس سے ٹھہرالیتے ہین بطریق

تاویل کے اور دوسرے یہ کہ ایک ایسا قرینہ قائم ہوتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ یہان جو شے متعارف ہے وہ مراد نہین بلکہ خلاف اس کے مراد ہے یہ امر بہت توضیح چاہتا ہے تاکہ حقیقت اسکی بوجہ احسن ذہن نشین ہو جاوے۔ معلوم کیا چاہیئے کہ مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس سے قرار دینا اس طرح سے ہے کہ جو شخص شیر کے لفظ کو رجل شجاع کے واسطے استعارہ کرتا ہے وہ شیر کی افراد کو بطریق تاویل کے دو قسم کرتا ہے ایک قسم متعارف یعنی وہ کہ جس مین نہایت دلاوری ہے اس جسم اور ہیئت اور چنگل اور دانت اور حملہ وغیرہ کے ساتھ اور دوسری قسم غیر متعارف کہ اسمین نہایت جرأت اور دلاوری ہے لیکن اس بدن اور ہیئت وغیرہ کے ساتھ نہین ہے بلکہ بدن اور ہیئت اور ہاتھ اور دندان وغیرہ مثل انسان کے ہین اور لفظ شیر کا موضوع ہے اس متعارف کے واسطے پس جب شیر کے لفظ کو استعمال کیا غیر متعارف کے واسطے کہ یہ موضوع لہ نہین ہے تو یہ استعمال غیر موضوع لہ مین ہوا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موضوع لہ یعنی متعارف مراد نہین ہے بلکہ غیر متعارف مراد ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ کذب مین یہ دونون امر نہین ہوتے یعنی مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس سے ٹھہرانا اور متعارف کی مراد نہونے پر قرینہ قائم کرنا اور یہی فرق ہے استعارہ اور کذب مین بعد فرق معلوم ہونے کے سننا چاہیئے کہ قرینہ استعارہ کا کبھی ایک چیز ہوتی ہے اور کبھی کئی چیزین اول کی یہ مثال ہے شعر آفتاب روز مشتاقان ہویا رب جلوہ گر ٭ شام تنہائی بسر ہوتی ہے کیونکر دیکھیئے ٭ اور دوسرے کی مثال یہ ہے شعر بزم مین خورشید اپنا محو مدہوشی رہا ٭ شام سے تا صبح گرم شغل مے نوشی رہا ٭ پہلے شعر مین روز مشتاقان اور دوسرے مین بزم مدہوشی اور شام سے صبح تک گرم مے نوشی رہنا قرینہ ہے اس امر کا کہ آفتاب اور خورشید سے معشوق مراد ہے۔ پوشیدہ نرہے کہ جیسے تشبیہ باعتبار چند چیزون کے کئی نوع ہو گئی تھی اسیطرح سے استعارہ بھی چند چیزون کے اعتبار سے کئی قسم ہوتا ہے اول باعتبار مستعار اور مستعار لہ کے دوسرے باعتبار وجہ شبہ کے کہ اس کو استعارہ کی بحث مین وجہ جامع کہتے ہین

تیسرے باعتبار ان تینون کے چوتھے باعتبار ان چیزون کے کہ سوائے ان تین کے ہین اور ہم ان چاردن قسمون کو چار ثمرہ مین بیان کرتے ہین

ثمرہ پہلا

استعارہ کی تقسیم مین باعتبار دونون طرف یعنی مستعار منہ اور مستعار لہ کے اور یہ دو قسم ہے اول یہ کہ مستعار منہ اور مستعار لہ ایک شے مین اکٹھے ہو سکتے ہون مثلاً لفظ زندگی کا کہین اور مراد اس سے ہدایت ہو اور آنکھون والا کہین اور مراد اس سے صاحب علم ہو کیونکہ زندگی اور ہدایت یا آنکھین اور علم ایک شخص مین اکٹھا ہو سکتے ہین یعنی جائز ہے کہ ایک شخص زندہ ہو اور ہدایت بھی رکھتا ہو۔ یا ایک شخص آنکھین اور علم دونون رکھتا ہو اس استعارہ کو وفاقیہ کہتے ہین اسواسطے کہ وفاق بمعنی موافقت کرنے کے ہے اور اس استعارہ مین بھی مستعار منہ اور مستعار لہ ایک شے مین اکٹھے ہو سکتے ہین گویا ان دونون مین موافقت ہے دوسری قسم یہ ہے کہ ان دونون کا ایک شے مین اکٹھا ہونا محال ہو مثلاً ایک شخص مر گیا ہو اور اسکو بسبب نام نیک اور شہرت کے زندہ کہین اسکو عنادیہ کہتے ہین اسواسطے کہ عناد بمعنی دشمنی کے ہے اور مستعار منہ اور مستعار لہ یعنی موت اور زندگی اس استعارہ مین ایک شے مین جمع نہین ہو سکتے گویا آپس مین دشمنی رکھتے ہین اور عنادیہ کے قبیل سے ہے بخیل کو حاتم یا نامرد کو رستم کہنا اور مثلاً کہا جاوے کسی شہر کے حاکم کو نوشیروان اور مراد اس سے یہ ہو کہ ظالم ہے اور یہ امر بطریق ظرافت اور استہزا کے ہوتا ہے اسکی تفصیل تشبیہ مین گذری

ثمرہ دوسرا استعارہ کی تقسیم مین باعتبار وجہ جامع یعنی وجہ شبہ کے

جاننا چاہیے کہ استعارہ باعتبار وجہ جامع کے چار قسم ہے قسم اول یہ کہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم مین داخل ہو یعنی مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جزء ہو مثلاً دوڑنے کو استعارہ کرین اوڑنے کے ساتھ اور کہین کہ فلانا قاصد اوڑ گیا یعنی دوڑ کر

گیا وجہ جامع اسمین قطع مسافت ہی اور یہ دوڑنے اور اوڑنے دونون کے مفہوم مین داخل ہے کیونکہ دوڑنا اور اوڑنا ایسی حرکت کو کہتے ہین کہ اس سے جلد مسافت قطع ہو لیکن اسقدر ہے کہ مستعار منہ مین شدید ہے اور مستعار لہ مین بنسبت اس کے ضعیف۔ قسم دوسری یہ ہے کہ جامع اُن کے مفہوم سے خارج ہو مثلاً استعارہ شیر کا مرد شجاع کے واسطے پس شیر موضوع ہے واسطے حیوان مشہور کے اور شجاعت اُس کا وصف ہے اور اسی طرح سے مرد موضوع ہے واسطے مذکر کے اور شجاعت اس کا بھی وصف ہے پس یہ وصف دونون کے مفہوم سے خارج ہے اور اگر کوئی کہے کہ لفظ مرد کا عرف مین بمعنی رجل شجاع کے ہے اس سے معلوم ہو کہ شجاعت اسکے مفہوم مین داخل ہے اور تم کہتے ہو کہ شجاعت خارج ہے ہم کہتے ہین کہ مرد اصل مین ترجمہ رجل کا ہے اور بمعنی رجل شجاع کے مجاز مستعمل ہے پس وہ وصف اُسکے مفہوم مین داخل نہ ہوا اور اگر خارج کی جگہ داخل نہونے کا لفظ کہا جاوے یعنی دوسری قسم یہ کہ جامع انکے مفہوم مین داخل نہو تو یہ زیادہ تر مناسب ہے کس واسطے کہ اگر جامع ایک کے مفہوم مین داخل ہو اور دوسرے کے مفہوم سے خارج ہو تو وہان یہی صادق آویگا کہ دونون کی مفہوم مین داخل نہین ہے مثلاً یہ مان لیوین کہ مرد بمعنی رجل شجاع کے موضوع ہے اور شجاعت اس کا جزو ہے یا کہین کہ مجموع رجل اور شجاعت مستعار لہ ہے نہ تنہا رجل کہ موصوف ہو وصف شجاعت سے اور اس صورت مین بھی شجاعت اس کے مفہوم مین داخل ہوتی ہے تو بھی کہا جاویگا کہ دونون کے مفہوم مین داخل نہین ہے کس واسطے کہ اگر ایک کے مفہوم مین داخل ہے تو دوسرے کے نہین ہے۔ یہ مطلب دقیق ہے یہان تامل اور فکر کو کام فرمانا چاہیے۔ اور اسی قبیل سے ہے گل کہنا رخسار کو اور لعل اور یاقوت لب کو اور سرو قد کو اور زنگی زلف اور خال کو علی ہذا القیاس کہ ان مین سرخی اور راستی اور سیاہی بطریق لف و نشر مرتب کے جامع ہے اور وہ ان سب چیزون کے مفہوم مین داخل نہین ہے قسم تیسری یہ ہے کہ جامع ابتدائے نظر مین معلوم ہو جاوے بغیر فکر اور غور کے جیسے تشبیہ مین گذرا مثلاً ماہ اور آفتاب سے

استعارہ کرین رخسار کو یا گل سے اور علی ہذا القیاس یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی اور رنگینی جامع ہے اور اسی قسم سے استعارہ ہے سرو اور زنگی اور اسد وغیرہ کا قد اور زلف اور رجل شجاع کے واسطے اس استعارہ کو عامیہ اور مبتذلہ کہتے ہین عامیہ اس واسطے کہ وجہ جامع اسکی بسبب کمال ظہور کے سب پر ظاہر ہے اور مبتذلہ اس واسطے کہ ابتذال بمعنی خرچ کرنے اور بہت صرف مین لانے کے ہے اور ایسا استعارہ بھی بہت مستعمل ہوتا ہے اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جاے کے اور کہین استعمال نہ پایا ہو۔ قسم چوتھی یہ کہ جامع کو سواے خواص اور اہل فہم اور کوئی دریافت نہ کرسکے اس استعارہ کو غریبہ کہتے ہین مثلاً صراحی کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کرین جیسے اس مصرع مین ع تری محفل مین شیشہ ہچکیان لے لے کے روتا ہے ؛ جامع اس مین ہے آواز کا اچھی طرح سے نہ نکلنا اور بند ہوجانا اور یہ وجہ ظاہر نہین ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ہوا یہ جوش مین سودا کہ میری آنکھون سے ؛ بجاے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی ؛ جوش سودا سے سیاہ ہونے کے سبب اشک خونی کو دانۂ سلیمانی سے استعارہ کیا ہے اور سودا ایک خلط ہے کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور چونکہ دانہ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہے اس مین اشک کی رطوبت کا ہونا بھی معتبر ہے یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہوتی اور یہ شعر شیخ ابراہیم ذوق سلمہ اللہ تعالے کا ہے جسکی آواز سے ہون رونگٹے سوہان کے کھڑے ؛ وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہمکو سوہان کے دندانہ ابھرے ہوے ہونے کو رونگٹے کے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہے وجہ جامع آہمین بن موکا اندک اندک اونچا ہوجانا رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہے اور اس طرح کی حالت سوہان کے اندر بعینہ پائی جاتی ہے اور خفا اس کا ظاہر ہے اور کبھی استعارۂ عامیہ مبتذلہ مین ایک ایسا تصرف کرتے ہین کہ وہ غریب ہوجاتا ہے مثل تشبیہ کے کہ پہلے اس سے مفصل مذکور ہوچکی اسکی مثال ہے یہ شعر نہ جانے قصد ہے کس خون گرفتہ کا کہ رہتی ہے ؛ علم شمشیر زہر آلودہ سر برچشم فتان کے ؛ ابرو کو تیغ سے استعارہ کیا اور یہ استعارہ

مبتذل ہے لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک گونہ غرابت اس مین بہم پہونچی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہی پس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے۔

ثمرہ تیسرا استعارہ کی تقسیم مین

باعتبار ان تینون چیزون یعنی مستعار منہ اور مستعار لہ اور جامع کے۔ معلوم کیا چاہیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا دونون حسی ہون اور اس قسم مین وجہ جامع حسی اور عقلی دونون ہوسکتی ہے اسواسطے کہ جو چیز حسی ہو اسمین امر عقلی کا ہونا ممنع نہین جیسے اسد مین جرأت اور رجل مین علم یا قدرت یا جہل پس یہ دو قسم ہے اول یہ کہ تینون حسی ہون دوسری یہ کہ دونون حسی ہون اور وجہ جامع عقلی یا مستعار منہ اور مستعار یہ دونون عقلی ہون یا مستعار منہ حسی اور مستعار لہ عقلی یا بالعکس اور وجہ جامع ان تینون قسمون مین حسی نہین ہوتی بلکہ عقلی ہوتی ہے یہ سب پانچ قسمین ہوئین اور بعضون نے ایک قسم چھٹی اس طرح سے حاصل کی ہے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ دونون حسی ہون اور وجہ جامع مختلف یعنی وجہ جامع مرکب ہو بعض امر عقلی اور بعض امر حسی سے ہم ان چھ قسمون کی مثالین بیان کرتے ہین قسم اول یعنی تینون حسی ہون جیسے گل سے یا آفتاب سے اور ماہ سے رخ کا اور شراب سے معشوق کے آب دہن کا اور آواز صور سے صدائے ہیبت ناک کا اور مشک سے بالون کا اور سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اول دیکھنے کی چیزون سے ہے اور دوسرے چکھنے کی چیزون سے اور تیسرے سننے کی چیزون سے اور چوتھے سونگھنے کی چیزون سے اور پانچوین چھونے کی چیزون سے کس واسطے کہ وجہ جامع پانچوین مین ملامست ہے چنانچہ ان شعرون مین سودا کا شعر ؎ چمن مین تجکو آتے سن کر باد سحر یہ گھبرائی ٭ ساغر جب تک لادین لادین توڑ سبو کو جام کیا ٭ اس شعر مین غنچہ کا استعارہ سبو سے اور گل کا جام سے ہے شکل اور ہیئت مین اور اسی طرح سے ہے شیخ ابراہیم ذوق کا شعر ؎ گر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو ٭

لب پر رکھکر پھونکنے پیدا ہونا نالہ صور کا ٭ دہن کی آواز کو صور کے نالہ کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور زیادہ مثالون کی کچھ حاجت نہین۔ قسم دوسری یعنی دونون حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے استعارہ مرد شجاع کا شیر سے کہ جامع اس مین جرأت ہے علی ہذا القیاس۔ قسم تیسری یعنی مستعار منہ حسی اور مستعار لہ عقلی اور وجہ جامع بھی عقلی ہو مثلاً کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد اُٹھانے کے باز آوے تو کہین کہ اب وہ شخص بیٹھ رہا۔ بیٹھنا حسی ہے اور باز رہنا عقلی اور وجہ جامع اس مین سکونت اور اطمینان ہے اور اسی قبیل سے ہے استعارہ شراب کا کوثر سے بشرطیکہ وجہ جامع اس مین کمال مرغوب ہونا شراب کا ہو مثل کوثر کے۔ اس صورت مین مستعار لہ یعنی کوثر اور وجہ جامع عقلی ہوتے ہین اور اگر مزہ ہو تو جامع چکھنے کی چیزون سے ہو جاویگی چنانچہ اس شعر مین ؎ مجھے جنت سے ساقی کم نہین ہی بزم خوبان کی ٭ کہ یان حورون کے ہاتھون سے ملے ہے جام کوثر کا ٭ قسم چوتھی یعنی مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور جامع عقلی ہو مثلاً معشوق کے قد کا استعارہ قیامت سے اور قسم پانچوین یعنی تینون عقلی ہون مثلاً خواب کو موت سے استعارہ کرین قسم چھٹی یعنی دونون حسی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسی اور بعض عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کو آفتاب سے استعارہ کرین حسن اور بزرگی شان کی مجموع وجہ جامع ہے۔

ثمرہ چوتھا استعارہ کی تقسیم مین باعتبار اور چیزون کے سوا ان تین کے

معلوم کیا چاہیئے کہ استعارہ باعتبار لفظ مستعار کے دو قسم ہے ایک اصلیہ اور دوسرا تبعیہ اصلیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار یعنی وہ لفظ کہ جس کے معنی مشبہ بہ واقع ہوے ہین۔ اسم جنس ہو اور اسم جنس وہ ہے کہ دلالت کرے ایسی شے پر کہ اس کو بہت چیزون پر صادق آنے کی صلاحیت ہو بغیر اعتبار کسی وصف کے جیسے شیر اور گل اور سرو اور رجل اور مرد اور اسی مین داخل ہے مصدر مثل قتل اور ضرب وغیرہما اور اسم جنس کے قبیل سے ہی کسی شخص خاص کا نام کہ بسبب کسی وصف کے تاویل کرکے اسم جنس مین

داخل کرلین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو بمعنی سخی کے اور دوسرے کو بمعنی بہادر کے استعمال کرتے ہین مثلاً کہین کسی شخص کو حاتم یا رستم اور اسم جنس کا مستعار واقع ہونا پہلی مثالون سے واضح ہے اور ایذاے شدید کو قتل سے استعارہ کرنا مصدر کی مثال ہے اور اس کو استعارۂ اصلیہ اسواسطے کہتے ہین کہ بنا استعارہ کی تشبیہ پر ہے یعنی مستعار لہ کو تشبیہ ہوتی ہے مستعار منہ کے ساتھ اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہے اور موصوف ہونے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً چشم سفید اور بیاض صاف اور چونکہ شیر اور گل اور سرو وغیرہا ذاتین ہین اور مشبہ کے وصف سے موصوف ہوئی ہین اس واسطے اس استعارہ کا اصلیہ نام رکھا ہے۔ اور استعارہ تبعیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار فعل ہو یا شبہ فعل یا حرف۔ اور فعل اس لفظ کو کہتے ہین کہ وہ اپنے معنی پر اور تینون زمانون مین سے کسی زمانہ پر دلالت کرے یعنی یا گذرے ہوے زمانہ پر مثلاً کہا اور سُنا یعنی زمانۂ سابق مین یا زمانۂ آئندہ پر مثلاً کہے گا اور سنے گا یعنی آگے کو یا زمانۂ حال پر مثلاً کہتا ہے یا سُنتا ہے یا کہہ یا مت کہہ۔ اور شبہ فعل بمعنی اس چیز کے ہے کہ فعل سے مشتق ہو یعنی اسم فاعل جیسے کہنے والا یا اسم مفعول جیسے کہا گیا۔ اور حرف اُسے کہتے ہین کہ جب تک کچھ اور شے اُسکے ساتھ شامل نہو معنی پر دلالت نہ کرے اور زمانہ بھی اسمین نہ پایا جاتا ہو جیسے کلمہ ہے کا کہ ہندی مین ابتدا کے واسطے ہے یا مین ظرف کے واسطے یا تک انتہا کے واسطے جبتک یون نہ کہین کہ بازار سے آیا اور گھر مین گیا یا دروازہ تک پہونچا تو ان حرفون سے فائدہ نہ حاصل ہوگا۔ پس فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول یا حرف کے مستعار واقع ہونے کو استعارۂ تبعیہ کہتے ہین اور اسکو تبعیہ اسواسطے کہتے ہین کہ فعل و حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوسکے یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنی بلکہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے۔ پس فعل اور حرف کے تئین مستعار

کہنا بطریق تبعیت کے ہے نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور حرف مستعار ہوتے ہین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہو سکتے۔ تفصیل فعل اور حرف کے استعارہ نہ ہونے کی یہ ہے کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا نہی یا امر یا اسم فاعل یا اسم مفعول کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے دو معنے نہین ہوتے کہ جس معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ غیر اس کا مقصود ہوتا ہے اور ان لفظون سے غیر معنی موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُن کے مصدر کے ہوتا ہے مثلاً کہین کہ فلان شخص نے اس کو مار ڈالا اور مراد یہ ہو کہ اسکو ایذا اے شدید پہونچائی یا کہین کہ ہم نے اس کو بھگا دیا یعنی الزام دیا اور اس قیاس پر مضارع وغیرہ اس جاے مین حقیقۃ تشبیہ دونون کی مصدرون مین ہے یعنی ایذا دینے کو مارنے سے اور الزام دینے کو بھگانے سے۔ یا کہین کہ اسکا چہرہ کہے دیتا ہے یعنی دلالت کرتا ہے اور علی ہذا القیاس۔ اور کبھی حرف مذکور کرتے ہین اور اسکے معنی جس سے متعلق ہوتے ہین وہ مستعار لہ ہوتا ہے اور کوئی اور شے مستعار منہ حرف کے معنی کا متعلق وہ شے ہے کہ حرف کے معنی بیان کرنے کے وقت اُس چیز سے تعبیر کرین اس معنی کو مثلاً کہے ہین کہ لفظ سے کا ابتدا کے واسطے ہے اور ہین ظرفیت کے واسطے اور تک انتہا کے واسطے اور لفظ تو کا تے مفتوح سے غرض کے واسطے۔ پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنی کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنی ان سے تعلق رکھتے ہین اسکی مثال جیسے کہین کہ ہم نے اپنے مطلب سے ہاتھ دھویا اس مقام مین لفظ سے کا ابتدا کے واسطے نہین ہے بلکہ دور کرنے کے معنی مین ہے چنانچہ فارسی مین از اور عربی مین عن کا لفظ اس معنی مین آتا ہے اور یہ بات دونون فن کے جاننے والون پر واضح ہے مراد اس جگہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے مطلب کو دور کیا پس مستعار لہ اس جگہ مطلب کا دور کرنا ہے کہ متعلق ہے لفظ سے کا اور ہاتھ دھونا مستعار منہ ہے یعنی باعتبار ظاہر کے یہ سے کہ لفظ سے کا مستعار لہ واقع ہوا ہے اور ہاتھ دھونا مستعار منہ اور واقع مین سے

مستعار لہ نہین بلکہ اس کا متعلق یعنی دور کرنا مستعار لہ ہے پس سے کا کلمہ متعلق کے اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔ یا مثلاً زید آیا ہو تحصیل علم کے واسطے اور بسبب لہو ولعب مین مشغول رہنے کے جاہل رہا تو اسکو کہین کہ تو یہان آیا تو جاہل ہے اسکی غرض آنے سے تحصیل علم تھی اور غرض کو بطریق استہزا کے علم حاصل نہونے سے استعارہ کرلیا۔ اور یہ اُس قبیل سے ہے کہ تشبیہ مین مفصل بیان ہوچکا یعنی کبھی دو ضدون کو آپس مین تشبیہ دیتے ہین چنانچہ مطالعہ کرنے والون پر واضح ہوگا اور اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ بات ہم سے تو نہ کرنی اور غیرون سے تپاک ؛ ہم مگر اس بزم مین آئے تھے ذلت کے لئے ؛ اس شعر مین لئے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہے پس مستعار لہ ظاہر مین لئے کا حرف ہے اور واقع مین غرض بزم مین آنے کی یعنی عزت اور مستعار منہ ذلت ہے یہ استعارہ بھی بطریق استہزا کے واقع ہوا ہے معلوم کیا چاہیے کہ تقریر کرما اس طرح سے کہ مستعار لہ متعلق کو اور مستعار منہ مثلاً ہاتھ دھونے یا ذلت کو ٹھہرانا حدائق البلاغت کے مصنف کی تقریر کے موافق ہے یعنی اُسنے بھی متعلق کو کہ وہ باعتبار لفظون کے متروک ہوتا ہے مستعار لہ قرار دیا ہے اور جو لفظ کہ اسکے مقابل مین واقع ہوا ہے اس کو مستعار منہ چنانچہ یہ امر ان لوگون پر کہ جنھون نے اس کتاب کو دیکھا ہے واضح ہے اور تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہے مشبہ بہ اور اس لفظ کو کہ مذکور ہے مشبہ قرار دیا ہے لیکن چونکہ اسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح من خوہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہے کہ استعارہ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ مین ہوتی ہے چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے بس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دیتے ہین استعارہ بالتصریح متصور نہین ہوتا اسواسطے کہ مشبہ کا متروک ہوجانا چاہیئے اور مشبہ بہ کا مذکور ہونا البتہ استعارہ مالکنایہ ہوسکتا ہے کس واسطے کہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہے اور مشبہ یہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ بہ کے ساتھ اختصاص رکھے اس کو مشبہ کے ساتھ مذکور کرتے ہین

اسی طرح سے ہو یہان کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہو اور مشبہ یعنی ذلت وغیرہ مذکور ہے اور جو چیز کہ خاص مشبہ بہ کے واسطے ہو یعنی حرف کہ دلالت کرتا ہے اس مشبہ بہ پر مشبہ کے ساتھ مذکور کیا گیا ہے اس صورت مین یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی ہے مذہب سکاکی کا۔ اور صاحب مطول نے اُس کو تبعیہ مین داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہے اس کا بیان یہان کی مثالون کے موافق یہ ہو کہ مثلاً ذلت کا حاصل ہونا بزم مین وارد ہونے کے بعد مشبہ ہے اور عزت کا حاصل ہونا بزم مین آنے کے بعد مشبہ بہ ہے یعنی بزم مین آنے کے بعد ذلت اس طرح حاصل ہوئی جیسے بعد آنے کے عزت حاصل ہوتی ہے پھر مشبہ یعنی ذلت کے ساتھ وہ حرف مذکور کیا کہ مشبہ بہ یعنی عزت کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے یعنی حرف لئے کا کہ غرض کے واسطے موضوع ہے اس صورت مین پہلے استعارہ جاری ہوا ہو علت اور غرض ہونے مین یعنی غرض ہونا عزت کا مشبہ بہ ہے بعد اسکے اس استعارہ کے اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی لئے کے حرف کو مثلاً استعارہ کیا ایسی شے کے واسطے کہ جو غرض ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی ذلت کا حاصل ہونا۔ حاصل یہ ہے کہ لئے کے حرف سے موضوع لہ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اس سے تشبیہ رکھتی ہے جیسے شیر کے لفظ سے استعارہ مین جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہو کہ جو اس سے تشبیہ رکھتی ہے یعنی شجاع۔ خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اگر تشبیہ اس چیز مین فرض کرین کہ جس پر حرف آیا ہے یعنی لفظ مذکور استعارہ بالکنایہ اور حرف کا مذکور ہونا اس استعارہ کا قرینہ ہوجاویگا اور اگر اس حرف کے معنی کے متعلق مین کہ متروک ہو تشبیہ فرض کرین استعارہ تبعیہ ہوگا یہ مطلب مشکل ہے اس کے سمجھنے کے واسطے غور اور فکر دقیق چاہیئے۔ اب سُننا چاہیئے فعل کا فاعل یا فعل کا مفعول استعارۂ تبعیہ کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً اسکا چہرہ کہے دیتا ہے یا فلانے بادشاہ نے ستم کو مار ڈالا ہے اور عدل کو جلا دیا۔ پہلی مثال مین چہرہ کہنے کا فاعل ہے اور دوسری مثال مین مار ڈالنے کا مفعول ستم اور جلانے کا مفعول عدل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کہنے کی صلاحیت چہرہ تھا۔ اور

مرنے اور جینے کی صلاحیت ستم اور عدل کو حقیقت مین نہین ہے اس سے معلوم ہوا کہ اُن فعلون مین استعارہ واقع ہوا ہے اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارہ کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن مقید ہو جاوے تو کہین کہ ہماری طرف سے مقید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد مقید ہونے کی طرف مضاف ہے اور تشبیہ مبارکباد کی طرف قید کے ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر بر سبیل استعارہ کے۔ اور استعارہ سوا ان امور مذکورہ کے تین قسم اور ہے۔ قسم پہلی یہ ہے کہ اس مین نہ مستعار لہ کی مناسبات مذکور ہون اور نہ مستعار منہ کے اس قسم کو مطلقہ کہتے ہین مثلاً کہین کہ ہم نے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہو قسم دوسری وہ ہے کہ فقط مستعار لہ کی مناسبات مذکور کرین۔ اس استعارہ کو مجردہ کہتے ہین جیسے یہ کہ ہمنے میدان جنگ مین شیر دیکھا تھا لفظ میدان جنگ کا مناسب شجاع کے ہے نہ مناسب شیر کے اسی قبیل سے ہے یہ شعر سودا کا ؎ گل نے شبنم سے ہے الماس تو کھایا لیکن ؛ ہاتھ مین غنچہ لالہ کے ابھی افیون ہے ؛ داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہے اور فقط مناسب مستعار لہ کا مذکور ہے یعنی لالہ قسم تیسری وہ ہے کہ فقط مستعار منہ کی مناسبات مذکور کیجاوین اور اسکو مرشحہ کہتے ہین جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ دکھلایئے جا کر تو تجھے مصر کا بازار ؛ پروان کوئی خواہان نہین اس جنس گران کا ؛ بازار اور گران مناسب مستعار منہ یعنی جنس کے ہے اور کبھی تجرید اور ترشیح دونون ایک جاے مین جمع ہو جاتی ہین یعنی مستعار لہ اور مستعار منہ دونون کی مناسبات مذکور ہوتی ہین چنانچہ اس شعر مین سودا کے ؎ تیرا ہے بزر مہر خریدار فلک پر ؛ یوسف کی نہ تھی گرمی بازار فلک پر ؛ مستعار لہ شعاع آفتاب ہے اور مستعار منہ درپس مناسب مستعار لہ کے فلک اور مہر ہے اور مناسب مستعار منہ کے خریدار بعد گرمی بازار۔ اسی قبیل سے ہے یہ شعر بھی سودا کا کہ پہلے بھی اور مر کی مثال مین مذکور ہو چکا ہے ؎ چمن مین تجکو آتے سُن کر باد سحر یہ گھبرائی ؛ ساغر جبتک لا دین ہی لا دین تو طرسبو کو جام کیا ؛ مستعار لہ غنچہ اور گل ہے اور مستعار منہ سبو اور جام

مناسب اول کے ہے چمن اور باد سحر اور مناسب دوم کے ہے معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُس کو لازم ہے اور ذکر ساغر کا۔ اور جاننا چاہیئے کہ استعارہ مین بہ سبت تجریدکے ترشیح مین زیادہ تر بلاغت ہے کسواسطے کہ تجرید مستعار لہ کی مناسبات کے ذکر کرنے کو کہتے ہین اور ترشیح مستعار منہ کی اور یہ معلوم ہو کہ استعارہ مین مشبہ کو بعینہ مشبہ ٹھہراتے ہیں جب مشبہ بہ کی مناسبات مذکور کیئے گئے اس ادعا مین زیادہ تر تاکید ہو گئی۔ اور ایک قسم استعارہ کی ہے کہ اس کو تمثیل پر سبیل استعارہ کہتے ہین اسواسطے کہ اس مین ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا ہے اور یہی طریق ہے استعارہ کا اور کبھی مطلق تمثیل بھی کہتے ہین بے قید استعارہ کے اور اسی کو مجاز مرکب کہتے ہین بہرکیف تمثیل وہ استعارہ ہے کہ اسکی وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہو اور اس استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ بھی کئی چیز سے حاصل ہوتے ہین مثلاً کوئی شخص ایک امر کا کبھی اقبال کرے اور کبھی انکار تو اسکے حق مین کہین کہ وہ کبھی گریز کرتا ہے اور کبھی پھر مستعد ہوتا ہے اُس کے قبول اور انکار کی ہیئت مجموعی کو ایسی حالت سے استعارہ کیا ہے کہ کوئی شخص کبھی میدان جنگ سے بھاگ جاوے اور کبھی پھر مقابلہ پر آمادہ ہووے۔ اور اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ اُسنے انگلی کے پکڑتے پہونچا پکڑا یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک امر سہل طلب کرے جب وہ اسکو انصرام کردے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوالی کرے یا کہین کہ اس کا کھچڑی کے کھانے سے پہونچا اُترا یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے ضعف پیدا ہو جائے ان حالتوں کو ایسی حالتون کے ساتھ استعارہ کیا ہے یہ کہین کہ چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا یہ ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اس مین ہرج واقع ہو جاوے۔ اسی قبیل سے ہے چھاتی پر مونگ دلنا یعنی مشقت پہونچانا اور ہمارا وار چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت مشکل درپیش آئی اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ سر اُترتے ہی سبکدوش ہوے ورنہ ہوز ؔ اپنا سامنہ لیئے

پھرتے تھے تحمل قاتل سے ÷ شعر میر کا ؎ بھی لاگ اسکی تیغ کو ہم سے سو عشق نے ÷ دونون کو معرکہ مین گلے سے ملا دیا ÷ پہلے شعر مین سبکدوش ہونا عبارت ہے خجالت کے رفع ہونے سے اور توجیہ شعر کی یہ ہے کہ چونکہ سر ہمارا اسکے کام نہیں آیا تھا سو ابتک قاتل سے انفعال تھا اور جب سر اُتر گیا وہ انفعال رفع ہو گیا اور خجالت دور ہونے کی حالت کو بوجھ کے سر سے اُترنے کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور سر کے اُترنے سے سبکدوش ہونا باعتبار معنی حقیقی کے مناسبات سے ہے چنانچہ متامل پر ظاہر ہے اور دوسرے شعر مین تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے

بیان استعارہ بالکنایہ کا

پوشیدہ نہ رہے کہ جسوقت کہ مشبہ بہ کو ترک کرین اور مشبہ کو مذکور اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہے اسکو ثابت کرین مشبہ کے واسطے تو اسکو بالکنایہ کہتے ہین مثلاً کہین کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہے موت کی تشبیہ منظور ہے جانور درندہ کے ساتھ اور جو چیز درندہ سے خصوصیت رکھتی ہے یعنی چنگل اُسکو موت کے واسطے ثابت کیا ہے پس مشبہ بہ متروک کے ساتھ دل مین تشبیہ دینے کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنی استعارہ ہے کنایہ کے ساتھ اسواسطے کہ مشبہ بہ کی تصریح نہین کی اور اُسپر اُسکے لوازم نے دلالت کی ہے اور تصریح نہ کرنے کا نام کنایہ ہے یہ وجہ بالکنایہ کہنے کی ہوئی اور استعارہ کہنا اس کا مناسبت سے خالی ہے اور مشبہ بہ کے خواص کو مشبہ کے واسطے ثابت کرنے کا نام استعارۂ تخییلیہ ہے اسکو استعارہ اسواسطے کہتے ہین کہ وہ امر کہ مشبہ بہ کے خواص سے تھا مانگا گیا ہے مشبہ کے واسطے اور تخییلیہ اسواسطے کہ وہ مانگا گیا ہے بسبب اس تخیل کے کہ مشبہ بعینہ مشبہ بہ کی جنس سے ہے جب یہ خیال مین ٹھہرا کہ موت جنس سے درندہ کے ہے پس چنگل کہ خصوصیت درندہ سے رکھتا ہے بالضرورت اسکے واسطے ثابت ہوا اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ نہ جانے دل مین ترے کیون نہین اثر ورنہ ÷ یہ آہ وہ ہے کہ پتھر کے پار ہوتی ہے ÷ آہ کو تیر سے تشبیہ دی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سننا چاہیے کہ وہ لوازم مشبہ بہ کے کہ مشبہ کے واسطے ثابت کئے جاتے ہین تین طرح پر

ہوتے ہین اول یہ کہ وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ بہ مین کامل نہین ہوسکتی جیسے ذکر چنگل کا مثال مذکور مین کسواسطے کہ جبتک چنگل درندہ کے نہو پکڑنا اور دابنا شکار کا اچھی طرح سے نہین ہوسکتا اور دوسرے یہ کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین بغیر انکے قائم نہین ہوسکتی مثلاً کہین کہ اس کا چہرہ کہے دیتا ہے بشرطیکہ کہنے مین استعارہ تبعیہ مقصود نہ ہو اس صورت مین چہرہ مشبہ ہوا اور شخص بولنے والا مشبہ بہ اور کہنا بولنے والے کے لوازم سے ہے کہ وجہ شبہ کو مشبہ بہ مین قائم رکھتا ہے کس واسطے کہ وجہ شبہ دلالت ہے اور دلالت قائم ہوتی ہے بولنے سے اور تیسری قسم یہ ہے کہ ان لوازم کو نہ وجہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین جیسے اس شعر مین ؎ پھنسا زلف خود آرایان بزم حسن مین جاکر ؛ بنایا شاخ طوبی پر ہے دل نے آشیان اپنا ؛ دل کو اپنے نزدیک شاعر نے مرغ سے تشبیہ دی ہے اور اسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا اور آشیانہ کو کچھ وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین دخل نہین کسواسطے کہ وجہ شبہ یہان بے قراری اور جلد پہونچنا ہے۔ اور بعض استعارہ تخییلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اسمین احتمال استعارۂ تحقیقیہ اور تخییلیہ دونون کا ہوتا ہے اس استعارہ کو محتملۃ التحقیق والتخئیل کہتے ہین یعنی ایسا استعارہ ہے کہ احتمال تحقیق اور تخئیل دونون کا رکھتا ہے مثلاً یہ لفظ عوام کے زبان پر ہے کہ اس کو اجل کا تھپیڑا لگا تھپیڑا سزد ہوتا ہے ہاتھ سے اور ہاتھ شخص کے ساتھ مختص ہے پس اجل کو پہلے دل مین استعارہ شخص کے ساتھ کرکے اسکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ہاتھ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑے کا ہے کس واسطے کہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑے کے واسطے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ استعارہ تخییلیہ مین جو چیز کہ مشبہ بہ کے ساتھ مختص ہے بجاے اسکے اس کا سبب بھی قرینہ کے واسطے مذکور ہوسکتا ہے۔ پس یہان اگر استعارہ اجل اور شخص مین فرض کرین استعارہ بالکنایہ ہے اور ہاتھ اسکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور اگر اجل کے صدمہ کو تھپیڑے سے تشبیہ دیوین یہ استعارہ تحقیقیہ ہوجاوے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کس واسطے کہ مثل سابق کے

یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا اور اسی قبیل سے ہے یہ شعر عشق نے جب سے کی جگہ دل مین ؛ عقل کے واسطے جگہ نرہی ؛ اگر عشق کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے گھر ثابت کرین استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہے اور اگر عشق کے ثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دیوین استعارۂ تحقیقیہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ ایسی صورتون مین استعارۂ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارۂ بالکنایہ کا باقی نہ رہنا تلخیص المفتاح کے مصنف کے مذہب کے موافق ہے کسواسطے کہ اسکے نزدیک استعارۂ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخییلیہ کے اور کوئی چیز نہین ہوسکتی اور جسکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہوسکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً یہ کہین کہ اسنے عہد توڑ دیا اس سے عہد کا باطل ہونا مراد ہے عہد کو رسی مین رسی سے تشبیہ دی ہے اور باطل ہونا امر تحقیقی ہے کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونون مین متحقق ہے جب یہ معلوم ہوگیا۔ اب معلوم کیا چاہیے کہ استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ مین مشبہ بہ کے کرنے سے ثابت ہوا کہ یہ دونون امر مجاز مین داخل نہین کسواسطے کہ مشبہ اور وہ امر کہ مشبہ بہ سے مختص ہے اپنے معنی حقیقی مین مستعمل ہوتے ہین اور مجاز اس لفظ کو کہتے ہین کہ معنی غیر حقیقی مین استعمال کیا جائے مثلاً اجل اور ہاتھ سے اوپر کی مثال مین بھی اجل اور ہاتھ مراد ہے پس استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ کا ذکر ذیل مین مجاز کے بے وجہ ہے لیکن اسواسطے مذکور کیا ہے کہ استعارہ کو جن جن معنیون پر اطلاق کرتے ہین انکی تکمیل ہوجائے لیکن قدمانے قرار دیا ہے کہ جو چیز متروک ہوتی ہے وہ مشبہ بہ اور جو مذکور ہے وہ مشبہ ہے یعنی جانور درندہ کے ساتھ اجل کو تشبیہ دی ہے پس لفظ مستعار جانور درندہ ہے اور مستعار منہ معنی اسکے اور مستعار لہ اجل بعینہ جیسے اسد کا استعارہ واسطے رجل شجاع کے ہے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہین کی اور فقط اس کا لازم مذکور کیا ہے تاکہ اسکے سبب سے اسکی طرف ذہن منتقل ہوجاوے اور تصریح نہ کرنا شان سے کنایہ کے ہے پس اب درندہ استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ ٹھہرائی ہوئی دل مین جیسے پہلے مذکور ہوا اور رسی کی

مفتاح العلوم کے مصنف نے استعارہ بالکنایہ کے معنی یہ کہے ہین کہ مشبہ مذکور ہو اور مشبہ بہ مراد ہو باین معنی کہ یہ مذکور وہی مشبہ بہ ہے مثلاً اجل ذکر کرین اور اسکو یہ سمجھین کہ یہ جانور درندہ ہے اور یہی سمجھ کر اسکی طرف چنگل کو مضاف کرین یہ سمجھ کر کہ یہ مشبہ ہے اور مشبہ بہ کے لوازم اسکے واسطے ثابت کئے گئے ہین۔ اس تقریر سے پہلے معنی مین اور اسمین فرق ثابت ہوا اور اس فاضل نے استعارہ تخییلیہ کو استعارہ بالتصریح کی قسم ٹھہرائی ہے اور کہا ہے کہ استعارۂ بالتصریح دو قسم ہے تحقیقیہ اور تخییلیہ تحقیقیہ یہ کہ مشبہ متحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور تخییلیہ یہ کہ اسکے معنی نہ باعتبار حس کے متحقق ہون اور نہ باعتبار عقل کے جیسے چنگل اس استعارہ مذکورہ مین ہے کیونکہ چنگل کے معنی مشبہ مین متحقق نہین نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور یہ تحقیق بہت تفصیل رکھتی ہے اس مقام کے مناسب نہین یہان اسی قدر کافی ہے۔ خلاصہ یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ کی تحقیق مین تین قول ہین ایک قول تلخیص المفتاح کے مصنف کا دوسرا قول قدما کا تیسرا قول سکاکی کا اول مفصل بیان ہوا دوسرے اور تیسرے قول کا خلاصہ مذکور ہوا اور اگر تفصیل چاہیے علامہ تفتازانی کے مطول مین مطالعہ کرین اتنی تفصیل اور جانے مین ظاہر امکان نہین۔

شجرہ تیسرا مجاز مرسل کے بیان مین

مجاز مرسل اس لفظ کو کہتے ہین کہ اس کو استعمال کیا ہو ایسے معنی مین کہ وہ معنی موضوع لہ کے غیر ہون اور ان دونون معنی مین سوا مشابہت کے کچھ اور علاقہ ہو مثلاً کہین کہ اسکا ہاتھ نہین پہونچتا یعنی مقدور ظاہر ہے کہ لفظ ہاتھ کا بنایا گیا ہے واسطے ایک عضو کے اور قدرت کے معنی مین استعمال کیا گیا ہے ان دونون معنے مین علاقہ سبب اور مسبب کا ہے کیواسطے کہ ہاتھ سبب ہے قدرت کا اور قدرت مسبب ہے یعنی ہاتھ سے ایسے افعال صادر ہوتے ہین کہ قدرت پر دلالت کرتے ہین۔ اب معلوم کیا چاہیئے کہ مجاز مرسل کا علاقہ کئی قسم ہے ایک قسم یہ کہ جو لفظ جزء کیواسطے

موضوع ہے اس کو کل پر اطلاق کرین یعنی ساری چیز پر کسکے ٹکڑے کا نام رکھدین مثلاً لفظ بارود کا وضع کیا گیا ہے بمعنی شورہ کے اور اب اس کو کہنے لگے ہین کہ شورہ اور کوئلہ اور گندھک مل کر بنتی ہے اور اسی قبیل سے ہے سر بمعنی سردار کے دوسری قسم یہ ہے کہ جو لفظ کل کے واسطے وضع ہوا ہو اسکو جزو پر اطلاق کرین مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے ہاتھ یا پانوٗن یا سر مین چوٹ لگی ہے ظاہر ہے کہ سارے عضو مین چوٹ نہین لگی بلکہ ایک جزو مین اسکے چوٹ لگی ہوگی یا کہین کہ اُس نے رعد کی آواز سے ڈر کر اُنگلی کان مین دی یا تاسف سے اُنگلی دانت مین دابی یہ ظاہر ہے کہ ساری اُنگلی نہ کان مین دی ہے اور نہ دانت مین دابی ہے بلکہ جزو اس کا یعنی پورا اُنگلی کی۔ تیسری قسم یہ کہ مسبب پر سبب کا نام رکھین جیسے ہاتھ بمعنی قدرت کے کہ اول مذکور ہو چکا یا کہین کہ یہ بادل خوب برسا برسا شان سے پانی کے ہے اور بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے۔ چوتھے یہ کہ سبب پر مسبب کا نام رکھین یہ سابق کا عکس ہے جیسے بعضے آدمی روزمرہ مین کہتے ہین بوقت مینھ برسنے کے کہ یہ اناج برستا ہے ظاہر ہے کہ پانی برستا ہے لیکن پانی کا برسنا سبب ہے اناج کے اُگنے کا۔ پانچوین قسم یہ کہ کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق کرین باعتبار زمان سابق کے مثلاً حاکم چند یتیمون کا مال بسبب اُن کے صغر سن کے اپنے خزانے مین امانتاً رہنے دیوے اور بعد اُن کے بالغ ہونے کے اپنے کارکنون سے کہے کہ یتیمون کا مال اُن کو حوالے کرو ظاہر ہے کہ بعد بالغ ہونے کے یتیم نہین رہے بلکہ پہلے بالغ ہونے سے یتیم تھے اسی قبیل سے ہے یہ امر کہ کوئی شخص سابق مین مثلاً عرب مین متوطن تھا اور ایک مدت سے ہند مین آکر بود و باش اختیار کرے اسکو عرب کہا کرتے ہین اور ہندوستانی نہین کہتے سوا اسکے اسی قیاس پر۔ چھٹی قسم یہ کہ کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کرین کہ زمان آئندہ مین وہ نام اس پر صادق آجاویگا مثلاً کوئی شخص سونے یا چاندی کی کان کھودے اور کہے کہ مین اس کان مین سے سونا یا چاندی نکالتا ہون ظاہر ہے کہ بالفعل اس مین سے خاک نکلتی ہے۔

اور بعد عمل مقرری کے اس حیلے جو حاصل ہوگا اس کا نام سونا یا چاندی رکھا جاوے گا۔
ساتوین یہ کہ جاے مذکور کرین اور مراد وہ شے ہو کہ اس جاے مین ہے مثلاً ہمارا
حال سارا شہر جانتا ہے یعنی سارے شہر کے رہنے والے جانتے ہین اور اسی قبیل سے
ہے نہر کا جاری ہونا یا پرنالہ کا چلنا کسواسطے کہ جاری حقیقت مین پانی ہوتا ہے۔ آٹھوین قسم
یہ کہ جاے مین ہونے والی چیز مذکور کرین اور جاے مراد رکھین جیسے نشہ سے شراب مثلاً
یون کہین کہ وہ شخص نشہ پیے ہوے تھا ظاہر ہے کہ نشہ شراب مین ہے اور شراب پی جاتی
ہے۔ نوین قسم یہ کہ واسطہ اور آلہ کسی چیز کا مذکور کرین اور اُس سے وہ چیز مراد ہو مثلاً زبان سے
سخن مراد ہو چنانچہ روزمرہ مین متعارف ہے کہ ولایتیون کی زبان فارسی ہے۔ یا
ہندوستانیون کی زبان اُردو ہے ظاہر ہے کہ زبان آلہ سخن کا ہے اور اس سے
سخن مراد ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس

شجرہ چوتھا کنایہ کے بیان مین

معلوم کیا چاہیے کہ کنایہ لغت مین پوشیدہ سخن کہنے کو کہتے ہین یعنے بات کھول کر
نہ کہنے کو اور علم بیان کی اصطلاح مین کنایہ دو چیز کو کہتے ہین اول معنی مصدری یعنی ذکر
کرنا لازم کا اور مراد ہونا ملزوم کا مع جائز ہونے ارادہ لازم کے اور دوسرا وہ لفظ ہے
کہ اسکے معنی مراد نہ ہون بلکہ وہ چیز مراد ہو کہ اس کے معنی کو لازم ہے اور اگر اس کے معنی
بھی مراد رکھین تو بھی جائز ہو جیسے لفظ طویل النجاد کا عربی مین اور اس کتاب کی
ابتدا مین اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ نجاد بمعنی پرتلے کے ہے اور طویل بمعنی دراز کے
اور طویل النجاد بمعنی اُس شخص کے جس کا پرتلا لنبا ہو اور لنبے پرتلے کو لازم ہے قد کا
لنبا ہونا پس مراد طویل النجاد سے لنبے قد والا ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرتلے کی
درازی بھی مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ کنایہ مین معنی حقیقی اور
لازم دونون اکٹھے مراد ہوتے ہین لیکن ہم دیکھتے ہین کہ بعضے وقت طویل النجاد دراز قد
کو باوجودے کہ پرتلا نہ رکھتا ہو بھی کہنا درست ہے اس صورت مین دونون کا

مراد ہونا متصور نہین پس پہلا مذہب حق ہے اور جن لوگون نے کہا ہے کہ کنایہ مین لفظ سے معنی مراد ہوتے ہین اور اس کا لازم مراد رکھنا بھی جائز ہوتا ہے یہ محض غلط ہے کسواسطے کہ طویل النجاد سے درازی قد کی مراد ہے نہ درازی پرتلے کی اور بعضون نے ان کا کلام درست کرنے کے واسطے یہ تاویل کی ہے کہ معنی سے لازم مراد ہے کیونکہ لفظ سے لازم کا ارادہ کرتے ہین اور لازم سے معنی حقیقی مراد ہی کسواسطے کہ لزوم دونون طرف سے ہوتا ہے پس لازم ایک وجہ سے ملزوم ہوا اور جب وہ ملزوم ہوا معنی حقیقی اسکے واسطے لازم ہوگئے لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے اور شاید ان لوگون کی یہ مراد ہو کہ نظر اول مین معنی حقیقی مراد ہوتے ہین اور اس سے انتقال ہوتا ہے لازم کی طرف لیکن یہ بھی رکاکت سے خالی نہین بہرصورت کنایہ اور مجاز مین فرق یہ ہی کہ کنایہ مین لازم مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم مراد رکھین تو بھی جائز ہے اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے۔ اب معلوم کیا چاہیئے کہ کنایہ تین قسم پر ہے قسم اول یہ کہ کنایہ سے ذات موصوف کی مطلوب ہو اور یہ دو قسم پر ہی قریب اور بعید قریب یہ کہ ایک صفت کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو اس قسم کو قریب اسواسطے کہتے ہین کہ بسبب ایک ہونے صفت کے انتقال موصوف تک دشوار نہین جیسے عرف مین کالے سر کا آدمی کو کہتے ہین اور بعید یہ ہے کہ کئی صفت آپس مین مل کر سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہون اگرچہ الگ الگ اور شے مین بھی پائی جاوین اور اسکو بعید اسواسطے کہتے ہین کہ کئی صفت سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہین ہوسکتا مثلاً انسان کو کہین ایسا حیوان کہ قد اس کا سیدھا اور ناخن اسکے چوڑے ہین ظاہر ہے کہ یہ سب چیزین اکٹھی انسان مین ہین اگرچہ علیحدہ علیحدہ اور شے مین بھی پائی جاتی ہین مثلاً حیوان سوا انسان کے فرس اور بقر اور غنم وغیرہ اور سیدھا قد بن مانس کا بھی ہوتا ہے کہ اس کو فارسی مین نساس کہتے ہین اور ناخن چوڑے ہاتھی کے بھی ہوتے ہین مگر یہ سب اکٹھے بجز انسان کے اور مین نہین ہین مثال اول کی یہ شعر ہے ؎

تیرا نظیر وہ ہے جس کو تو آئنے مین ÷ کہتا ہے دیکھ اللہ ایسے بھی آدمی ہین ÷

ظاہر ہے کہ معشوق جسکو آئینہ مین دیکھکر ان الفاظ سے یاد کرتا ہے وہ آپ ہی ہے
اور مثال دوسرے کی یہ شعر ہے ؎ ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب بہم ٭
محفل مین آب و آتش و خورشید ایک جاے ٭ ظاہر ہے کہ یہ ساری چیزین شراب
مین ہین کسواسطے کہ شراب خود پانی ہے اور باعتبار سُرخی رنگ اور گرمی کے آتش
ہے اور باعتبار روشنی کے اور پیالہ مین شکل مدور پکڑنے کے آفتاب سے اس کو
تشبیہ ہوتی ہے چنانچہ فارسی جاننے والون پر یہ بات اچھی طرح سے ظاہر ہے
قسم دوسری یہ کہ کنایہ سے فقط صفت مطلوب ہو جیسے بخشش اور کرم اور شجاعت
اور قد کی درازی اور شرارت اور مثل اُن کے اور صفتین یہ بھی دو قسم پر ہے قریب
اور بعید قریب وہ ہے کہ لازم اور ملزوم مین کچھ واسطہ نہو یعنی اس طرح نہو کہ لازم سے
اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اسکے ملزوم بلکہ لازم سے ملزوم ہی سمجھا جاوے اور
یہ بھی دو طرح پر ہے واضح اور خفی واضح یہ ہے کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل
پہونچ جاوے جیسے سفید ریش کے لفظ سے سمجھنا پیری کا اسی قبیل سے ہے یہ شعر بقا کا
؎ دیکھ جو آئنہ کہتا ہے کہ اللہ رے مین ٭ اس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین ٭
اور یہ شعر ممنون کا ؎ آج آفت قہر ہے یون خشمگین تو کب نہ تھا ٭ آستین مالیدہ و چین
بر جبین تو کب نہ تھا ٭ آئینہ دیکھ کر وہ لفظ کہنا کمال غرور پر دال ہے اور آستین مالیدن
آستین چڑھانے کو کہتے ہین اور آستین چڑھانا اور چین بر جبین ہونا خشم اور غضب
مین ہوتا ہے اور یہ امور واضح ہین۔ اور خفی یہ کہ انتقال ذہن کا ملزوم تک بعد تامل
کے ہو مثلاً کہین لمبے قد کا آدمی یا ٹھنگنے قد کا یا کیری آنکھ والا یا کوتہ گردن احمق سے
احمق اور باقی سے شریر مراد ہے اسواسطے کہ کہتے ہین کہ دراز قد والا احمق اور ٹھنگنے قد
اور چھوٹی گردن اور کیری آنکھون والا شریر ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کو نہین
معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے
ہون اگرچہ کنایہ مین یہ امر لازم نہین۔ اور بعید وہ ہے کہ لازم اور ملزوم مین
واسطہ ہو یعنی اول کچھ اور چیز سمجھی جاوے اور بعد اس کے ملزوم اسکی مثال

کثیر الرماد اور مہزول التفصیل سے کہ کتاب کی ابتدا مین ان کا مفصل بیان ہو چکا۔
قسم تیسری یہ ہے کہ کسی امر کا اثبات یا نفی اس کی مطلوب ہو مثال اثبات
کی مثلاً جب زید کی سی فتنہ گری عمرو مین ثابت کرنی منظور ہو تو کہین کہ وہ دونون
ایک سانچے کے ڈھلے ہوے ہین یعنی ویسی فتنہ گری اسمین بھی ہے یا کہین کہ لباس
فقیر کا شیر کا ہے یعنی فقیرون مین صفت شیر کی ہے اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتی
یا جسوقت کوئی کسی شخص کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اس کی بھلائی
مین کہتا رہے تو کہین کہ یہ تو اسی کا جامہ پہنے ہوے ہے یا کسی کی نامردی
کے ثابت کرنے کے واسطے کہین کہ اسنے بالکل جامہ عورت کا پہن لیا ہے اسی
قبیل سے یہ شعر میر کا ہے ؎ اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے ÷
دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین ÷ دونون چاکون مین فاصلہ نہ رہنے سے
مراد یہ ہے کہ گریبان بہت پھٹ جاوے۔ مثال نفی کی یہ مثل مشہور کنوین مین بھنگ
پڑی ہے اسکو ایسے محل مین کہتے ہین کہ ایک جاے مین سب لوگ ایک امر نامعقول
پر متفق ہو جاوین اور اسکی قباحت کسی کے ذہن مین نہ آوے اس سے مراد یہ ہوتی
ہے کہ عقل کسی مین نہین اسواسطے کہ جب بھنگ کنوئین مین پڑیگی اس کا اثر پانی
مین آوے گا اور وہ پانی وہان کے سب رہنے والے پیین گے اور پینے سے سب کو
نشہ حاصل ہوگا اور نشہ سے سب کی عقل زائل ہو جاویگی۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر کنایہ
مین موصوف مذکور نہ ہو اس کو تعریض کہتے ہین مثلاً جب کسی شخص سے حرکتین نالائق
سرزد ہون تو کہین کہ آدمی وہ ہے کہ جس مین آدمیت ہو یا کسی دوست سے اذیت
پہونچے اور اسوقت کہین کہ دوست وہ ہے کہ جس سے کچھ فائدہ پہونچے ان دونون
مثالون سے مقصود یہ ہے کہ نہ اسمین آدمیت ہے اور نہ اس مین فائدہ رسانی یا جیسے
کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ اس زمانہ کے یار آشنا کش ہین یعنی شخص معلوم ایسا
ہے اس کو تعریض اسواسطے کہتے ہین کہ عرضہ بالضم بمعنی طرف اور جانب کے
ہے گویا اشارہ ایک جانب کرتے ہین اور مراد اور جانب ہوتی ہے اور اگر کنایہ مین ملزوم

تک واسطے بہت ہون جیسے کثیر الرماد وغیرہ چنانچہ اوپر کی مثالون مین بیان ہوا اسکو تلویح کہتے ہین اور تلویح کے معنی ہین دور سے اشارہ کرنا چونکہ اس مین واسطون کی کثرت سے ملزوم دور پڑجاتا ہے اسواسطے اس کا نام تلویح رکھا ہے اور اگر واسطے بہت نہین ہین لیکن کچھ تھوڑی سی پوشیدگی ہے اسکو رمز کہتے ہین اور رمز کے معنی نزدیک سے اشارہ کرنے کے ہین بطریق پوشیدگی کے ابرو یا لب سے جیسے دراز قد یا بانکے قد والا اور غیر اسکے چنانچہ پہلے بیان ہوا اور اگر اس مین نہ کچھ پوشیدگی ہے اور نہ کثرت واسطون کی اسکو ایما اور اشارہ کہتے ہین جب یہ معلوم ہوچکا اب سُننا چاہیے کہ مجاز مین بہ نسبت حقیقت کے اور کنایہ مین بہ نسبت صریح بیان کرنے کے اور استعارہ مین بہ نسبت تشبیہ کے بلاغت زیادہ ہے اسواسطے کہ مجاز مین معنی حقیقی مراد نہین ہوتے بلکہ اس کا لازم مراد ہوتا ہے اور حقیقت مین معنی حقیقی کہ جسکو موضوع لہ کہتے ہین خود مراد ہوتے ہین مثلاً کوئی کہے کہ مین نے سرو دیکھا تھا یعنی قد معشوق کا اور ایک کہے کہ مین نے قد معشوق کا دیکھا تھا پس ظاہر ہے کہ اول مین نسبت دوسرے کے بلاغت بہت ہے اور اسی طرح کنایہ مین ملزوم سے لازم مراد ہوتا ہے پس گویا یہ دونون بمنزلہ ایسے دعوے کے ہین کہ مع گواہ کے ہو کسواسطے کہ ملزوم اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہے یعنی ملزوم کا ہونا تقاضا کرتا ہے اس امر کا کہ اس کا کوئی لازم ہے یہ نہین ہوسکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو اور تشبیہ مین وجہ شبہ مشبہ کے اندر مشبہ سے کامل تر ہوتی ہے اور استعارہ مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین اور تشبیہ کی بو بھی اسمین نہین ہوتی ہے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہے کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پر دلالت کرے پس یہ امر بھی بمنزلہ ایسے دعوے کے ہوا کہ مع گواہ کے ہے یہان تک پہلا حدیقہ تمام ہوا اور کیفیت علم بیان کی مفصل بیان ہوچکی اب حدیقہ دوسرا شروع ہوتا ہے

حدیقہ دوسرا علم بدیع مین

بدیع ایک علم ہے کہ اس سے چند امور ایسے معلوم ہوتے ہین کہ وہ کلام کی خوبی کے

باعث ہین اوران امور سے خوبی کلام کی جب ہے کہ پہلے علم معانی اور علم بیان کے قواعد سے مزین ہوچکا ہو کسواسطے کہ اگر کلام ایسا نہوگا تو ان امور کا کلام مین استعمال کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک بدصورت کو زیور پہناوین بیت زشت باشد چو زیور بر بندی ۔ کہ بود بر عروس نازیبا ۔ اور یہ کہنا کہ وہ امور کلام کی خوبی کے باعث جب ہوتے ہین کہ پہلے کلام صفات مذکورہ سے متصف ہو اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہوجاوے کہ استعمال ان امور کا واجب نہین بلکہ مستحسن ہے کیونکہ باوجود پہلی زینت کے اگر یہ زیور بھی اُسکے ہمراہ ہوگا تو کلام کی زینت دوچند ہوجاویگی اور اگر یہ نہوگا تو زینت پہلی اُسکے واسطے بہت ہے جیسے عروس خوبصورت پر زیور موجب زیادتی رونق کا ہے والاحسن خداداد بھی دلربائی کے بارہ مین کم نہین ۔ بہرکیف ان امور کو صنائع اور بدائع بھی کہتے ہین اور صنائع اور بدائع دو قسم پر ہین قسم پہلی صنائع معنوی کہ ان سے معنی مین خوبی حاصل ہوتی ہے قسم دوسری صنائع لفظی کہ اُن سے لفظ مین خوبی حاصل ہوتی ہے اور چونکہ لفظ معنی کا تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی معنی ہے اور لفظ اسکے واسطے بنایا جاتا ہے اسواسطے صنائع معنوی کو پہلے بیان کرنا چاہیے اور صنائع لفظی کو بعد اور ازبسکہ صنائع اور بدائع دو قسم پر ہین اس حدیقہ مین دو فصل کی گئین اور ہر فصل کا نام حدیقہ کی مناسبت سے چمن رکھا گیا ۔

چمن پہلا صنائع معنوی مین

صنعت طباق اسکو تطبیق اور مطابقت اور تکافو اور تضاد بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ ایسی دو لفظ کہ ایک کے معنی دوسرے کے معنی کے مخالف ہون ایک جاے مین ذکر کرین خواہ وہ دونون فعل ہون خواہ دونون اسم خواہ ایک اسم اور دوسرا فعل ۔ اور صنعت طباق کبھی دو حرفون مین بھی پائی جاتی ہے اس صورت مین یہ صنعت چار قسم پر ہوئی اور پھر صنعت طباق دو قسم پر ہے طباق ایجابی اور طباق سلبی طباق ایجابی وہ ہے کہ باوجود دو لفظ متضاد کے حرف نفی کا نہو خواہ دونون فعل ہون خواہ اسم خواہ حرف اور طباق سلبی وہ ہے کہ دو فعل ایک مصدر سے نکالے ہوے مذکور کیے جائین اور

اُن دونون مین سے ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی یا ایک امر ہو اور دوسرا نہی مثال اس طباق کی کہ دونون فعل مثبت ہون اور دو فعل مثبت کہ موجب طباق کا ہون ایک مصدر سے مشتق نہین ہو سکتے جیسے آیا اور گیا اور اُٹھا اور بیٹھا اور اُترا اور چڑھا اور سویا اور جاگا جرأت کا شعر ہم آئے گھر مین تو جا بیٹھے بام پر تم واہ ؛ لگا جو دل تو بتانے لگے اُتار چڑھاؤ شاہ نصیر غفرہ اللہ کا شعر تو نے اک بار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس ؛ ہم ترے مجرے کو سو بار اُٹھے اور بیٹھے ؛ اور مثال طباق سلبی کی یہ شعر سودا کا ؎ فرماؤ گے جو تم تو اُٹھاؤن گا مین پہاڑ ؛ پر غیر کی نہ جائیگی مجھ سے اُٹھائی بات ؛ پہلے مصرع مین اُٹھانا مثبت ہی اور دوسرے مصرع مین نہ اُٹھایا جانا منفی اور یہ شعر ؎ نہ مل رقیب سے اور مجھ سے مل اے نادان ؛ بھلے بُرے کا سمجھنا ہی آدمیت ہے ؛ نہ مل نہی اور مل امر اور حدایق البلاغت کے مصنف نے طباق سلبی نام رکھنے پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اثبات اور نفی کو اگر کلام مین جمع کرین بسبب اختلاف کے اس کو طباق کہنا صحیح ہے اور فقط اثبات یا فقط نفی کو طباق ہونے مین کچھ دخل نہین اس کا جواب یہ ہے کہ جسوقت دو فعل کہ ایک مصدر سے مشتق ہون ایک جاے مین جمع کیے جاوین جبتک ایک مثبت ایک منفی یا ایک امر اور دوسرا نہی نہو گا اس کو طباق کہنا درست نہین ہونے کا۔ خلاف دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل کے یا ان دو فعلون کے کہ دو مصدر سے مشتق ہون جیسے آیا اور گیا ان مین طباق کے واسطے نفی اور اثبات کی کچھ حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے پس چونکہ ان دونون فعلون مین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین تھا اسواسطے اس کا نام طباق سلبی رکھا اور از بسکہ اورون مین نفی اور سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا ہے اُسکے مقابل مین طباق ایجابی نام رکھا اور فقط ایجاب یا فقط سلب کو طباق مین کچھ دخل نہین اور نہ کوئی اس کا قائل ہے بہرصورت مثال اس طباق کی کہ دو اسمون مین ہو یہ شعر سودا کا ہے کہ تیغ کی تعریف مین لکھا ہے ؎ یاد مین اُسکے گر عدو دیکھ لے اپنے باپ کو ؛ مان سے کہے تجھے حلال ایک ہے اور حرام دو ؛ اور اسی قبیل سے ہی چار عنصر کا ذکر کرنا ؎ خشم ہے آگ تیغ آب اور عدو ہے برگ کاہ ؛ اسپ تیرا ہوا ہے

اور خصم ہے خاک ناتوان ؛ مثال اس طباق کی کہ فعل اور اسم مین پایا جاوے جیسے اس شعر مین ؎ بیٹھنے سے مرے وہ بزم سے اُٹھا جلدی ؛ مین ہون ناکام تو اغیار بھی ناکام رہے ؛ بیٹھنا اسم ہے اسواسطے کہ مصدر ہے اور اُٹھا فعل ماضی ؎ نہین حاجت یہان آنے کی کچھ حضرت مسیحا کی ؛ یہ مردہ جی اُٹھے گر تو ذرا ہونٹ کو جنبش دے ؛ مثال اس طباق کی کہ دو حرفون مین پائی جائے اسکی مثال اُردو مین یہ ہوسکتی ہے کہ ایک کلام مین ایسے دو حرف مذکور کرین کہ ایک کے معنی دوسرے کے معنی کے ضد ہون مثلاً لفظ سے کا ابتدا کے واسطے ہے اور تک انتہا کے واسطے اور ابتدا اور انتہا مین تضاد ہے سودا کا شعر ؎ وہ مرغ ناتوان ہون کہ صحن چمن سے مین ؛ بے پر و بان پہونچ نہ سکون آشیان تلک واللہ اعلم بالصواب

اور طباق کی ایک قسم اور ہے کہ اس کو تدبیج کہتے ہین اور تدبیج بمعنی آراستہ کرنے کرنے کے ہے اور تدبیج کا طریق یہ ہے کہ درمیان تعریف یا ہجو کے کئی رنگ ذکر کرین اور اس سے بطریق کنایہ کے یا بطریق ایہام کے مقصود حاصل ہو۔ کنایہ کی حقیقت اول معلوم ہوچکی اور ایہام اسے کہتے ہین کہ کسی لفظ کے دو معنی ہون ایک قریب اور دوسرے بعید قریب سے مراد یہ ہے کہ وہ معنی اس مقام کے مناسب ہو اور بعید سے یہ کہ اس مقام کے مناسب نہو اور شاعر کو معنی قریب مقصود نہو بلکہ معنی بعید مقصود ہو مثلاً ماہ اور آسمان اور صبح اور کواکب کے ذکر مین لفظ مہر کا مذکور کرین اور مہر کے معنی دو ہین آفتاب اور محبت پس آفتاب معنی قریب ہے اسواسطے کہ مناسب مقام کے ہے اور محبت معنی بعید اسواسطے کہ مناسب مقام کے نہین جب یہ معلوم ہوچکا جاننا چاہیئے کہ از بس ایک رنگ دوسرے رنگ کی ضد اور مقابل ہوتا ہے مثلاً سیاہ اور سفید یا سُرخ اور زرد اسواسطے تدبیج کو طباق کے اقسام مین سے شمار کرتے ہین مثال اس تدبیج کی کہ بطریق کنایہ کے مقصود حاصل ہو یہ شعر ہے ؎ اس سے لیکر جام رنگ لیتا ہوا سُرخ و سفید ؛ اور بزم دلربا مین منھ ہوے کتنون کے زرد ؛ سُرخ اور زرد مین طباق ہے اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوا کیونکہ رنگ کا سُرخ اور سفید ہونا کنایہ ہے بشاش ہونے سے اور منھ کا زرد ہونا کنایہ ہے خوف کرنے سے

اور مثال اس تدبیج کی کہ بطریق ایہام کے مقصود حاصل ہو یہ ہے ؎ دیکھنا منھ لال ہو جاویگے کس کس کے ابھی ؛ سامنے میرے جو برگ سبز پان تو نے دیا ؛ منھ لال ہونے کے دو معنی ہین ایک قریب یعنی سُرخ ہونا منھ کا بسبب پان کے اور دوسرے بعید یعنی منھ کا لال ہونا طمانچہ سے اور یہی مراد ہے جاننا چاہیئے کہ طباق کی دو قسمین اور ہین قسم اول یہ کہ دو امر ایسے کلام مین جمع ہون کہ اُن کو آپس مین مقابلہ اور تضاد نہین ہے بلکہ ایک کو ان دونون مین سے دوسرے کی ضد کے ساتھ کسی طرح کا علاقہ ہے مثال ؎ اسقدر دل سخت مت کر دیکھ تو چل کر اُسے ؛ رحم کے قابل ہے اب حالت ترے بیمار کی ؛ رحم اور سخت مین تضاد نہین بلکہ مقابل سخت کی نرم ہے لیکن رحم کو نرمی کے ساتھ ایک علاقہ ہے یعنی نرمی سبب اور رحم مسبب اسی قبیل سے یہ شعر درد کا ؎ ان لبون نے نہ کی مسیحائی ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا ؛ مرنے کے مقابل مین لفظ مسیحائی کا واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ مرنے اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرنے اور جینے مین تضاد ہے اور جلانے کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہے یعنی جلانا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے ۔ قسم دوسری یہ ہے کہ ایسے دو امر جمع کرین کہ اُن کو آپس مین تضاد نہین ہے ۔ لیکن اُن کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرین کہ اُن کے معنی حقیقی مین تضاد ہے جیسے یہ شعر مصحفی کا ؎ مجھے خندۂ گل پہ آتا ہے رونا ؛ کہ اس طرح ہنسنے کی خو تھی کسو کی ؛ یہان جمع ہین کھلنا گل کا اور رونا عاشق کا اور ظاہر ہے کہ ان دونون مین تضاد نہین اور چونکہ کھلنے کو خندہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اُسکے معنی حقیقی رونے کے ساتھ تضاد رکھتے ہین اور اسی طرح ہے یہ قطعہ سودا کا قطعہ ایک جو مانند گل اُس باغ مین ؛ خرم و خندان ہو گذر کر گیا ؛ آن کے شبنم کی طرح دوسرا ؛ شام سے رو رو کے سحر کر گیا ؛ گل کی شگفتگی اور شبنم کی ٹپکنے کو ایک جاے مین جمع کیا ہے اور ان دونون امر مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو خندہ اور دوسرے کو رونے کے ساتھ تعبیر کیا ہے باعتبار ان دونون کے معنی حقیقی کے تضاد حاصل ہو گیا لیکن پہلے شعر اور اس قطعہ مین فرق یہ ہے کہ شعر مین ایک کے معنی مجازی اور دوسرے کے معنی حقیقی کو جمع کیا ہے اور

اس مجاز والے کے معنی حقیقی کو دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ تضاد ہوا ہے اور قطعہ مین دونون کے معنی مجازی کو جمع کیا ہے اور دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد بہم پہونچا ہے اس قسم ثانی کو ایہام تضاد کہتے ہین کسواسطے کہ ایہام وہم مین ڈالنے کو کہتے ہین اور اس جاے مین بھی الفاظ مذکورہ کے ساتھ تعبیر کرنا تضاد کا وہم دلاتا ہے

صنعت مقابلہ وہ ہے کہ دو معنی یا زیادہ کہ ایک دوسرے کی ضد اور مخالف ہو ایک جاے مین ذکر کرین اور بعد اسکے اور دو معنی ایسے ہی مذکور کرین اور یہ دو معنی ایسے ہون کہ علی الترتیب ایک پہلے کی اور ایک دوسرے کی ضد ہو اور یہ مقابلہ کبھی دو معنون مین اور کبھی تین تین اور کبھی چار چار معنون مین ہوتا ہے مثال دو دو کی یہ شعر میر کا ؎ صبح گذری شام ہونے آئی میر ٭ تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا ٭ صبح کے مقابل شام اور گذرنے کے مقابل ہونا ہے اس شعر مین بعضے شخص گذری کی جگہ پیری کا لفظ پڑھتے ہین اس صورت مین مثال درست نہین ہوگی شعر سودا کا ؎ چہرہ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو ٭ حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو ٭ سحر کے مقابل شام ہے اور ایک کے مقابل دو اور اسی قبیل سے ہے یہ مصرع اسی قصیدہ کا ع مان سے کہے تجھے حلال ایک ہے اور حرام دو ٭ یہ تمام شعر پہلے طباق کی مثال مین بھی گذر گیا ہے مہر کے مخمس کا ایک بند گویا کی غزل پر ؎ وائے غفلت عمر کو کھویا بہت ٭ مہر جاگا بخت کم سویا بہت ٭ کاتب اعمال بھی رویا بہت ٭ بار عصیان سر پہ ہے گویا بہت ٭ کیا اٹھائین سر جھکے جاتے ہین ہم ٭ جاگنے کے مقابل مین سونا اور کم کے مقابل مین بہت ہے اور اسی مخمس کی غزل کا شعر ؎ ترک مطلب نے کیا ہے بے نیاز ٭ ہاتھ کھینچا پانون پھیلاتے ہین ہم ٭ ہاتھ کے مقابل پانون اور کھینچنے کے مقابل پھیلانا مقابلہ تین تین اور چار چار کا اشعار اردو مین بہت کم ہے اسواسطے مثال نہین لکھی معلوم کیا چاہیے کہ تلخیص المفتاح کے مصنف نے اس صنعت کو علیحدہ قسم نہین قرار دیا بلکہ طباق کی قسم قرار دیا ہے اور سکاکی نے اس کو قسم علیحدہ مقرر کرکے طباق سے جدا بیان

کیا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ صنعت ایک قسم طباق کی ہے اسواسطے کہ اس جاے مین بھی تضاد معتبر ہوتا ہے خواہ دو امر مین ہو خواہ زیادہ مین -

صنعت مراعاۃ النظیر اس طرح پر ہو کہ کئی چیزین ایسی کلام مین مندرج ہون کہ اُن کو باہم مناسبت ہو جیسے باغ اور گلشن اور بلبل اور گل اور نرگس اور نسرین اور صبا یا شمس اور قمر اور ستارہ اور فلک علیٰ ہذا القیاس اس صنعت کو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہین تلفیق کے معنی ہین دشمن کو اکٹھا کرنا اور باقی الفاظ کے معنی ظاہر ہین اسکی مثال ہے یہ بند سودا کے مخمس کا ؎ جو گرد چہرہ کے اُس رشک گل نے خط کو رکھا ٭ چمن چمن مین پڑا شور ہر طرف غوغا ٭ ہر ایک مرغ نے ہو باغ باغ دی یہ صدا ٭ شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا ٭ تفقدی نکند طوطی شکر خا را ٭ چمن چمن اور مرغ مرغ اور باغ باغ اور طوطی مناسب ایک دوسرے کے ہین اور اسی صنعت کے قبیل سے ہے وہ صنعت کہ جسکو بعضے تشابہ الاطراف نام رکھتے ہین وہ یہ ہے کہ کلام کو ایسی شے کے ساتھ تمام کرین کہ ابتدا کے ساتھ مناسبت رکھتی ہووے جیسے یہ شعر ذوق کا ؎ تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جون نگاہ ٭ تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا ٭ آنکھون مین رہنا مناسب اس قول کے ہے تجھ سے دیکھا سب کو اور آنکھون سے پنہان رہنا مناسب اس قول کے کہ تجکو نہ دیکھا کسواسطے کہ جو چیز ایسی ہووے کہ اس سے سب کو دیکھین تو وہ چاہیے کہ آنکھون مین رہے اور آنکھون مین رہنا اُردو مین محاورہ ہے بمعنی قریب کے اور جو چیز کہ دیکھی نہ جاوے چاہیئے کہ وہ آنکھون سے پنہان ہووے یہ شعر سابق کسی اور امر کی مثال مین بھی مذکور ہو چکا ہے میر کا شعر ؎ یہی صحرا یہی گریبان چاک ٭ جبتلک ہاتھ پانؤن چلتے ہین ٭ ہاتھ کا چلنا مناسب ہے چاک گریبان کے اور پانؤن کا چلنا مناسب صحرا کے لیکن اسقدر ہے کہ ان دونون کا ذکر بطریق لف ونشر غیر مرتب کے ہے اور مراعاۃ النظیر کے قبیل سے ہے وہ صنعت بھی کہ اسکو ایہام تناسب کہتے ہین اور یہ اس طرح پر ہے کہ ایسے دو معنی کلام مین جمع کرین کہ اُن کو آپس مین

کچھ مناسبت نہین مگران دو معنی کو جن دو لفظون کے ساتھ تعبیر کرین اور ان دونون مین سے دوسرا لفظ ایسے ایک دو معنی رکھتا ہو کہ اس معنی کو پہلے لفظ کے معنی کے ساتھ مناسبت ہو مثلاً فرہاد اور شیرین مذکور کرین اور شیرین سے معنی میٹھے کے مراد ہو ظاہر ہے کہ اس معنی کو فرہاد کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین کو بمعنی معشوقہ مشہور کے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہے یا مشک اور چین زلف چین بمعنی شہر معروف کے مشک سے مناسب ہے یا بازار اور سودا بمعنی دیوانگی کے اور دوسرے معنی یعنے خریداری کو بازار سے مناسبت ہے اور جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ سرو گلشن ہی نہ کچھ مفتون ہے ÷ بید بھی قد کا ترے مجنون ہے ÷ اس شعر مین درخت مذکور اور مجنون کے معنی یعنی دیوانہ کو باہم جمع کیا ہے اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی کہ جس کو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے اسی قبیل سے معلوم کیا چاہیے یہ شعر سودا کا ؎ کہتا ہے واعظ کہ نے سُنیے تو یہ منع ہے ÷ کہنے ہی کی بات ہے اسکو سُنا کیجیے ÷ سُنا کیجیے محاورہ مین ایسی جاے استعمال کرتے ہین کہ کوئی شخص بے اصل اور بے اعتبار بات کہے مراد اس سے یہ ہے کہ وہ بات بے اصل ہے یہ معنی بطریق کنایہ کے حاصل ہوے ہین ظاہر ہے کہ اس جاے مین یہی معنی مقصود ہے کیونکہ بے اصلی اور بے اعتباری زاہد کے کلام کی ثابت کرنا منظور ہے اور یہ معنی سُننے کے ساتھ کچھ مناسبت نہین رکھتے اور معنی حقیقی یعنے تاکید سُننے پر البتہ مناسبت ہے سُننے سے اور اسے ایہام تناسب اسی واسطے کہتے ہین کہ تناسب فی الحقیقت نہین ہے لیکن دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتی ہے جیسے ایہام تضاد مین معلوم ہوا

صنعت مشاکلہ وہ ہے کہ دو چیزین ایک جا ذکر کرین اور جن لفظون سے پہلی چیز کو تعبیر کیا ہے انھین لفظون سے دوسری چیز کو بھی تعبیر کرین ایک جاے مین مذکور ہونیکی مناسبت سے مثلاً اس شخص کو کہ بسبب بدکاری کے عذاب مین گرفتار ہو جاوے کہین کہ بدلہ

برائی کا برائی سے عذاب کو برائی سے تعبیر کیا اور جیسے پانچوان مصرع سودا کے مخمس کے بند کا مولوی ندرت کشمیری کی ہجو مین ؎ مولوی جی سے جا کے اب کوئی میرا پیام دو ؛ کن نے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو ؛ لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بشام دو ؛ مجھ سے جو پوچھو شعر بھی کہنے کو انصرام دو ؛ گھوڑے کو دو ندو لگام منھ کو ذرا لگام دو ؛ خاموش رہنے کو گھوڑے کی مناسبت سے منھ کے لگام دینے کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ لغت مین مزاوجہ دو چیز کے ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین وہ ہے کہ ایسے دو معنی شرط اور جزا مین واقع ہووین کہ پہلے معنی پر جو امر مترتب ہووے دوسرے معنی پر بھی وہی مترتب ہو جیسے اس شعر مین سعادت یار خان رنگین کے ؎ آہ کیجے تو آن جاتی ہے ؛ ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے ؛ آہ کرنا اور نہ کرنا دو امر ہین اور ان دونون امر پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا جانا اور دوسرے پر جان کا جانا۔

صنعت ارصاد لغت مین ارصاد رستہ مین نگہبان بٹھانے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین وہ ہے کہ شعر مین ایسا لفظ لاوین کہ اس سے یہ معلوم ہو جاوے کہ مصرعۂ ثانی کے آخر مین فلان لفظ ہوگا اور یہ امر جب ہے کہ اس شعر کے قافیہ کا حرف اخیر معلوم ہو اور اگر یہ معلوم نہوگا تو لفظ اخیر کا معلوم ہونا پہلی لفظ سے نہ ہو سکے گا جیسے ان دو شعر مین ؎ شہرہ ہے تیرے جفا و جور کا عالم کے بیچ ؛ دھوم ہے تیرے ستم کی قاف سے لے تا بقاف مختلف ہین یار سے یار آشنا سے آشنا ؛ عشق نے تیرے یہ ڈالا سب دلون مین اختلاف جب معلوم ہوا کہ اس زمین مین مدار قافیہ کا حرف فے پر ہے کہ سب جاے مین مثل قاف اور معاف وغیرہ کے قافیہ کہا جاے گا دوسرے شعر کے مصرع اول مین لفظ مختلف سے یہ معلوم ہوا کہ یہان قافیہ ضرور اختلاف ہوگا کیونکہ مختلف سب کا ہونا بسبب اختلاف کے ہوتا ہے۔

صنعت عکس و تبدیل یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ پہلے ایک چیز کو کسی چیز پر مقدم کرین

اور پھر پہلی کو پیچھے کردین اور پچھلی کو پہلے جیسے اس شعر مین ؎ تو ہو اور غیر بخت کی خوبی ؛ خوبی بخت دیکھیے تو سہی ؛ پہلے لفظ بخت کا خوبی پر مقدم تھا اور پھر بخت پر خوبی کو مقدم کردیا اور جیسے اس شعر مین ؎ اعتبارِ حسن سے ممتاز ہے خوبان مین تو ؛ اور مین عشاق مین رکھتا ہون حسنِ اعتبار ؛

صنعت رجوع اس طرح پر ہے کہ کلام اول کو باطل کرکے دوسرے کلام کی طرف مصروف ہون کسی فائدہ اور نکتہ کیواسطے ؎ رخ ہے تیرا ماہ یا خورشید پر ہے یہ غلط ؛ دستانی اسقدر مین کہان خورمین کہان ؛ قد ہے تیرا اک صنوبر باغ عالم مین ولے ؛ راستی جو ہے ترے قدمین صنوبر مین کہان ؛ فائدہ اس رجوع کا ترقی ہے معشوق کے چہرہ اور قد کی خوبی کا ۔

صنعت توریہ اور اس صنعت کو **ایہام** بھی کہتے ہین لغت مین توریہ معنی جدا کرنے کے ہی اور ایہام معنی وہم مین ڈالنے کے ہے اور اصطلاح مین وہ ہے کہ ایک لفظ اس طرح کا مذکور کرین کہ اسکے دو معنی ہون ایک قریب اور دوسرے بعید اور مراد کہنے والے کی معنی بعید ہو اور معنی کے قریب اور بعید ہونے کی حقیقت اول بیچ صنعت طباق کے تدبیج کے بیان کے اثنا مین مفصل مذکور ہوچکی ہے اور معنی بعید کا مراد ہونا کسی قرینہ کے اعتماد پر ہوتا ہے پوشیدہ نرہے کہ یہ صنعت دو طرح پر ہے ایک یہ کہ معنی قریب یعنی جو معنی کہ مراد نہین اسکی مناسبات مین سے کچھ کلام مین مذکور نہو اسکو ایہام مجرد کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ عشق بیٹھا ہے دل مین اک بت کا ؛ ہم تو یارو خدا کے بھی نہ ہوے ؛ دل مین غم کا بیٹھنا بمعنی غم کے موجود ہونے کے ہے دل مین اور مناسبات بیٹھنے کی کہ معنی قریب ہے کچھ مذکور نہین اور دوسرے یہ کہ معنی قریب کے مناسبات مذکور ہون اسکو ایہام مرشح کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا ؛ لوگ کہتے تھے کہ اس گھر مین خدا رہتا ہے ؛ رہنا خدا کا بمعنی متصرف ہونے کے ہے اور مناسبات رہنے کی یعنی بود و باش کے گھر اور صنم خانہ ہے ۔

صنعت استخدام وہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنی ہون اور ان دونون سے ایک معنی بواسطہ اُس لفظ کے مراد رکھین اور پھر ضمیر اس لفظ کی طرف راجع کرکے دوسرے معنی کا ارادہ

کرین جیسے ان شعرون مین ؎ سایہ فگن ہو مین نے کہا ہم پہ اے پری ؛ بولا کہ اسکے سایہ سے پرہیز چاہیئے ؎ مین نے کہا کہ اے گل مرتے ہین ہم الم سے ؛ بولا کہ اس کو کیا ہے مرنے سے بلبلون کے ؛ پہلے شعر مین پری اور دوسرے مین گل سے معشوق اور بواسطہ ضمیر یعنی اسکے پری اور گل کے معنی حقیقی مراد ہے کسواسطے کہ سایہ سے پری کے پرہیز کرتے ہین اور مرے سے بلبل کے گل متعارف کو غم نہین ہوتا ہے ۔

صنعت لف و نشر لف لغت مین معنی لپیٹنے کے ہی اور نشر معنی پراگندہ کرنے کے اور اصطلاح مین وہ ہی کہ پہلے کئی چیزین مذکور کرین اور بعد اسکے ہر ایک کے منسوبات اور متعلقات بغیر تعیین کے بیان کرین اور تعیین کا نہ کرنا اس اعتماد پر ہی کہ سننے والا ہر منسوب کو اُسکے منسوب الیہ سے متعلق کریگا پہلے امر کا نام لف اور دوسرے کا نشر ہے اور یہ صنعت دو قسم پر ہے مرتب اور غیر مرتب ۔ مرتب اس طرح پر ہے کہ جس ترتیب سے لف ہے اسی ترتیب سے نشر بھی ہو جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک ؛ مین کتان بلبل و پروانہ ہم چارون ایک ؛ اپنے تئین یار کے ساتھ اور کتان کو مہتاب کے اور بلبل کو گل کے اور پروانہ کو شمع کے ساتھ منسوب کیا ہی علی الترتیب اور جیسے دوسرے شعر مین اسی قصیدہ کے ؎ ہی مجھے ابرو ہوا شیشہ و جام اب ساقی ؛ گریہ و نالہ و دل دیدہ نم چارون ایک ؛ گریہ مشابہ ابر کے اور نالہ ہوا کے اور دل شیشہ کے اور دیدہ جام کے ہے اور بہترین انواع اس قسم مین وہ ہے کہ ایک کلام مین کئی لف اور کئی نشر جمع ہون چنانچہ ایک نشر منسبت دوسرے نشر کے لف بنجاوے جیسے اس شعر مین ؎ کیونکہ چین آوے کہ رہتا ہے ہمیشہ ہجر مین ؛ سوز و نالہ داغ و غم سے دل کو جان زار کو ؛ سوز بسبب داغ کے دل کو ہی اور نالہ بسبب غم کے جان کو ۔ اور لف و نشر غیر مرتب وہ ہی کہ جس ترتیب سے لف ہو نشر اس ترتیب سے نہو یہ دو قسم پر ہی قسم اول یہ کہ ترتیب نشر کی اُلٹی ہو یعنی لف مین جو سب سے اخیر ہو نشر مین سب سے پہلے مذکور کرین اسی طرح سے باقی کے منسوبات تمام مذکور کرین اس کو معکوس الترتیب کہتے ہین ؎ روی و زلف مرقد صنم دیکھو ؛ سرو شمشاد و گل بہم دیکھو ؛ سرو مناسب قد

کے اور شمشاد مناسب زلف اور گل مناسب چہرہ کے ہی معلوم کیا چاہیے کہ شمشاد ایک درخت سیدھا ہے کہ اس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہین مثل سرو کے اور بمعنی مردہ کے بھی ہے جب قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہین وہ درخت سیدھا مثل سرو کے مراد ہوتا ہے اور جب زلف اور خط کو اس سے مشابہ کرتے ہین مردہ مراد ہوتا ہے چنانچہ لغت اور اصطلاح کی کتاب خصوصًا بہار عجم سے یہ بات ظاہر ہے اور اس شعر مین کہ مثال مین مذکور ہوا اس سے مردہ ہی مراد ہے قسم دوسری یہ کہ نشر کی ترتیب زلف کی ترتیب کے مطابق ہو اور نہ الٹی ہو بلکہ اسکی ترتیب درہم برہم ہو جیسے اس شعر مین ؎ داغ دل اور قطرۂ اشک آہ صبح گاہ ٭ شبنم سے مجکو اور گل و سنبل سے کم نہین

صنعت جمع اسکو کہتے ہین کہ کئی چیز کو ایک حکم کے تحت مین جمع کرین جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ سبزۂ دابر دہو اگل نہ سدا ہون یکجا ٭ ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک ٭ سبزہ اور ابر اور ہوا اور گل کو ہمیشہ یکجا ہونے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

صنعت تفریق ایک طرح کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرنے کو کہتے ہین جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ اے ابر تسم ہے مجھے رونے کی ہمارے ٭ ٹپکا تری آنکھون سے کبھی لخت جگر بھی ٭ آنکھ اور ابر پانی کے گرانے مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین لیکن اس مین باعتبار لخت جگر ٹپکنے کے فرق ظاہر کر دیا۔

صنعت تقسیم اُسے کہتے ہین کہ پہلے کئی چیزین ذکر کرین اور پھر جو جو شے اُنکے ساتھ نسبت رکھتی ہو اسکو مذکور کرین بطریق تعیین کے اس صنعت مین اور لف و نشر مین یہی فرق ہے کہ لف و نشر مین ذکر منسوبات کا بطریق تعیین کے نہین ہوتا چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور یہان بطریق تعیین کے ہوتا ہے چنانچہ اس قطعہ مین ؎ زلف اس مہوش کے رخ پر اک دخان ہے آگ پر ٭ اور رخ اس مہوش کا شعلہ ہے زیر دخان ٭ ہائے یون ہو اس دخان سے تیرہ اپنا روز عیش ٭ اور اس شعلہ سے یون روشن ہو شام دشمنان ٭ مقصود بالتمثیل اس قطعہ مین مذکور ہونا دخان اور آتش کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنون کا شعلہ سے ہے

اور ذکر زلف اور رُخ اور مہ اور مہر اور دخان اور شعلہ اور تیرہ اور روشن دو دو چیزون کا مراعاۃ النظیر کی قبیل سے اور روز اور شام طباق کے قبیل سے ہی سو یہ دونون صنعتین پہلے مذکور ہو چکی ہین اور اسی صنعت کی قبیل سے ہے کسی شے کی تمام قسمون کو ایک جائے مین اکھٹا مذکور کرنا جیسے اس شعر مین ؎ ہم اُن کی نرم مین اپنے تئین یون خوار کرتے ہین ٭ کبھی نظرون سے گرتے ہین کبھی دل سے اُترتے ہین ٭ خواری کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

صنعت جمع و تفریق وہ ہی صنعت جمع اور صنعت تفریق کو ایک جائے مین اکھٹا کرین ؎ مسلمان اور کافر سجدہ سب کرتے ہین پتھر کو ٭ اسے وہ کعبہ کہتے ہین اسے بت نام کرتے ہین ٭ مصرعۂ اول مین مسلمان اور کافر کو جمع کیا ہے سجدہ کرنے کے حکم مین اور مصرعۂ ثانی مین دونون کا فرق بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ممنون کا ؎ تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون ٭ وہی فتنہ ہے لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے ٭ اول قامت اور قیامت کو فتنہ ہونے کے حکم مین جمع کیا اور پھر ان دونون مین فرق ظاہر کیا سانچے مین ڈھلنے کا۔

صنعت جمع و تقسیم صنعت جمع اور صنعت تقسیم کے اکھٹا کرنے کو کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہے اوج عالم مین ٭ تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر ٭ مصرعہ اول مین صنعت جمع اور دوسرے مین صنعت تقسیم ہے۔

صنعت جمع و تفریق و تقسیم تینون صنعتون کے اکھٹا کرنے کو کہتے ہین جیسے اس قطعہ مین ؎ مری آہ اور تراطرہ ہے سنبل شکل مین لیکن ٭ وہ خار سوختہ یہ شاخ سرو جوئباری کی ٭ سدا اس خار سے دوزخ کو ہے امید آتش کی ٭ سدا اس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی ٭ مصرع اول شعر اول مین صنعت جمع اور دوسرے مصرعہ مین تفریق اور دوسرے شعر مین تقسیم ہے۔

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح سے ہی کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے مانند اسکے متصف اسی صفت کے ساتھ حاصل کرین واسطے مبالغہ کے تاکہ یہ معلوم ہو

کہ وہ پہلی شے اس صفت مین ایسی کامل ہو کہ اس سے ایک اور شے موصوف باین صفت حاصل ہو سکتی ہو یہ صنعت عربی مین بہت طرح سے مستعمل ہوتی ہے اور علی ہذا القیاس فارسی مین بھی لیکن اردو مین بھی کئی طرح سے اس کا استعمال پایا جاتا ہے اول یہ کہ جس چیز سے کوئی چیز اور اسی صفت کی حاصل کرین اسکے ساتھ حرف سے کا کہ اردو مین حرف از کا ترجمہ ہے مذکور کرین جیسے اس شعر مین ؎ آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ پل مین ہو گیا ۔ داغ دل سے آفتاب روز محشر آفکار ۔ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبہ کو پہونچا ہے کہ اس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہو اور یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہے لیکن جو معنی مشابہ کے بطریق تجرید کے مستفاد ہوے اسکو اصطلاح مین تشبیہ نہین کہتے چنانچہ یہ حال تشبیہ کی بحث مین مفصل معلوم ہو چکا ہو دوسری قسم یہ کہ جس شے سے کچھ اور شے حاصل کرین اس شے کو حاصل ہونے والی چیز کا ظرف ٹھہراوین جیسے اس شعر مین ؎ ہے کوچۂ جانان مین جنت کا سراغ ان کو ۔ عشاق تو اب وان سے مر کر بھی نہ نکلین گے ۔ مراد یہ ہے کہ کوچۂ جانان خود جنت ہو لیکن کوچۂ جانان سے جنت کو حاصل کیا ہے بطریق اس صنعت کے گویا جنت اس کوچہ مین آمادہ اور مہیا ہے ۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کسی حرف کا واسطہ نہو خواہ سے جیسے اس شعر مین ؎ مجھے دیکھکر تیغ کو دیکھتے ہین ۔ غرض یہ کہ ہو خون ناحق کسی کا یعنی غرض یہ ہے کہ خون ناحق میرا ہو حاصل یہ ہے کہ اپنے تئین ناحق کشتہ ہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف ظرف کا یعنی مین اور نہ کسی اور حرف کا مثل سے کے جیسے اوپر کی دو مثالون مین تھا ۔ چوتھی قسم یہ کہ کوئی شے بطریق کنایہ کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین ؎ دیکھنا آئینہ ہر دم کا نہین ہے بے وجہ ۔ ظاہرا وہ بھی ہین عاشق کسی مہ پارہ کے ۔ آئینہ دیکھ کر کسی مہ پارہ پر عاشق ہونا ظاہر ہے کہ اپنے اوپر عاشق ہونا ہے کیونکہ آئینہ مین صورت اپنی نظر آتی ہے پس معشوق سے ایک اور مہ پارہ ایسا

حاصل کیا کہ وہ اُس پر عاشق ہوا ہے۔ پانچوین قسم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سے آپ یا تین کو مثلاً اپنے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول نہو اور پھر سمجھ کر اپنے آپ سے کہے کہ تیری کیا محال ہے کہ اس کو حاصل کرے سی قبیل سے ہی اکثر مقطع مین اپنا تخلص مذکور کرکے اپنے سے خطاب کرنا مثلاً یہ مقطع سودا کا ؎ سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات ٭ اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی ایضاً سودا کبھو نہ مانیو واعظ کی گفتگو ٭ آوازۂ دہل ہے خوش آیند دور کا مقطع میر تقی کا ؎ سچ بتلاؤ میر جی صاحب کیا ہے اگر یہ سانگ نہین ٭ گرمی سبزہ رنگون سے اور گھر مین بھوتی بھانگ نہین ٭ مقطع شیخ ابراہیم ذوق سلمہ اللہ تعالی کا ؎ میکدہ مین ایک پگڑی کل ہوئی تھی رہن مے ٭ ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو ٭

صنعت مبالغہ مقبولہ معلوم کیا چاہیے کہ مبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو شدت یا ضعف مین اس حد تک پہونچاوین کہ اس حد تک اس کا پہونچنا بعید ہو یا محال ہو تاکہ سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کی شدت یا ضعف کا کوئی مرتبہ باقی ہے اور اس وصف کا اس حد تک پہونچانا تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ موافق عقل اور عادت کے ممکن ہو یعنی اس حد تک پہونچنا نہ عقل کے نزدیک ممتنع ہو اور نہ عادت سے باہر ہو اسکو تبلیغ کہتے ہین اسکی مثال یہ شعر ہے سودا کا ؎ پہونچے ہم آرزوئے وصل مین نزدیک مرگ ٭ سو جھمی ہے تکل ملاقات بہت دور ہمین ٭ کسی شے کی آرزو مین مرگ کے نزدیک پہونچنا نہ موافق عقل کے محال ہے اور نہ باعتبار عادت کے دوسرا یہ ہے کہ باعتبار عقل کے ممکن ہو اور باعتبار عادت کے محال ہو اسکو **اغراق** کہتے ہین چنانچہ اس قطعہ مین سودا کے ؎ اسقدر رکھتی ہے صولت اسکی شمشیر و سپر ٭ گر صف اعدا مین جا کر کیجیے اسکا بیان ٭ ڈال دے روئین تن اس ہنگام میدان مین سپر ٭ مُو سے باریک اپنی گردن کو بنا دین سرکشان ٭ شمشیر اور سپر کے ذکر سے میدان مین روئین تن کا سپر ڈال دینا اور سرکشون کا گردن حاضر کرنا باعتبار عادت کے

نہین ہوسکتا لیکن عقل اس امر کو ممکن جانتی ہی اسی قبیل سے ہے شعر میر حسن تسکین کا کہ راقم کے دوستون مین سے ہے ؎ اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بیدرد ٭ میرے بچنے کی دعا مانگے ہے ٭ ایسے شخص کا کہ کمال بیدرد ہو ایسے کے حق مین کہ وہ بے درد اسکا دشمن بھی ہو بچنے کی دعا مانگنا باعتبار عادت کے بعید ہے لیکن باعتبار عقل کے ممکن ہی تیسرا یہ کہ باعتبار عقل اور عادت دونون کے محال ہو اسکو **غلو** کہتے ہین جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ بندوبست ایسا ہے عالم مین کہ تار عنکبوت ٭ کرگدن کے واسطے رکھتا ہے حکم ریسمان **ایضاً** بجا ہے کہ لوہو کا دریا بہاؤن ٭ یہ کشتی فلک کی لہو مین ڈباؤن ٭ ظاہر ہے کہ مکڑی کے جالے کو کرگدن کے واسطے ریسمان کا حکم رکھنا اور گریہ سے لہو کا دریا بہانا اور کشتی فلک کو اس لہو مین ڈوبانا نہ باعتبار عقل کے امکان رکھتا ہی اور نہ باعتبار عادت کے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ ان تینون قسمون مین سے تبلیغ اور اغراق دونون مقبول ہین اور تیسری قسم جب مقبول ہوتی ہی کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کرین کہ اسکو قرین صحت کے کردے جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن ٭ جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا ٭ مقصود یہان بیان ہے اس امر کا کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھولنے کے عرصہ مین جاتی رہتی ہے اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہوسکتا کسواسطے کہ ایک ساری فصل کا اس عرصۂ قلیل مین بسر ہوجانا نہ باعتبار عادت کے ہے اور نہ عقل مین آتا ہے لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا وہ امر مقرون بہ صحت ہوگیا کسواسطے کہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہے اور یہی امر اسکے واسطے خزان ہے **ایضاً** عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین ٭ ایک سا احوال یان بھی ہے گدا و شاہ کا ٭ عشق کی منزلت اور مرتبہ مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا لیکن جب یہ کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہے وہ امر مقرون بہ صحت ہوگیا کسواسطے کہ حق جل وعلی کے نزدیک بھی گدا اور شاہ برابر ہین یا مبالغہ کے ساتھ خیالات نازک اور لطیف ہون تاکہ ان خیالات نازک اور لطیف کی

لذت اور حسن کے سبب وہ مبالغہ باوجود قرین صحت نہ ہونے کے بلغا کی طبیعت مین مقبول ہوجاوے جیسے سودا کا شعر ؎ یاد مین اُسکے گر عدو دیکھے اپنے باپ کو ٭ مان سے کہے تجھے حلال ایک ہے اور حرام دو ٭ اس شعر مین مبالغہ ہے تلوار کی تیزی مین یعنی اس تلوار کی یاد کے حال مین اگر دشمن ممدوح کا اپنے باپ کو دیکھے اس تلوار کی یاد کے اثر سے اسکی نگاہ مین اسقدر تیزی بہم پہونچے کہ اس تیزی نگاہ سے اسکے باپ کے دو ٹکڑے ہوجاوین ہرچند یہ امر بعید اور باعتبار عادت اور عقل کے ممتنع ہے لیکن ازبسکہ خیالات نازک اور لطیف مین بندھا ہے طبیعت کو بہت پسندیدہ معلوم ہوتا ہے یا مبالغہ بطور ہزل کے واقع ہوا ہو جیسے ان شعرون مین سودا کے کہ گھوڑے کی ہجو مین کہے ہین ؎ کمر وہے اسقدر کہ اگر اسکی نعل کا ٭ لوہا گلا کے تیغ بناوے کبھو لہار ٭ ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ ٭ رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار ٭ گر باندھ کر سہ منزلہ سے پھینک دین اسے ٭ ٹھیکے بغیر تین نہ اُترینگا زنہار ٭ پہلے دو شعرون مین مبالغہ کمردی مین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا نہین ہوسکتا کہ کمردی کی تاثیر مین نعل مین وہ اثر ہوجاوے کہ اسکے لوہے کی بنی ہوئی تلوار چل نہ سکے اور تیسرے شعر مین مبالغہ ہے گھوڑے کے ضعف مین اور یہ ظاہر ہے کہ باندھ کر ڈال دینے کے وقت بسبب ضعف کے تین ٹھیکے لیکر اُترنا ممکن نہین کیونکہ اسوقت گرنا بے اختیاری ہے اور ضعف مین توقف کرنا اختیار سے ہوتا ہے لیکن ازبسکہ یہ بطور ہزل کے ہے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت مذہب الکلامی وہ ہے کہ کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل کے نتیجہ مطلوب کا حاصل ہوجاوے جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا ٭ تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہو پیدا ٭ اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پر ہے کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ لیکر عدم سے پیدا نہو لیکن وہ آب و دانہ لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہے اسی طرح سے ہین یہ دو شعر اسی قصیدہ کے ؎ بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف ٭

ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا ؛ جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن ؛ تو خار و خس نہ کرے شعلہ کو کبھو برپا ؛ صورت دلیل کی ان دونون شعرون مین اس طرح پر ہے کہ اگر ضعفا بلند ہمت نہ ہون تو ہلال عید باین ضعف و ناتوانی عالم کی روزہ کشائی نہ کرے لیکن روزہ کشائی کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ ضعیف بلند ہمت ہین اور اگر ناتوان دشمن کی دستگیری نہ کرین تو خار و خس باین ناتوانی شعلہ کو کہ دشمن ہی برپا نہ کرے لیکن کرتا ہے پس نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ناتوان دشمن کے دستگیر ہین لیکن اس صنعت کا لطف جبتک کہ علم معقول مین کچھ دستگاہ نہ رکھتا ہو حاصل ہونا بہت دشوار ہی اور راقم کے خیال مین آیا تھا کہ اس مقام مین چند اصطلاحین منطق کی بھی لکھے تاکہ اسکو سمجھ کر دلیل کی حقیقت اور اس سے نتیجہ کا نکالنا معلوم کرین لیکن بعد تامل کے معلوم ہوا کہ بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہوگا اسواسطے ترک کیا۔

صنعت حسن التعلیل اسکو کہتے ہین کہ کسی وصف کے واسطے کسی شی کو علت ٹھہراوین اور وہ شی حقیقت مین اس کی علت نہو معلوم کیا چاہیے کہ وہ وصف کہ جسکے واسطے کسی شی کو علت ٹھہرایا ہے یا فی نفسہ ثابت ہے یا نہین اگر وہ وصف فی نفسہ ثابت ہے تو وہان اس وصف کے واسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہی اور اگر وہ وصف فی نفسہ ثابت نہین تو وہان علت کے بیان سے اس وصف کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ وصف کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دو طرح پر ہے اول یہ ہی کہ سوا اس علت ٹھہرائی ہوئی کے اس وصف کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرا یہ ہے کہ سوا اس کے کوئی اور علت ظاہر نہو اور وہ وصف کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنے سے ثابت کرنا اس وصف کا مقصود ہے وہ بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس وصف کا موجود ہونا ممکن ہے اور دوسرا یہ کہ محال ہی پس اس صنعت کی چار قسمین ہین قسم پہلی یہ کہ وہ وصف ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو قسم دوسری یہ کہ وہ وصف ثابت ہو اور سوا اس علت ٹھہرائی ہوئی کے کوئی اور علت ظاہر نہو قسم تیسری یہ کہ

وہ وصف ثابت نہو اور موجود ہونا اس وصف کا ممکن ہو قسم چوتھی یہ کہ وہ وصف ثابت نہ ہو اور موجود ہونا اس وصف کا محال ہو مثال پہلی قسم کی یہ شعر سودا کا ہے زمانے کی مذمت مین ؎ اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور ٭ منھ پر جو ہووے شمع کے تو جل مرے پتنگ ٭ جل مرنا پتنگ کا ایک وصف ثابت ہی اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بسبب شعلہ شمع کے ہے لیکن شاعر نے اسکی علت حسد کو ٹھہرایا ہے یہ مضمون بہت خوب بندھا تھا لیکن چونکہ مصنف نے ایک اور قصیدہ کے مطلع مین باندھ لیا وہ مضمون مبتذل ہو گیا اور وہ یہ ہے ؎ اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ ٭ جلتا ہے چنار اس سے رخ گل پہ ہے جو رنگ ٭ اور اس جاے مین بھی چنار کا جلنا ظاہر ہے کہ بسبب اسبات کے ہے کہ چنار کا مزاج گرم ہوتا ہی اور شاعر نے علت اسکے حسد اور بغض کو قرار دے لیا اسی قبیل سے ہے یہ شعر سودا کا ؎ کس کے ہین نہ زمین دیدۂ نمناک ہنوز ٭ جا بجا سوت ہین پانی کے تہ خاک ہنوز ٭ ایضاً ہمرہ صبا کے خاک بھی ہے میری دربدر ٭ جاتی نہین ہے مجھ سے تری جستجو ہنوز ٭ ایضاً اے شمع کچھ نہین غم پروانہ تجکو حیف ٭ ٹک دیکھ تو پر آب ہے چشم لگن ہنوز ٭ چشم لگن یعنی اسکے دور کا آب سے پر ہونا پگھلی ہوئی چربی کے سبب سے ہے کہ شمع سے گرتی ہے اور شاعر نے علت اسکی اور مذکور کی سوائے علت معلومہ کے ایضاً یہ دو شعر ایک قصیدہ کے ؎ نکوئی جو کرے دنیا مین ہووے وہ پامال ٭ بسان جادہ کسیکو تو راہ مت بتلا ٭ پامال ہونا جادہ کا اس سبب سے ہے کہ لوگ اس پر چلتے ہین اور اس امر مین کچھ خصومت اور دشمنی کو دخل نہین لیکن شاعر نے نیکی کرنے کو اسکی علت ٹھہرا لیا ؎ فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش ٭ کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما ٭ نقش پا کو راہنما کرنا اس سبب سے ہی کہ اسکے نشان سے منزل تک پہونچ جا سکتے ہین اور شاعر نے اسکی افتادگی کو سبب گردان دیا ہے ایضاً جذب طوفان نہ زمین سے ہوتا ٭ کسی کی تشنہ لبی مدفون ہے ٭ جذب طوفان حقیقت مین بسبب امر الٰہی کے تھا چنانچہ قرآن مین آیا ہے یا ارض ابلعی ماءک یعنی اے زمین فرو کر لے تو اپنے پانی کو

ہے عیان ہے شوق ملنے کا مرے نامہ کے کاغذ سے ٭ کہ جب کھولے ہی تو اسکو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے ٭ لپٹنا خط کے کاغذ کا حقیقت مین بسبب پیچیدگی کے ہی نہ اس علت سے کہ شاعر نے مذکور کی مثال دوسری قسم کی یہ شعر سودا کا ہے چمن ہے کس کے گرفتار زلف وکاکل کا ٭ کہ اسقدر ہے پریشان حال سنبل کا ٭ سنبل کا پریشان ہونا ایک وصف ثابت ہے اور یہ ظاہر نہین ہے کہ وہ پریشان کسواسطے ہی لیکن شاعر نے یہ ٹھہرالیا کہ چمن کسی کے زلف پر عاشق اور سنبل اس سبب سے پریشان ہے مثال تیسری قسم کی یہ شعر مومن خان سلمہ اللہ تعالی کا ہے اُس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل ٭ مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا ٭ معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اسکی تعظیم ہے اور ظاہر اور متعارف یہ ہے کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظیم سے ذلیل ہونا ایک وصف ہے کہ فی نفسہ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہی کہ وہ امر کسی کے حق مین موجب ذلت کا ہو جاوے اور از بسکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسی واسطے مصرعۂ ثانی مین اسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اس جگہ نقش پاے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچہ مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام مین اسطرح کے امر کا ظہور مین آنا موجب ننگ کا ہی اور اسی قبیل سے ہے یہ شعر امام بخش ناسخ کا ہے مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا ٭ آفتاب اتنا چڑھا اونچا کہ تارا ہو گیا ٭ رفعت کی حرص سے مرتبہ کا کم ہونا وصف غیر ثابت ہے کیونکہ متبادر یہ ہے کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر امکان رکھتا ہی اور اسکی علت مصرعۂ ثانی مین مذکور ہے یعنی آفتاب جب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہو جاوے تو البتہ بہت خرد معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبہ کا کم ہونا ثابت ہو گیا مثال چوتھی قسم کی یہ شعر ہے ہمین دن بھی برنگ شب ہے جب تو اٹھ کے جاتا ہے ٭ کہ شب ہوتی ہے جب خورشید اپنا منھ چھپاتا ہے ٭ دن کا شب ہو جانا ایک وصف غیر ثابت ہے اور محال ہے لیکن وہ علت کہ مصرعۂ ثانی مین مذکور ہوئی مثبت اس وصف کی ہے واللہ اعلم بالصواب صنعت تاکید المدح بما یشبہ بالذم یعنی تعریف کی تاکید کرنا ایسے لفظون سے کہ وہ

مشابہت ہجو سے رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین ہجو پر دال ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور یہ صنعت دو طرح پر ہے قسم اول یہ ہے کہ بُری صفت کسی چیز مین سے نفی کرین اور اس بُری صفت مین سے ایک اچھی صفت بری صفت مین داخل ٹھہراکر اس چیز کے واسطے علٰحدہ کرلین تاکہ اون پر متوہم ہو کہ شاید بواسطۂ حرف استثنا کے کوئی بری صفت اس مین ثابت کریگا اور فی نفسہ دیکھا تو مدح ہے جیسے کہین کہ فلانے شخص مین کچھ عیب نہین الا یہ کہ ہمیشہ مفلس رہتا ہے بسبب کثرت عطا کے اول جمیع عیب کی اس سے نفی کی پھر ایک اچھی صفت کو ان عیبون مین سے علٰحدہ کیا الا کے لفظ کے ساتھ اس سے یہ مفہوم ہوا کہ شاید اُس کے عیب بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ مفلسی بھی عیوب مین سے ایک عیب ہے باعتبار ظاہر اور عرف کے لیکن جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مفلسی کمال ہنر ہے کسواسطے کہ اس سے مبالغہ سخاوت مین پایا گیا اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ نہین ہے مجھ مین بُرائی کچھ اور اس کے سوا ؛ کہ مین بُرا ہون رقیبون کی چشم بد بین مین ؛ کسی کی آنکھون مین بُرا ہونا باعتبار عرف کے ایک امر بد ہے لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص رقیبون کی آنکھ مین بُرا ہے ثابت ہوگیا کہ واقع مین اچھا ہے کسواسطے کہ رقیب بنا بر حسد کے بُرا جانا کرتے ہین باعتبار نفس الامر کے قسم دوسری یہ کہ ایک صفت مدح کی کسی چیز کے واسطے ثابت کرین اور پھر حرف استثنا کا یعنی لیکن یا مگر یا سوا وغیرہ لاوین اور بعد اسکے پھر ایک صفت مدح کی اور مذکور کرین جیسے اس شعر مین ؎ رخ دلبر اگرچہ ماہ چرخ حسن ہے لیکن ؛ رخ خورشید چھپتا ہے جو وہ بے پردہ ہوتا ہے ؛ اسی قبیل سے ہوسکتا ہے ممنون کے شعر کا مصرع ثانی بھی ؎ تفاوت قامت یار اور قیامت مین نہین ممنون ؛ وہی فتنہ ہے لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے ؛ پہلے کہا وہی فتنہ ہے اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اس کے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے اور قید لفظ مصرع ثانی کی اس مقام مین اس واسطے کی ہے کہ مع مصرع

اول کی صنعت جمع اور تفریق کی مثال ہو جاویگا چنانچہ اُس مقام مین بھی یہی شعر مذکور ہو چکا ہے اور کبھی صفت دوسری اس طرح واقع ہوتی ہے کہ ظاہر مین ہجو ہو لیکن جب غور کرین تو معلوم ہو کہ وہ کمال مدح ہے چنانچہ اس شعر مین ؎ ترا عدل سارے جہان پر ہے لیکن ؛ رہے ہے ترا ظلم دائم ستم پر ؛ دائم ظلم رہنا اسلوب ہجو کا ہے لیکن ستم پر ظلم کا رہنا کمال عدل ہے۔

تاکید الذم بما یشبہ بالمدح یعنی ہجو کی تاکید کرنی ایسی لفظون کے ساتھ کہ وہ مشابہت مدح سے رکھتی ہون اور یہ بھی دو قسم پر ہے قسم اول یہ ہے کہ صفت مدح کی کسی چیز سے نفی کرین اور ایک صفت ہجو کی اس مدح کی صفت مین داخل ٹھہرا کر اسکے واسطے الگ کر لین چنانچہ اس شعر مین ؎ چرخ سفلہ پرور مین بو نہین نکوئی کی ؛ ہان مگر ستم وہ بھی صرف ہے ہنر ور پر ؛ قسم دوسری یہ کہ کسی چیز کے واسطے ایک صفت ہجو کی ثابت کرین اور بعد اسکے ایک صفت ہجو کی اور مذکور کرین حرف استثنا کے ساتھ چنانچہ دوسرا مصرع اس شعر کا ؎ علم کی نہین کچھ قدر جہل کو ترقی ہے ؛ دہر ہے ستم گستر لیک سفلہ پرور بھی ؛ معلوم کیا چاہیے کہ شعراے فارس اور ہند نے اس صفت مین تصرف کر کے ایک قسم اور نکالی ہے حق یہ ہے کہ اس کا لطف حیطۂ بیان سے باہر ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ کسی چیز کے واسطے ایک صفت مدح کی ثابت کرین اور پھر اسکے ساتھ ایسی ایک چیز شامل کر دین کہ وہ صفت مدح کی بعینہ ہجو ہو جاوے جیسے اس شعر مین ؎ فلک بے بہرہ آب و خور سے کب رکھے غریبون کو ؛ سدا کھانے کو غم خون جگر پینے کو دیتا ہے ؛ آب و خورش سے غریبون کو بے بہرہ نہ رکھنا صفت مدح کی ہے لیکن جب دوسرے مصرع مین مذکور ہوا کہ کھانے کو غم ہے اور پینے کو خون جگر وہ مدح بعینہ ہجو ہو گئی۔

صنعت استتباع وہ ہے کسی شخص کی ایسی طرح مدح کرین کہ اس مدح سے ایک اور مدح حاصل ہو جاوے جیسے اس قطعہ مین سودا کے اس قصیدے مین سے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مدح مین لکھا ہے **قطعہ** خوگر تو خلق و حلم و حیا سے

اگر نہو ؛ اور ہو تری نگاہ بہ اعمال عاصیان ؛ تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے ؛ بارود کا ہے تو وہ زمین اور آسمان ؛ غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا کی ہے اور اس کو اس طرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی ۔

صنعت ادماج وہ ہے کہ کلام مین ایک مدعا متضمن دوسرے مدعا کا ہو وے خواہ مدح ہو خواہ سوا مدح کے اور کچھ ۔ اس صنعت مین اور استتباع مین یہی فرق ہے کہ اسمین مدح کی خصوصیت ہے اور اسمین مدح کی خصوصیت نہین پس یہ صنعت عام ہوئی اور استتباع خاص اور حدائق البلاغت کے مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس طرح کا کلام جب مدح مین واقع ہو اسکو استتباع کہتے ہین اور جب غیر مدح مین واقع ہو اسکو ادماج کہتے ہین اس صورت مین ادماج بھی خاص ہو جاتا ہے اور ادماج اور ایہام مین یہ فرق ہے کہ ایہام مین ایک لفظ مشتمل دو معنی یا زیادہ کا ہوتا ہے چنانچہ اس صنعت کے موقع مین مفصل بیان ہو چکا اور ادماج مین سارا کلام دو معنی کا فائدہ دیتا ہے بہرکیف مثال ادماج کی یہ شعر ہے ؎ وصل کی شب ہے آج تو اے گردون اتنی بات تو کر ؛ آٹھ برس کے بعد ملے ہین آٹھ پہر کی رات تو کر ؛ مدت مدید کے بعد وصل کا حاصل ہونا بیان کیا اور اسکے ضمن مین آسمان کی شکایت بھی اس امر کی مذکور کی کہ یہ شب وصل کے دراز ہونے کو نہین چاہتا اور یہ امر سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی قبیل سے ہے یہ شعر بھی سودا کا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تیغ کی تعریف مین ؎ اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال ؛ بے اختیار ہو کے پکارے کہ الامان ؛ اس شعر مین سے دو مطلب نکلتے ہین ایک یہ کہ اس شمشیر کی برش اس غایت مین ہے کہ ملک الموت باوجودیکہ سارے جہان کی جان کا خواہان ہے لیکن اسکی برش سے حال عالم پر رحم کھا کر بے اختیار پکارے کہ الامان یعنی اس سے زیادہ اب قتل مت کر اور دوسرا یہ کہ اس کی برش سے ملک الموت بھی اپنی جان کا خوف کر کے الامان پکارے ۔

صنعت توجیہ اور اس صنعت کو محتمل الضدین بھی کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین دو ضد کا

احتمال ہوتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہوسکتا ہو یعنی ایک کلام سے معنی مدح اور ہجو کے دونون نکل سکتے ہون۔ مثلاً کسی سے کسی کو ایک طرح کا رنج پہونچا اور وہ دونون ایک محفل مین حاضر ہون تو یہ شخص اسکے حق مین بظاہر دعا کرے اور کہے کہ اس بزم مین تیرا جام لبریز ہو ایک معنی یہ ہین کہ شراب سے تیرا جام لبریز ہو اور دوسرے یہ کہ تو مرجاوے مثلاً داغ کا یہ شعر کوستے ہین وہ آکہی کہ دعا دیتے ہین ؛ داغ کو دیکھ کے کہتے ہین یہ ناشاد نہو ؛

صنعت الہزل الذی یراد بہ الجد ہزل مسخرگی کرنے کو کہتے ہین اور جد جیم کے کسرہ سے درستی اور کوشش کو یعنی ایسی مسخرگی کہ اس سے مراد جد ہو اور یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام بطور مسخرگی اور ٹھٹھول کے ہو لیکن مراد اس سے ہزل نہو بلکہ خلاف ہزل کے مراد ہو ؎ اہل دنیا کو خواہش زر ہے سدا ؛ اور سر مین خمار ہے ہمیشہ مے کا ؛ زر حنفیہ ہے اور طالب اسکا ہے سگ اور بادہ ہے خون حیض زال دنیا ؛ ظاہر مین یہ کلام بطور ہزل کے ہے لیکن واقع مین سراسر فائدہ اور پند ہے اسی قبیل سے ہوسکتی ہے یہ رباعی شیخ ابراہیم ذوق کی ؎ یہ کہہ کے ملائک ہین فلک پر روتے ؛ اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے ؛ غفلت مین بھی یہ رہے ہے اتنا ہشیار ؛ شیطان کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے ؛ اور ازبسکہ اغلب اوقات احتلام کے وقت شیطان عورت کی صورت مین اپنے تئین حاضر کرتا ہے مصرع رابع کا لطف زیادہ تر ہوگیا۔

صنعت تجاہل العارف شی معلوم کو نامعلوم کے قائم مقام کرنا کسواسطے کہ تجاہل کے معنی ہین جانکر انجان بننا اور عارف کے معنی ہین جاننے والا اور سکاکی مفتاح العلوم کے مصنف نے اسکا نام **سوق المعلوم مساق غیرہ** رکھا ہے اور کہا کہ چونکہ یہ صنعت کلام ابد مین بھی مستعمل ہے اسواسطے تجاہل کی لفظ کے ساتھ اسکا نام لینا مین اچھا نہین جانتا بہرکیف تجاہل عارف سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے چنانچہ مثال مین معلوم ہوویگا جیسے یہ شعر جرأت کا ؎ صنم کہتے ہین تیرے بھی کمر ہے ؛ کہان ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے ؛ اس جاے مین کمر کے باریک ہونے مین مبالغہ منظور ہے شعر سودا کا ؎ پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہون مین ؛ کس لطف کی امید پہ یہ جور سہون مین ؛ ہرچند یہ شخص جانتا ہے کہ

معشوق کو عاشق پر جور کرنا اور لطف نکرنا اپنا معلوم ہے لیکن اس گمان مین کہ شاید اُس کے خیال سے یہ بات گذر گئی ہو تنبیہًا اسکو یاد دلاتا ہی گویا کہ وہ اپنے جور کرنے اور لطف نکرنے پر مطلع نہین ہی اور یہ بھی منظور ہی کہ شاید اس امر پر متنبہ ہو کر لطف کرنے لگے **ایضًا** رہ گیا ہے مہ نو عید کا کس کے پیارے ؛ کھول کر ہاتھ تمنائے ہم آغوشی مین ؛ ہر چند اپنے نزدیک یہ بہ یقین جانتا ہی کہ مہ نو معشوق ہی کی تمنائے ہم آغوشی مین ہاتھ کھول کر رہ گیا ہی لیکن تجاہل کر کے پوچھتا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ معشوق اپنی زبان سے اس امر کو بیان کرے **صنعت القول بالموجب** یہ صنعت دو قسم پر ہی قسم اول یہ کہ غیر کے کلام مین ایک صنعت ایسی واقع ہو کہ وہ غیر اس صفت کو جب کسی شے کے واسطے ثابت کرے تو اس صفت کو سوا اس شے کے کسی اور شے کے واسطے ثابت کردے مثلاً جسوقت کسی شخص متکبر اور دولتمند غرور و نخوت سے کسی جاے مین اسواسطے آوین کہ از روے غضب کے غربا کو اس مکان سے جلاوطن کردین اور وہ لوگ اُن سے جلاوطن اور ذلیل نہو سکین تو ایسے محل مین تو کہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم وہان جاتے ہین تاکہ حق حقدار کو پہونچا دین اور حق حقدار ہی کو پہونچا یعنی ان لوگون نے حق دار بطریق کنایہ کے اپنے تئین قرار دیا تھا اور تو نے سوا انکے حقدار ہونا غربا کے واسطے ثابت کیا قسم دوسری یہ کہ جو لفظ غیر کے کلام مین واقع ہو تو اس لفظ سے ایسے معنی مراد رکھے کہ اس غیر کو وہ معنی مراد نہین مثلاً کوئی شخص کسی بخیل کے گھر مہمان جاوے اور کھانے کے وقت وہ کہے کہ مین نے ہاتھ دھولیا تو یون کہے سچ ہے تو نے کھانے سے ہاتھ دھولیا اسکی مراد یہ تھی کہ مین نے ہاتھ پانی سے دھولیا ہے اب کھانا کھاؤن گا اور اس لفظ سے تو نے یہ مراد رکھی کہ وہ کھانے سے مایوس ہی اسی قبیل سے ہے یہ مشہور شعر ؎ لوگ مرنے کو بھی کہتے ہین وصال ؛ یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہین ہم ؛ قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہی اور لوگ حق سے واصل ہونا مراد رکھتے ہین جرأت کا شعر ؎ وہ نہ آئے تو یہ ہو جائے غلط ؛ کہ بن آئے نہین مرتا کوئی ؛ بن آئے نہ مرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنے سے بغیر معشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہے ۔

صنعت اطراد یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ ممدوح کا نام مع آباو اجداد ممدوح کے علی الترتیب بیان کرین مثلاً زید ابن فلان ابن فلان الخ غیرہا اور کبھی آباو اجداد سے شروع کرتے ہین اور بعد انکے ذکر کے ممدوح کا نام لیتے ہین مثلاً پوتا فلانے کا اور بیٹا فلانے کا زید
صنعت تعجب اس طرح سے ہے کہ کلام مین کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین اور اس سے کوئی غرض منظور ہو جیسے اس شعر مین ؎ یہ نالے وہ ہین کہ پتھر کے پار ہوتے ہین ؛ عجب ہے دل مین ترے کچھ اثر نہین ہوتا ؛ فائدہ تعجب کا اس شعر مین مبالغہ ہے معشوق کی سنگدلی مین
صنعت اعتراض وہ ہے کہ کلام مین ایسا لفظ مذکور کرین کہ کلام بغیر اسکے بھی تمام ہو سکتا ہو اسکو حشو بھی کہتے ہین اور حشو کی تین قسمین ہین اول یہ کہ کلام اس کے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہو جاوے اسکو حشو قبیح کہتے ہین قسم دوسری یہ کہ کلام مین اس سے حسن اور لطف زیادہ ہو جاوے اس کو حشو ملیح کہتے ہین قسم سیری یہ کہ نہ چندان قبیح ہو اور نہ چندان ملیح بلکہ حسن اور قبح مین متوسط ہو لیکن حشو قبیح کہ جس کے سبب سے کلام بے لطف اور کم رتبہ ہو جاوے فصحا کے کلام مین واقع نہین ہوتا اس صورت مین یہ محسنات کلام سے نہوا اور حشو ملیح کہ حسن کلام کا موجب ہے کثیر الوقوع ہے جیسے اس شعر مین سودا کے ؎ اس آستان فلک مرتبت کو تا بہ ابد ؛ رہے کنیز شب قدر روز عید غلام ؛ لفظ فلک مرتبت کا کلام کے تمام مین کچھ دخل نہین رکھتا کسواسطے کہ جملہ دعائیہ فقط اسقدر ہے شب قدر کنیز اور روز عید غلام اس آستان کا رہے اور جیسے اس شعر مین ؎ حضرت ناصح سے یہ کہدو کہ اب کیا کیجے ؛ دل جو بندہ تھا خدا کا سو بتون کا ہو رہا ؛ مطلب یہ ہے کہ دل بتون کا ہو رہا اور لفظ بندہ تھا خدا کا حشو ہے مگر بتون کی مناسبت سے ذکر اس کا لطف سے خالی نہین پوشیدہ نرہے کہ اس مقام تک صنائع معنوی تمام ہوئین اب آگے صنائع لفظی کی اقسام شروع کیجاتی ہین حق جل وعلا سے امید ہے کہ جس طرح سے صنائع معنوی کو بالتمام پہونچایا اسی طرح سے صنائع لفظی کو بھی زیور اتمام پہناوے واللہ ولی التوفیق

چھٹمن دوسرا صنائع لفظی مین

صنعت جناس وہ ہے کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین متغائر اُسکو تجنیس بھی کہتے ہین اور تجنیس کی کئی قسمین ہین قسم اول تجنیس تام اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ متفق ہون نوع مین یا عدد مین یا ہیئت مین یا ترتیب مین پس اگر وہ دونون لفظ ایک نوع سے ہون یعنی دونون اسم ہون یا دونون فعل اُسے تجنیس متماثل کہتے ہین مثلاً ذکر آہنگ کا ایک جگہ بمعنی آواز کے اور دوسری جگہ بمعنی قصد کے یا ذکر ساعت کا ایک جگہ بمعنی قیامت کے اور دوسری جگہ بمعنی ساعت نجومی کے یعنی اڑھائی گھڑی سے

آہنگ نہ تھا یان تلک آنے کا دے ۔ سنکر آہنگ ساز محفل آئے ۔ اور اگر دونون لفظ ایک نوع سے نہ ہون بلکہ نوع دونون کی علیحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو اور دوسرا فعل اُسکو تجنیس مستوفی کہتے ہین مثلاً لفظ راکھ کا ایک جگہ بمعنی خاکستر کے اور دوسری جگہ امر رکھنے سے کیواسطے کہ عوام کی زبان مین رکھنے کو راکھنا بھی کہتے ہین اسی قبیل سے ہے سویا بمعنی ساگ معروف اور صیغہ ماضی کا سونے سے اور پیا بمعنی معشوق یا شوہر کے اور صیغہ ماضی کا پینے سے اور دیا بمعنی چراغ کے اور صیغہ ماضی کا یا بمعنی امر کے یعنی دیکر چلا آ اور جلا بمعنی صیقل کے اور امر جلانے سے جیسے اس شعر مین ؎ شمشیر کو اپنی جب جلا دے ۔ سو فتنۂ مُردہ کو جلا دے ۔ اور ایسی دو لفظون مین سے اگر ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب اُسکو جناس ترکیب اور تجنیس مرکب کہتے ہین پس یہ دو لفظ یعنی مفرد اور مرکب اگر لکھنے مین موافق ہون تو اسکو تجنیس مرکب متشابہ کہتے ہین اگر متشابہ نہون تو اسکو تجنیس مرکب مفروق کہتے ہین متشابہ اسواسطے کہ دونون لکھنے مین ایک دوسرے کے مانند ہین اور مفروق اسواسطے کہ دونون لکھنے مین جدا ہین مثال تجنیس مرکب متشابہ کی جیسے جانا ایک جگہ بمعنی مصدر کے اور دوسری جگہ بمعنی نہی کے یعنی جامت مصدر لفظ مفرد ہے اور نہی کے معنی مین مرکب ہے جا اور نا سے کہ حرف نفی کا ہے اور لکھنے مین دونون کی ایک صورت ہے

مثال تجنیس مرکب مفروق کی جیسے رسا یعنی رسن اور رس کے مانند اول رسا رسے اور سین مشدد اور الف سے ہے اور دوسرے کو اس طرح سے لکھتے ہین رس سا یعنی رس الگ اور سا الگ اور اگر ایک لفظ دوسری لفظ کے جزو سے مرکب ہو کر کسی لفظ کے ساتھ مجانست پیدا کرے اسکو تجنیس مرفو کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ پروانہ ہین تمہارے رُخ شمع سان پہ ہم ؛ پروا نہین ہے جان کے جانے سے بھی ہمین ؛ لفظ پروا کا نہین کے نون سے بلکہ پروانہ سے مشابہ ہو گیا اس مین اور تجنیس مرکب مین یہ فرق ہے کہ اسمین ایک لفظ تمام اور دوسرے لفظ کی جز ہے اور تجنیس مرکب مین تمام دو کلمون سے ترکیب حاصل ہوتی ہے اور اگر دونون لفظ حرفون کی ہیئت مین مختلف ہون اور نوع اور عدد اور ترتیب مین متفق یعنی دونون لفظ ایک نوع سے ہون مثلاً دونون اسم ہون اور دونون کے حرف برابر ہون اور حرف پہلے لفظ مین جس مقام مین ہون دوسرے لفظ مین بھی وہی ہون اسکو تجنیس محرف کہتے ہین اسواسطے کہ دونون لفظون کو ہیئت مین آپس سے انحراف ہے اسکی مثال یہ مصرع ہے ع جو ترے محرم ہین ہرگز محرم کعبہ نہین ؛ اول مین میم کو زبر ہے اور دوسرے مین میم کو پیش اور اسی سبب سے دونون لفظ کی ہیئت مختلف ہے اور اگر حرفون کے عدد مین اختلاف ہو یعنی ایک مین دوسرے کی نسبت کوئی حرف زیادہ ہو خواہ لفظ کے اول مین خواہ بیچ مین خواہ آخر مین اسکو تجنیس ناقص کہتے ہین اور زائد بھی ناقص باعتبار کم حرف والی کے اور زائد باعتبار زیادہ حرف والی کے مثال اول کی زیادتی کی ؎ شکوہ کوہ کو ہے تیرے حلم سے نہین کچھ ؛ وجود جود کو بھی ہے تری سخاوت سے ؛ مثال بیچ کی زیادتی کی ؎ دیکھتا تو نہین عالم نے وگرنہ ہمکو ؛ دیر سے در پہ ترے سر کو پٹکتے دیکھا ؛ مثال آخر کی زیادتی کی ؎ ادھر تم اُٹھے اُدھر مر گئے ہم اے ظالم ؛ جدائی زہرہ جبینون کی زہر ہے ہمکو ؛ زہرہ اور زہر مقصود بالتمثیل ہے اور اسی قبیل سے ہین یہ الفاظ آئین اور آئینہ وَید اور وَیدہ اور باد اور

بادل اور علی ہذا القیاس اور آخر مین زیادتی دو حرف کی بھی ہو سکتی ہے جیسے یم بمعنی دریا کے اور یمین بمعنی قسم کے جس مین ایک حرف اخیر مین زائد ہو اس قسم کو **مطرف** اور جسمین دو حرف اخیر مین زائد ہون اسکو مذیل ذال نقطہ دار سے کہتے ہین اور اگر دونون لفظ کے حرف مختلف ہون پس دیکھا چاہیے کہ وہ حرف مختلف قریب المخرج ہین یا نہین اگر قریب المخرج ہین اس قسم کو تجنیس مضارع کہتے ہین ضاد نقطہ دار سے اور مضارع بمعنی مشابہ کے ہے اور اگر قریب المخرج نہین اس قسم کو جناس لاحق کہتے ہین لاحق بمعنی ملنے والے کے ہے اور یہ دونون قسمین تین حال سے خالی نہین کسواسطے کہ وہ حروف مختلف یا اول مین واقع ہوے ہین یا بیچ مین یا آخر مین مثال ہر تین قسم تجنیس مضارع کی حال اور ہال اور بحر اور بہر اور راہ اور راح اور پہلی دونون صورتون کو جامع ہے صحو اور سہو مثال اول کی صاد اور سین اور مثال ثانی کی حاے حطی اور ہاء ہوز اسکی مثال مین اشعار لانے کی کچھ ضرورت نہین اور سبب طول کلام ہے اور مثال ہر تین قسم جناس لاحق کی اول جیسے جنگ اور سنگ اور درد اور زرد اور زخم اور شخم اور مثال دوسرے کی عمر اور عسر درد اور دزد اور مثال تیسرے کی شاد اور شاہ کار اور کاہ شراب اور شرار اور علی ہذا القیاس اور اگر دونون لفظ حرفون کی ترتیب مین مختلف ہون اس قسم کو تجنیس قلب کہتے ہین پس اگر حرف کلمہ کے علی الترتیب مقلوب ہو دین اسکو قلب کل کہتے ہین جیسے رام اور مار تار اور رات تاب اور بات ہم اور مہ راے اور یار اور اگر حرف کلمہ کے علی الترتیب مقلوب نہون اسکو قلب بعض کہتے ہین جیسے مرحوم اور محروم اور بدرہ اور برده معلوم کیا چاہیے کہ تجنیس قلب کی دو قسمین اور ہین سوا اقسام مذکورہ کے ایک یہ کہ کسی عبارت کے قلب سے وہی عبارت حاصل ہو جاوے مثلاً یہ عبارت

آنا جانا اگر اس کو آخر سے پڑھین تو بھی یہی عبارت حاصل ہوگی دوسرے یہ کہ اس عبارت کے قلب کرنے سے ایک عبارت اور حاصل ہوجاوے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اس کو قلب کرین تو وہ عبارت اول حاصل ہوجاوے جیسے یہ دو عبارتین وہ آیا ہے اور یہ آیا ہوا اول کے قلب کرنے سے دوسری عبارت اور دوسری کے قلب کرنے سے اول عبارت حاصل ہوتی ہے ان دونون قسمون کو قلب مستوی کہتے ہین انکی مثالین فارسی مین بہت ہین اردو مین بھی بعد تلاش کے بہم پہونچ سکتی ہین جب یہ معلوم ہوچکا اب جاننا چاہیے کہ اگر ان دو لفظون مین سے ایک بیت کے اول مین اور دوسرا بیت کے آخر مین واقع ہو اسکو تجنیس مجنح کہتے ہین کسواسطے کہ جناح اول مین جیم مفتوح اور آخر مین حاء حطی بمعنے بازو اور جانب کے ہے گویا یہ دو لفظ بیت کے دو بازو یا دو طرف ہین جیسے اس شعر مین ؎ مدام ہونا نہین فسون سے بھی ؎ ہے وہ کافر تمھاری زلف کا مار ؎ اور اگر ایسے دو لفظ پاس پاس ہون اسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردد کہتے ہین ؎ بات غیرون کی نہ سنو ابت بدخو ہمکو ؎ بات کی تاب نہین ہو نیکی مہرو ہمکو ؎ بات اور تاب اور مہ اور ہم مقصود بالتمثیل ہے اور اگر دو لفظ لکھنے مین ہم شکل ہون اس قسم کو تجنیس خطی کہتے ہین جیسے رحم اور زخم زور اور روز شک اور حسک چنگ اور جنگ وغیرہا۔ اور دو چیزین اور ہین کہ وہ بھی تجنیس سے ملحق ہین ایک یہ کہ دو لفظ ایسے کلام مین جمع کیے جاوین کہ دونون ایک مادہ سے مشتق ہون اور دونون باعتبار معنی کے بھی متفق ہون جیسے یون کہین کہ بادشاہ کا مقرب ہونا زید کا قریب الوقوع ہے مقرب اور قریب دونون قرب سے مشتق اور معنی دونون کے متحد ہین اور دوسرے یہ کہ دونون لفظ ایک دوسرے سے مشابہ ہون لیکن دونون کا مادہ علیحدہ ہو اس قسم کو شبہ اشتقاق کہتے ہین جیسے دید اور دود اور شام اور شوم وغیرہ اور ایک قسم تجنیس کی یہ ہے کہ اشارہ سے حاصل ہو جیسے ریش موسی کی اسکے نام سے منڈی یعنی استرہ سے کسواسطے کہ موسی استرہ کو بھی کہتے ہین ایک

موسی لفظون مین مذکور تھا اور دوسرا نام کے اشارہ سے حاصل ہوا اور جیسے کہین کہ رجب اپنے مہینے مین آیا تھا رجب نام ایک شخص کا اور اپنے کی لفظ سے پھر رجب مراد ہے کہ نام مہینے کا ہے اور علی ہذا القیاس بحث صنعت کی تمام ہوئی واللہ اعلم بالصواب

رد العجز علی الصدر یعنی پھیرنا عجز کا پہلی لفظون پر اور ازبسکہ اس صنعت کا سمجھنا عروض کی چند اصطلاح کے معلوم کرنے پر موقوف ہے اسواسطے طالبین کے فائدے اور بصیرت کے لیئے لکھی جاتی ہین پوشیدہ نرہے کہ عروض کے علم کی اصطلاح مین پہلے مصرع کے جزو اول کو صدر کہتے ہین اور اسی مصرع کے جزو اخیر کو عروض اور دوسرے مصرع کے جزو اول کو ابتدا کہتے ہین اور اسی مصرع کے جزو اخیر کو ضرب اور عجز اور مصرع اول مین مابین صدر اور عروض کے اور مصرع ثانی مین ابتدا اور عجز کے جو الفاظ ہین انکو حشو کہتے ہین اس مناسبت سے کہ حشو وہ روئی ہے کہ جسکو تکیہ کے اندر بھرتے ہین اور یہ الفاظ بھی بیچ مین ہین مثال ان اجزا کی شعر مین ناسخ کے ؎ مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا ۔ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ۔ لفظ مرا سینہ مفاعیلن کے وزن پر صدر ہے اور لفظ غ ہجران کا داغ کے لفظ کی نین کے ساتھ مفاعیلن کے وزن پر عروض ہے اور طلوع صب اسی وزن پر ابتدا ہے اور گریبان کا عجز ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سننا چاہیے کہ تعریف اس صنعت کی یہ ہے کہ جو لفظ کہ بیت کی عجز یعنی لفظ اخیر مصرع ثانی مین واقع ہو وہی صدر یا حشو یا عروض یا ابتدا مین بھی واقع ہو یہان سے معلوم ہوا کہ اس صنعت کے نام مین لفظ صدور کا مطلق پہلی لفظون کے معنی مین ہے اور وہ لفظ خاص اصطلاحی مراد نہین کیونکہ اگر وہ لفظ خاص مراد ہوتا تو عجز کے جزو اول مصرع اول مین واقع ہونے کا نام رد العجز علی الصدر ہوتا اور اس لفظ کا حشو یا عروض یا ابتدا مین واقع ہونے کا یہ نام نہ ہوتا اور ازبسکہ وہان یہ لفظ خاص مراد نہین اسیواسطے نام مین صدور جمع مذکور کیا اور صدر مفرد نہ کہا تاکہ اس لفظ خاص کا وہم نہ جاوے اور حشو وغیرہ کو صدر اسواسطے کہا ہے کہ وہ الفاظ بہ نسبت عجز کے پہلے ہین اور یہ الفاظ یا بعینہ مکرر ہو دین یا ایک دوسرے کی تجنیس ہو یا دوسرے سے مشتق ہوا ہو یا شبہ اشتقاق ہو

پس باعتبار ان چار اجزا مین واقع ہونے اور چار طرح پر ہونے الفاظ کے اس صنعت کی سولہ قسم ہوتی ہین یعنی جو لفظ عجز مین ہو وہی لفظ یا بعینہ صدر مین واقع ہو یا اسکی تجنیس ہو یا اس سے مشتق ہوا ہو یا مشابہ اشتقاق کے ہو یہ چار قسمین ہوئین اور اسی طرح سے ہے حال اس لفظ کا حشو اور عروض اور ابتدا مین واقع ہونے کا مثالین پہلی چار قسمون کی اس تفصیل سے ہین مثال پھیرنے عجز کی بعینہ صدر اصطلاحی پر اس کو رد العجز علی الصدر مع التکرار کہتے ہین ؎ ہو چکا اے حضرت ناصح پس اب کچھ فائدہ + دل دو چار ناوک مژگان خوبان ہو چکا + مثال پھیرنے عجز کی تجنیس کے ساتھ صدر پر اسکو رد العجز علے الصدر مع التجنیس کہتے ہین ؎ درد دل کا ہے ہویدا فائدہ اخفا سے کیا + اب کہے دیتے ہین مُنھ پر اشک سُرخ و رنگ زرد + یہان جناس لاحق ہے مثال پھیرنے عجز کی صدر پر اس طرح سے کہ دونون لفظ ایک مادہ سے مشتق ہون اسکو رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق کہتے ہین ؎ قرین صدق ہے ملنا تمہارا غیرون سے + رقیب رکھتے ہین گھر سے تمہارے گھر مقرون + مثال پھیرنے عجز کی صدر پر اس طرح سے کہ دونون لفظ مین مشابہ اشتقاق کے ہو اسکو رد العجز مع شبہ الاشتقاق کہنا چاہیے ؎ دیار دلبر سے ہمکو کسی کے ہے کیا کام + ہم اور تیری گلی سر ہے اور تری دیوار + مثالین دوسری چار قسمون کی یعنی پھیرنا عجز کا حشو پر اس تفصیل سے ہے خواہ حشو مصرع کا اول ہو خواہ دوسرے مصرعہ کا یہ تقسیم واسطے اختصار کے ہے والا چاہیے کہ آٹھ مثالین مذکور کیجا دین مثال مکرر کی ؎ دل دانہ پری رخون کا ہے + جو نصیحت کرے سو دیوانہ + مثال تجنیس کی ؎ دل کو آہنگ مین ترے گھر کے + ہے سدا نالہ نغمہ آہنگ + مثال اشتقاق کی ؎ کچھ ہم پہ نہین لطف ترا ورنہ ہمیشہ + وہ کون ہے جس شخص پر تیرا نہین الطاف + مثال شبہ اشتقاق کی ؎ رقیبون کے سوا کسکو میسر ہمنشین ہونا + نہین ملتا ہے قرنون سے ہمین تجھ تک قرین ہونا + یہ شعر مثال ہے رد العجز کی مصرع ثانی کے حشو مین مثالین پھیرنے عجز کی عروض پر اس تفصیل سے مثال مکرر کی یہ شعر سودا کا ؎ ترا دل کچھ

نہین ملتا مراد اول رہ نہین سکتا ۔ غرض ایسی مصیبت ہے کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا ۔
اور سب مطلع کہ ردیف رکھتے ہون وہ اسی صنعت کی مثال ہین مثال تجنیس کی ؎
میری نظرون مین ہے صورت تری جیسی شیرین ۔ کوہکن کی بھی نہین نظرون مین ویسی شیرین ۔
مثال اشتقاق کی ؎ مے کشی کرنا ہمیشہ ہے تری عشرت پیوال ۔ اور پینا خون دل
میرا سدا غم پر دلیل ۔ مثال شبہ اشتقاق کی ؎ تیرے دل مین نہین ذرا سختی ۔
یہ فقط دشمنون ہی کی تھی ساخت ۔ مثال بھیر نے عجز کی ابتدا پر اس تفصیل
سے مثال مکرر کی ؎ کہا کہ مین کب کہ مرے نالہ رسا سے ڈر ۔ خدا سے ڈر
ارے ظالم ذرا خدا سے ڈر ۔ مثال تجنیس کی ؎ نہ پوچھین ہمکو کبھی اور پوچھین
غیرون کو ۔ دلال و غنج ہے خوبان کی سب ستم پہ دلیل ۔ مثال اشتقاق کی ؎ خود ہے میرا
حال میرے حال برہم پر دلیل ۔ دال آنسو خون دل پر خون دل غم پر دلیل ۔ مثال
شبہ اشتقاق کی ؎ نہین چھپتا ہے آنسو سے غم دل ۔ قران کرتا ہے یہ غم کا قرینہ ۔
اور شعرانے بیت کے ہر مصرع مین بھی اس صنعت کی رعایت کی ہے ظاہر ہر مصرع
کے جزو اول اور جزو اخیر کو صدر اور عجز قرار دیا ہے اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی
مین رد العجز علی الابتدا ہے اور مصرع اول مین رد العروض علی الصدر صنعت
علیحدہ ہوگی ہم کہتے ہین کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون مین کہین نام نہین پس
بہتر قول اول ہے مثال اسکی یہ شعر ؎ نقاب چہرہ سے ظالم اٹھا نہ ڈال نقاب ۔
شتاب گر کہ ہے یان جان کو سفر مین شتاب ۔ مصرع اول مین جزو اول و اخیر نقاب
اور دوسرے مین شتاب مکرر واقع ہوا ہے بطور اس صنعت کے ۔

صنعت لزوم مالا یلزم یعنی لزوم ایسی چیز کا کہ وہ لازم نہین ہے یہ صنعت کئی طرح
پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ قافیہ مین حرف روی یعنی حرف اخیر سے پہلے کسی حرف
معین کی تکرار واجب کرین اور حال قافیہ اور حرف روی کا قافیہ کی بحث مین مفصل
آوے گا اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ روی سے پہلے کون سے حرف کی
تکرار واجب ہے اور کون سے حرف کی نہین اس مقام مین مثال اسکی لکھنی چاہیے

جیسے افسر اور ہمسر مین سین یا ساحل اور کامل مین الف یا عاقل اور ناقل مین قاف کو سارے قصیدے یا ساری غزل کے قافیہ مین لازم کرلین اور اگر اس کا التزام نہ کرین تو قافیہ افسر کا ذر اور ساحل کا ذل اور عاقل کا جاہل کے ساتھ بھی کرنا درست ہے دوسری قسم یہ کہ کلام مین سے کسی حرف معین کو ترک کرین بطریق التزام کے جیسے ان شعرون مین الف کو ترک کیا ہے ؎ مجھ سے درد عشق سن کہنے لگے ؛ یہ مرض وہ ہے نہین بچنے کے تم ؛ حضرت دل ہے غضب ہے رنج ہجر ؛ فکر مین بھی ہو کہین بچنے کے تم ؛ تیسری قسم یہ کہ کلام مین ذکر کسی چیز معین کا واجب کرلین جیسے ذکر سر کا اس رباعی مین ؎ سر لو جو مرے سر کی تمنا ہے تمھین ؛ یہ سر وہ ہے جس سر کی بھی پروا ہے تمھین ؛ جون شمع کٹے سر اپنا اور تم دیکھو ؛ سر کا کٹنا مرا تماشا ہے تمھین ؛ اسی قبیل سے ہے لازم پکڑنا ردیف مین دو لفظون کا اس قصیدے مین سودا کے ؎ دیکھا جو دیر و کعبہ مین ہمسنگ رنگ ڈھنگ ؛ کچھ ایک سا رکھین ہین بہم سنگ رنگ ڈھنگ ؛ کرتا پرستش اُنکی جو پاتا اُنھون کے بیچ ؛ یارو وقار دل کے ہین ہمسنگ رنگ ڈھنگ ؛ اور ایک قصیدہ مین التزام کیا ہے ذکر چار چیز کا ؎ یارو مہتاب گل و شمع بہم چارون ایک ؛ مین کتان بلبل و پروانہ یہم چارون ایک ؛ ہے مجھے ابرو ہوا شیشہ و جام اے ساقی ؛ گریہ و نالہ دل و دیدۂ نم چارون ایک آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے ؛ غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک ؛ اسی صنعت کے قبیل سے ہے صنعت منقوطہ اور غیر منقوطہ اور رقطا اور خیفا۔

صنعت منقوطہ وہ ہے کہ بیت کے سب لفظ نقطہ دار ہون جیسے اس شعر مین ؎ جب نتب شب غضب بجیش بٹی ؛ بخشش فیض جشن تخت نشین ؛ صنعت غیر منقوطہ کہ اسکو صنعت مہملہ بھی کہتے ہین وہ ہے کہ بیت کے سب لفظ بے نقطہ ہون جیسے اس شعر مین ؎ ہو سرور اور کوہ کامل ؛ دکھ ہو اور درد ہو سو اس دل کو ؛ صنعت رقطا وہ ہے کہ ہر لفظ مین ایک حرف نقطہ دار ہو اور ایک بے نقطہ ہو ؎ وے صبا

بوے رُخ جانان کی ؛ رہے کبتک مری سوزش جان کی ؛ صنعت خیفا وہ ہے کہ سارا ایک کلمہ منقوطہ اور ایک سارا کلمہ غیر منقوطہ ہو ؎ شب کو جشن سرور تخت رہا ؛ کار فیض مدار بخت رہا ؛ اور لزوم مالا یلزم کے قبیل سے ہے مقطع اور موصل صنعت مقطع وہ ہے کہ سارے حرف لکھنے مین علیحدہ ہوون اور صنعت موصل وہ ہی کہ سارے حرف لکھنے مین ملے ہوئے ہون جیسے یہ شعر فیض کا کہ مصرع اول مثال ہے صنعت مقطع کی اور دوسرا مثال ہے موصل کی ؎ درد و داغ و رخ زرد اور وہ دل ؛ فیض سبھی مین گئے ہین سب مل۔

صنعت سجع۔ سجع لغت مین کبوتر اور قمری کی آواز کو کہتے ہین اور علم بدیع کی اصطلاح مین دو چیز پر اطلاق کرتے ہین ایک پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ کہ دوسرے فقرہ کے آخر کے کلمہ سے موافق ہو حرف اخیر مین اور دوسرے ان دو فقرون کے دونون اخیر کے کلمون کا حرف اخیر مین موافق ہونا یعنی معنی مصدری۔ سکاکی نے کہا ہے کہ سجع نثر مین ایسا ہے جیسا قافیہ نظم مین یعنی جیسا قافیہ حرف اخیر مین موافق ہوتا ہے اسیطرح لفظ اخیر فقرہ کا اپنے حرف اخیر مین موافق ہوتا ہے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سجع مختص نثر کے ساتھ ہی لیکن بعضون نے کہا ہے کہ سجع نثر کے ساتھ مختص نہین ہے بلکہ نظم مین بھی جاری ہوتا ہی بہرکیف سجع کی تین قسمین ہین اول مطرف اور یہ اسطرح پر ہے کہ فقرہ یا شعر کے کلمات اخیرہ وزن مختلف رکھتے ہون مثلاً نثر مین کہین کہ قاصد تمھارا خط لایا اور تمھارا پیغام سُنایا لایا اور سُنایا کے وزن مین اختلاف ہے یا کہین کہ خط اسکا مضامین محبت پر اشتمال رکھتا ہے اور وہ شخص محبت مین کمال رکھتا ہے اشتمال اور کمال کا وزن مختلف ہے اور نظم مین اس طرح میر کا شعر ؎ جس کف پا کو برگ گل ہو خار ؛ حیف ہے ہووے خار سے وہ فگار ؛ دوسری ترصیع کہ پہلے فقرے یا پہلے مصرع مین جو جو الفاظ واقع ہوے ہون دوسرے فقرے یا مصرع کے سارے الفاظ یا بیشتر کے ساتھ ہموزن اور حرف اخیر مین متفق ہون مثلاً کمال محبت کا اُسکے حال سے ظاہر ہے اور جمال مودت کا اسکے قال سے باہر ہے ؎ گل و بلبل اور بوستان عجیب ؛ مل و تلقل اور دوستان غریب ؛

تیسری متوازی اور یہ اسطرح پر ہے کہ فقرۂ اول یا مصرع اول کے سارے لفظ دوسرے فقرے یا مصرع کے سارے لفظ یا اکثر لفظون کے ساتھ موافق نہون بلکہ مختلف ہون اور یہ اختلاف خواہ باعتبار وزن اور حرف اخیر کی موافقت کے ہو مثلاً دوست کے دل کا حال معلوم اور دشمن کی زبان کا سخن مفہوم دوست دشمن کے اور دل زبان کے اور حال سخن کے مقابل ہے لیکن وزن اور حرف اخیر مختلف ہے خواہ فقط باعتبار وزن کے ہو مثلاً نیاز عاشق کا مطلوب جانتا ہے اور ناز معشوق کا طالب پہچانتا ہے نیاز ناز کے اور عاشق معشوق اور مطلوب طالب کے اور جاننا پہچاننا کے مقابل ہے اور یہ الفاظ وزن مین مختلف اور حرف اخیر مین متفق ہین خواہ باعتبار حرف اخیر کے مثلاً عالم کو سب جاے مین اقبال ہے اور جاہل کو ہر حال مین اشکال ہے معلوم کیا چاہیے کہ سجع کی تین قسمین اور ہین سوا ان اقسام کے کہ وہ نظم کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین۔

قسم اول یہ ہے کہ ہر مصرع مسجع ہو اور سجع اول مصرع کے دوسرے مصرع کے سجعون سے مخالف ہون اس قسم کو تشطیر کہتے ہین کیونکہ اسطے کہ تشطیر مشتق ہے شطر سے اور شطر شین منقوطہ سے بمعنی حصہ کے ہے اور چونکہ بیت کا ہر مصرع جدا جدا مسجع ہوتا ہے گویا کہ بیت حصہ حصہ کی گئی ہے مثال اسکی یہ شعر ؎ سینہ ہے داغ عشق سے اپنا شگفتہ باغ ؛ اور دل ہے رنج ہجر سے سو غم کا ایک گنج ؛ اول حصہ مبنی ہے عین اور دوسرا جیم پر۔

قسم دوسری یہ کہ مصرع اول کا پہلا جزو کہ اسکو صدر کہتے ہین مصرع ثانی کے جزو اخیر کے ساتھ کہ اسکو ضرب کہتے ہین حرف اخیر مین موافق ہو اس قسم کو تصریع کہتے ہین پہلے صاد اور بعد صاد کے رے مثلاً ؎ دل اس نجور کا عشق بتان مین ؛ سدا رہتا ہے درد و غم کی منزل ؛ مقصود بالتمثیل دل اور منزل ہے۔

قسم تیسری یہ کہ قصیدے یا غزل مین تین تین سجع ایک طرح کے مذکور کرین اور چوتھا قافیہ اصل قصیدہ یا غزل کا ہو جیسے اس شعر مین ؎ کیا ہی مین فرزانہ ہون پر عشق مین دیوانہ ہون ؛ تو شمع مین پروانہ ہون ملے رشک خوبان جہان ؛ اصل مین لفظ خوبان کا مطابق قافیہ غزل کے ہے یعنی گلستان اور گمان اور شان وغیرہا اور لفظ جہان کا ردیف ہے

اس بیان سے معلوم ہوا کہ سجع کی چھ قسمین ہین لیکن پہلی تین قسمین نثر اور نظم مین مشترک اور تین قسمین اخیر کی مختص نظم کے ساتھ۔

صنعت موازنہ وہ ہے کہ دونون فقرہ یا دونون مصرع کے الفاظ اخیر کے باعتبار وزن کے موافق اور باعتبار حرف اخیر کے مختلف ہون مثلاً دل معاد سے غافل ہے اور جان ذکر سے فارغ ؎ چشم ساغر ہے اشک خون ہے شراب ؛ جان آتش ہے سوز آہ شرار ؛ اگر فقرہ اول یا مصرع اول کے سارے الفاظ یا اکثر دوسرے فقرہ یا مصرع کے سارے الفاظ یا اکثر کے وزن مین مانند ہون اسکو مماثلت کہتے ہین پس یہ نوع موازنہ مین ایسی ہے جیسے سجع مین ترصیع بہر کیف مثال اسکی یہ ہی فقرہ حال عاشق کا بتنگ ہے اور کار حاسد کا بلند ہی ؎ یار مہرو بن نہ کر سیر بہار ؛ شوخ گلرخ بن نہ پی جام شراب ؛ معلوم کیا چاہیے کہ جن لوگون نے یہ گمان کیا ہی کہ موازنہ مین سے مماثلت مختص شعر کے ساتھ ہے یہ غلط ہی اور جن لوگون نے یہ توہم کیا ہے کہ وہ مختص نثر کے ساتھ ہے یہ بھی محض بیجا ہے کسواسطے کہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہے جیسے نثر اور نظم کی مثال سے واضح ہوگیا اور توہم نثر سے خصوصیت کہنے کا اس سبب سے ہی کہ عربی کی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہے کہ وہ مساوی ہونا دونون فاصلون کا ہے وزن مین اور فاصلہ نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ بجا نا کہ ذکر فاصلہ کا بطریق احتراز کے نہین ہی تاکہ اس سے نظم خارج ہو جاوے بلکہ بطریق مثال کے ایک کا ذکر کر دیا ہی اور بنا بر اختصار کے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور چونکہ یہ صنعت نظم مین بھی جاری ہوتی ہی شرح کرنے والون نے فاصلہ کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہی بیان سے معلوم ہوا کہ حدائق البلاغت کے مصنف نے جو یہ کہا ہی کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ نظم کے آخر مین قافیہ واجب ہے از روے سہو کے ہی اور یہ نہ خیال کیا کہ آخر مین نظم کے قافیہ کا ہونا اس صنعت کے نظم مین جاری ہونے کے منافی نہین جیسے اس شعر سے کہ اس صنعت کی مثال مین مذکور ہوا واضح ہے جب یہ معلوم ہوا سنا چاہیے کہ اس صنعت کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقط وزن مین موافق ہونے سے یہ مراد ہے کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کا حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہے پس اس صورت مین سجع اور موازنہ مین

تباین ہوا یعنی نہ صنعت سجع کی موازنہ پر صادق آوے گی اور نہ صنعت موازنہ کی سجع پر کسواسطے کہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت واجب ہے اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہی کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہی اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہین یعنی ہو ہو نہ ہو نہو اس صورت مین ایک جاے مین سجع اور موازنہ دونون صادق آجائین گے جیسے وصال دوست کا محض خیال ہے اور رحم کرنا رقیب کا محال ہی شرط سجع اور موازنہ کی دونون مین پائی جاتی ہین یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہی اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موازنہ کی ہی اور ایک جاے موازنہ پایا جاوے گا بدون سجع کے جیسے موازنہ کی مثال مین مذکور ہوا دل معاد سے غافل ہے اور جان ذکر سے فارغ اور ایک جاے مین سجع پایا جاوے گا بدون موازنہ کے جیسے دل مین رقیب کی طرف سے خار ہے اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہے خار اور افگار بطور سجع کے ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت کے مصنف سے تعجب ہے کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھتا جاتا ہے کہ موازنہ وہ ہی کہ دو فقرون کے الفاظ اخیرہ وزن مین متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اسکو ایک قسم سجع کی قرار دی ہی حالانکہ سجع مین شرط یہ ہی کہ حرف اخیر مین موافقت ہو نہ مخالفت واللہ اعلم بالصواب

صنعت ذو قافیتین ایسے شعر کو کہتے ہین کہ اسمین دو قافیہ ہون جیسے اس شعر مین

؎ صبا اڑا کے نہ لے جا مرا غبار کہین ؛ کہ مجھ سے چھوٹنے کی آستان یار نہین ؛

اور کسی مین تین تین قافیے بھی ہوتے ہین جیسے ؎ آجلد کہ اب عاشق بیجان مین نہین تاب ؛ اور نام کو باقی نہین مژگان مین کہین آب ؛ اور کبھی دو قافیون کے بیچ مین ردیف بھی لاتے ہین اور اسکو ذو قافیتین مع الحاجب کہتے ہین اور حاجب نام اس ردیف کا ہے کہ ان دو قافیون کے بیچ مین آتی ہے جیسے اس شعر مین

؎ اشک خونین سے جہان ہم روتے ؛ جابجا لالہ سنان ہم بوتے ؛ ہم کا لفظ ردیف ہے کہ درمیان دونون قافیون کے ہی یعنی جہان اور روتے اور لالہ سنان اور بوتے کے

صنعت متلون اس شعر کو کہتے ہین کہ کئی بحر مین پڑھا جاوے جیسے یہ شعر

سہ دیکھ کر اس چہرۂ مہوش کا حسن ؛ آپ مین آتے نہین بہرون مین ہم ؛ یہ شعر دو بحرین پڑھا جاتا ہے اول بحر سریع مفتعلن مفتعلن فاعلان ؛ اور دوسری رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلات ؛ مگر اتنا ہے کہ مصرعہ ثانی مین دونون کا جزو اخیر فاعلن ہے اور مصرعہ اول مین سریع کا جزو اخیر فاعلان اور رمل کا فاعلات اور حال مفصل اسکا عروض کے فن مین معلوم ہو جاوے گا۔

صنعت تلمیح یہ اسطرح پر ہے کہ کلام مشعر ہو کسی واقعہ مشہورہ پر یا ایسی چیز پر اشارہ کیا جاوے کہ کتب مستعملہ مین مذکور ہو جیسے شعر سودا کا سہ دکھلائیے جا کر تو تجھے مصر کا بازار ؛ پر وان کوئی خواہان نہین اس جنس گران کا ؛ اس شعر مین اشارہ ہی طرف قصہ حضرت یوسفؑ کے کہ وہ مشہور ہے اور یہ شعر فقیر محمد خان گویا کا سہ منھ دکھانا تو کہان باتین تھین اسکی مجھ تک ؛ لن ترانی کی بھی آئی نہ صدا میرے بعد ؛ اس شعر مین حضرت موسےٰؑ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حق یہ ہے کہ جو لوگ کہ چاشنی انصاف اور مذاق شعر سے بہرہ رکھتے ہین اُن کے نزدیک یہ شعر جواب نہین رکھتا اور جیسے یہ شعر سہ خزان مین اس لیے لوٹے ہے خاک پر غنچہ ؛ کہ یہ علاج ہے اسکا جسے ہو استسقا ؛ اس شعر مین اشارہ ہے طرف مسلہ طب کے۔

صنعت سیاقۃ الاعداد اسطرح پر ہے کہ کلام مین اعداد مذکور کرین خواہ ترتیب سے ہو خواہ بغیر ترتیب کے جیسے یہ شعر سودا کا سہ چہرۂ مہروش ہی ایک سنبل مشکفام دو ؛ حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو ؛ مصرع شیخ ابراہیم ذوق کا ع دو تین ٹکڑے سر کے ہوے سل کے چار پانچ ؛ اور بعضے شعرا نے عدد ایک سے دس تک ذکر کیے ہین علی الترتیب اور بعضون نے دس سے ایک تک عکس ترتیب یہ دونون لطف سے خالی نہین اسی قبیل سے ہے شعر انشاء اللہ خان کا سہ ایک دو تین چار پانچ چھ سات ؛ آٹھ نو دس ہوے بس انشا بس ؛

صنعت تنسیق الصفات یہ اسطرح پر ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے مذکور کرین سہ تیری شمشیر سر خصم پہ ہے میدان مین ؛ صاعقہ برق بلا قہر خداوند تعالٰی ؛

صنعت توشیح وہ ہے کہ اگر چند شعر کے ہر مصرع یا ہر بیت کے حرف اول کو جمع کرین اس سے کوئی عبارت یا نام حاصل ہو جاوے اور کبھی ایسی عبارتین ابیات کے بیچ یا آخر کے حرفون سے بھی حاصل کرتے ہین بہر کیف مثال اسکی یہ دو شعر ہین ؎

درد و غم داغ ہجر رنج فراق ؛ وقف دل بل بے حوصلہ دل کا ؛ سخت تڑپے ہی
اب کرون کس سے ؛ تجھ سوا ہجر مین گلہ دل کا ؛ ہر مصرع کے حرف اول جمع کرنے سے لفظ دوست کا حاصل ہوتا ہے علم بدیع کا تمام ہوا۔

حدیقہ تیسرا علم عروض مین

معلوم کیا چاہیے کہ شعر اصطلاح مین ایسے کلام کو کہتے ہین کہ اوزان مقرری مین سے کسی وزن پر ہو اور قافیہ رکھتا ہو اور کہنے والے نے اس کی موزونی کا قصد کیا ہو اول کلام کے معنی بیان کیے جاتے ہین بعد اسکے تعریف کی قیدون کا فائدہ بیان کیا جاویگا سننا چاہیے کہ کلام اُسے کہتے ہین کہ دو کلمہ سے مرکب ہو مع اسناد کے یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے ایسی نسبت ہو کہ کہنے والا اگر کہکر خاموش ہو رہے تو سننے والے کو فائدہ کامل حاصل ہو جاوے اور پھر انتظار باقی نہ رہے مثلاً کوئی کہے کہ زید آیا ہے پس سننے والا اس سے مطلب بالکل سمجھ لے گا اور کلام کے تمام کرنے کا منتظر نہ رہے گا جب یہ معلوم ہو گیا۔ اب سننا چاہیے کہ کلام کی قید سے ایک کلمہ خارج ہو گیا اگرچہ ارکان بحور مین سے کسی رکن کے وزن پر ہو مثلاً طوطی فعلن کے وزن پر ہی لیکن چونکہ شعر کے واسطے کلام شرط ہے اور یہ ایک کلمہ ہی اسواسطے یہ شعر نہین ہے اور سخن بمعنی بھی خارج ہو گیا اسواسطے کہ سخن بے معنی سے سننے والے کو کچھ فائدہ نہین حاصل ہوتا لیکن یہ امر باقی رہگیا کہ بعضا ایسا سخن موزون اور مقفی ہوتا ہی کہ اسمین نسبت مذکورہ نہین ہوتی جیسے یہ شعر ؎ داغ ہجران سے ماہرویون کے ؛ آتش غم سے نندخویون کے ؛ یہ سخن جب تمام ہوتا ہے کہ اتنا سخن اسکے ساتھ اور شامل کیا جاوے مثلاً ہم جان بلب ہین پس کلام کی شرط سے چاہیے کہ اسکو شعر نہ کہین اور حال آنکہ اسکو

بھی شعر کہتے ہین اسکا جواب یہ ہو سکتا ہو کہ کلام سے کلام اصطلاحی یعنی وہ جو پہلے
بیان کیا گیا مراد نہ رکھنی چاہیے بلکہ کلام لغوی مراد رکھنی چاہیے یعنی سخن اور سخن عام
ہے کہ نسبت مذکورہ اسمین پائی جاوے یا نہین لیکن اس صورت مین ایک کلمہ بھی تعریف
مین داخل ہو جاتا ہو پس بہتر یہ ہو کہ کہا جاوے کہ یہ نہین ہو سکتا ہے کہ کہنے والا فقط
اتنے سخن پر کفایت کرے کسواسطے کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا پس ضرور
ہے کہ اسکے آگے بھی کچھ اور کہے گا اور جب آگے اسکے کچھ اور کہا تو وہ سخن اور یہ سخن
شامل ہو کر شعر ہو گیا نہ تنہا سخن پہلا لیکن فقط اسی سخن کو شعر کہنا باعتبار مجاز کے ہے جیسے
الفاظ موزون مقفی بے معنی کو بھی باعتبار مجاز کے شعر کہتے ہین چنانچہ مشہور ہے کہ
کسی شاعر نے مولوی نظامی کے خمسہ کے جواب مین بموجب فرمایش کسی بادشاہ کے
ایک خمسہ بے معنی کہا تھا اور مطمع نظر اسکے جس شعر کے معنی کچھ نہین ہو سکتے تو کہا
کرتے ہین کہ یہ شعر بے معنی ہے پس بے معنی پر بھی شعر کا اطلاق کرتے ہین اور
قید موزون ہونے کی اسواسطے ہے کہ جو کلام اوزان مقررہ مین سے کسی وزن پر
نہو گا وہ نثر ہے شعر نہین ہے اور قافیہ کی قید اسواسطے ہے کہ بغیر قافیہ کے بھی
موافق اصطلاح کے شعر نہین ہے اور قید قصد کی اسواسطے ہے کہ اگر کسی سے بغیر
اس بات کے کہ وہ ارادہ موزونی کا کرے کوئی کلام موزون سرزد ہو جاوے تو
اسکو شعر نہین کہنے کے چنانچہ بعضی آیتین کلام اللہ کی اور بعضی حدیثین موزون ہین
علی الخصوص بسم اللہ بحر سریع مین ہے لیکن شعر نہین ہے بلکہ شعر کا اطلاق کرنا اُن پر
منع ہے۔ معلوم کیا چاہیے کہ اس مقام مین کئی امر اور باقی ہین ان مین سے ایک امر
یہ ہے کہ کلام کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مصرع پر بھی اطلاق شعر کا بموجب اصطلاح
کے درست ہے لیکن مصرع کو کوئی شعر نہین کہتا بلکہ شعر دو مصرع کا نام ہے اسمین دو احتمال
ہین ایک یہ کہ ازبسکہ عادت شعرا کی اکثر بیت کہنے پر جاری ہے اور ایک مصرع تنہا
کم کہتے ہین باعتبار مجاز کے بیت ہی کو شعر کہنے لگے ہین اور دوسرا یہ کہ شاید یہ
اصطلاح علیحدہ ہو یعنی باعتبار ایک اصطلاح کے مصرع اور بیت شعر ہین

اور باعتبار دوسری اصطلاح کے دو فقرہ موزون کا نام شعر ہے اور ایک کا نام مصرع
دوسرا امر یہ ہی کہ ہم لوگ کہ سراسر نقصان اور غفلت سے لبالب اور مالامال ہین ہرچند
بسا اوقات مشاہدہ کرتے ہین کہ ہرگز موزون کرنے کی طرف متوجہ نہین ہوئے اور
وزن کا ہرگز خیال نہین بے قصد کلام موزون سرزد ہوگیا بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ بجرد
سرزد ہونے کے کچھ خیال نہین ہوا کہ یہ موزون ہے اور بعد دو تین روز کے جب
اسمین تامل واقع ہوا تو معلوم ہوا کہ خود بخود یہ کلام موزون سرزد ہوگیا ہی لیکن یہ امر
حق تعالیٰ کی طرف نسبت نہین کرسکتے کہ آیات کا موزون ہونا اس جناب مقدس سے
بے ارادہ ہوا اور اُسکے موزون ہونے پر اسکو اطلاع نہو عیاذاً باللہ اس صورت
مین لازم آیا کہ وہ آیتین موزونی کے ساتھ متکلم کے قصد سے حاصل ہوتی ہین پس
اسپر شعر کی تعریف صادق آئی اور حالانکہ شعر نہین ہے پس بہتر یہ ہے کہ قصد کو
موزونی کے ساتھ متعلق کرنا چاہیے یعنی اگر کہنے والا شعر کے ارادہ سے موزون
کرے تو شعر ہے والا نثر ہے اس صورت مین آیتون پر سے اطلاق شعر کا اُٹھ گیا
کسواسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آیتون کو شعر کے ارادہ پر نہین فرمایا اور یا چونکہ شعر
مین اغلب مبالغہ اور کذب ہوتا ہے اور کلام الٰہی اور حدیث شریف ان امور کے
شائبہ سے پاک ہی اس سبب سے از روے ادب کے انپر اطلاق شعر کا منع ہے گو کہ
تعریف شعر کی انپر صادق آتی ہے اور باعتبار اصطلاح کے شعر ہے اور اسمین کچھ
قباحت نہین کسواسطے کہ مبالغہ اور کذب کو نفس شعر کے متحقق ہونے مین کچھ دخل
نہین کیونکہ اگر کوئی کلام موزون مقفےٰ کہے اور اسمین کچھ مبالغہ نہو بلکہ سب باتین راست
اور سچ ہون وہ شعر ہے اور مبالغہ اور کذب کا شعر مین استعمال کرنا بسبب اُسکے ہے کہ
طبائع کو ایسی چیزون کی طرف رغبت بہت ہوتی ہی اور تیسرا امر یہ ہی کہ بعضون نے
قافیہ کو شعر کی تعریف مین داخل نہین کیا اور کہا ہی کہ قافیہ نفس شعر کے متحقق ہونے کے
واسطے نہین ہی بلکہ ایک امر عارض کے واسطے ہی اور وہ یہ ہی کہ قافیہ سے یہ معلوم ہوجاتا
ہی کہ شعر مطلع ہی یا نہین یعنی اگر دونون مصرع مین قافیہ ہی تو معلوم ہوا کہ وہ شعر مطلع ہی اور اگر

ایک مصرع مین قافیہ ہے پس معلوم ہوا کہ سوا مطلع کے غزل یا قصیدے کے باقی اشعار
مین سے کوئی شعر ہے اور سکاکی نے مفتاح العلوم مین اس قول کو غلبہ دیا ہے ۔
معلوم کیا چاہیے کہ شعر لغت مین معنی جاننے کے ہی اور اصطلاح مین کلام موزون مقفےٰ کو
کہ اسکی تعریف بیان کی گئی اسی واسطے کہتے ہین کہ وہ جانا جاتا ہے پس مصدر بمعنے
مفعول کے ہے یعنی جانا گیا اور شعر کو بیت بھی کہتے ہین اور بیت بمعنی گھر کے آور گھر
کے دروازہ کے دو کواڑ ہوتے ہین اسی طرح سے بیت کے دو مصرع ہوتے ہین غالبًا
اور مصرع بمعنی کواڑ کے ہے اور شاید اسواسطے بیت نام رکھا ہے کہ گھر سحرانشینان عرب کا
اکثر کمل کا ہوتا ہے بطور پال کے آور وہ گھر مرکب ہوتا ہی رسی اور میخ اور ستون سے
اور بیت بھی مرکب ہی سبب اور وتد اور فاصلہ سے اور لغت مین سبب رسی کو کہتے ہین
اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور ان اجزا کا حال آگے معلوم ہو جاوے گا اور اسکی
وجوہات کتابون مین اور بھی لکھی ہین لیکن یہان ان کا لکھنا بجز طول کلام کے اور
کچھ فائدہ نہ دے گا ۔ اب معلوم کیا چاہیے کہ بیت کے پہلے مصرع کے جزو اول کو
صدر کہتے ہین کسواسطے کہ صدر بمعنی اول اور بلندی کے ہی اور یہ کلمہ بھی سب اجزا سے
اول ہوتا ہے اور اسی مصرع کے اخیر جزو کو عروض کہتے ہین کیونکہ عروض بمعنی طرف کے
ہے اور یہ جزو بھی گوشہ اور طرف ہے مصرعہ کا اور دوسرے مصرع کے پہلے جزو کو مطلع
اور ابتدا کہتے ہین اور اسکی وجہ ظاہر ہے اور اسی مصرع کے اخیر جزو کو ضرب اور عجز
کہتے ہین ضرب بمعنی قسم کے ہے اور قسم کسی شے کی اسکا ٹکڑا اور پارہ ہوتا ہے اور یہ جزو
بھی ٹکڑا ہے مصرع کا اور عجز عین بے نقطہ مفتوح اور جیم مکسور یا مضموم اور زا معجمہ سے
بمعنی سُرین کے ہی اور وجہ تسمیہ اس لفظ کے ترجمہ سے ظاہر ہے اور چارون اجزا کہ
درمیان مین ہین ان کو حشو کہتے ہین اور حشو اُس روئی کو کہتے ہین کہ تکیہ
وغیرہ مین بھری جاوے اور یہ الفاظ بھی درمیان اجزا کے ہین اور بعضے
کہتے ہین کہ عروض بمعنے ستون خیمہ کے ہے جس طرح سے خیمہ کی بنا اور ثبات
ستون پر ہوتی ہے مصرع کی بنا اس رکن پر ہوتی ہی اور ضرب بمعنی مانند اور مثل

کے ہے چونکہ جزو اخیر دوسرے مصرع کا اخیر مین واقع ہونے کے اندر یا باعتبار موافقت قافیہ کے عروض کے مانند ہے اسواسطے اسکا نام ضرب رکھا ہے اور بعضی کتابون مین علم عروض کی وجہ تسمیہ مین لکھا ہے کہ مصرع اول کے جزو اخیر کو عروض کہتے ہین اور عروض کے فن مین اسکا بہت ذکر آتا ہے اسواسطے اس علم کا نام عروض ہی رکھا ہے ہم کہتے ہین کہ شاید معاملہ بالعکس ہو یعنی اصل مین عروض نام علم کا ہے اور عروضی وہ شخص ہے کہ عروض سے بہت بحث کرے چونکہ عروضی اس جزو سے بھی بہت بحث کرتے ہین اسی واسطے اس جزو کا نام بھی عروض رکھا باعتبار کثرت بحث اور کثیر الوقوع ہونے کے گویا یہی جزو عروض ہے واللہ اعلم بالصواب۔ معلوم کیا چاہیے کہ شعر کے وزن مین کبھی غلطی واقع ہو جاتی ہے اسواسطے عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اس سے شعر کا موزون اور ناموزون ہونا معلوم ہو جاوے ان کا نام عروض ہے اور اس علم کو خلیل ابن احمد بصری نے اول استخراج کیا ہے اور بعد اسکے اورون نے بھی بعض بحور اسی کے قیاس پر استخراج کر لیے ہین چنانچہ اس کا حال معلوم ہو جائے گا اور چونکہ عروض نام مکہ معظمہ کا ہے اور یہ علم جب مستخرج ہوا تھا خلیل ابن احمد اس زمانہ مین مکہ معظمہ مین تھا اس علم کو تیمنًا مکہ کے نام کے ساتھ موسوم کر دیا اور اس تسمیہ کی وجہین کتابون مین اور بھی لکھی ہین لکھنا ان کا تطویل کلام کا موجب ہے۔ بہرکیف ان مطالب کو ہم پانچ فصل مین مذکور کرتے ہین اور ہر فصل کا نام خیابان ہے حدیقہ کی مناسبت سے

خیابان پہلا بحور اور دوائر کے بیان مین

پوشیدہ نہ رہے کہ بیت جس وزن پر ہوتی ہے اس وزن کو بحر کہتے ہین کیونکہ بحر بمعنے دریا کے ہے اور چونکہ دریا سے نہرین بہت پھوٹتی ہین بحر سے بھی زحافون کے واقع ہونے سے بہت شعبے حاصل ہوتے ہین چنانچہ حال زحافات کا اور بحر کے شعبون کا آگے مفصل آویگا اور بحر جن لفظون سے مرکب ہوتی ہے ان لفظون کو اصول اور ارکان اور

فاعیل اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور مثل اور امثال اور اجزا اور موازین اور اوزان عروض کہتے ہین اور ارکان دس ہین دو ان مین سے پانچ حرف کے اور آٹھ سات حرف کے پانچ حرف کے یہ ہین فعولن اور فاعلن اور سات حرف کے یہ مفاعیلن۔ فاعلاتن۔ مستفعلن۔ مفاعلتن۔ متفاعلن۔ مفعولات تک کے پیش سے بغیر تنوین کے اور فاع لاتن مستفع لن یعنی عین اور ان دونون رکنون کے لاتن اور تن سے منفصل یعنی جدا ہے اور پہلی فاعلاتن اور مستفعلن کے متصل ہے اور وجہ متصل اور منفصل ہونے کی آگے معلوم ہو جاوے گی پس ان چار رکنون مین فرق اعتباری ہی اور ترکیب ارکان کی تین جزو مین منحصر ہی سبب اور وتد اور فاصلہ۔ سبب دو حرفی کلمہ کو کہتے ہین پس اگر پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو اسکو سبب خفیف کہتے ہین جیسے کر اور بر کہ کاف اور بے متحرک ہے اور رے ساکن اور اگر دونون متحرک ہون اسکو سبب ثقیل کہتے ہین جیسے جلبی کے پہلے دو حرف وتد سہ حرفی کلمہ کو کہتے ہین پس اگر دو حرف متحرک اور تیسرا حرف ساکن ہوا اسکو وتد مقرون کہتے ہین بسبب نزدیک ہونے دو حرف متحرک کے اور وتد مجموع بھی کہتے ہین بسبب اکھٹے ہونے دو حرف متحرک کے مثلاً اگر اور سفر اور اگر دو حرف اول اور اخیر کے متحرک ہون اور بیچ کا حرف ساکن ہوا سکو وتد مفروق کہتے ہین اس سبب سے کہ حرف ساکن نے دونون متحرک مین فرق کر دیا ہے اسکی مثال مین تین حرف پہلے اہرمن اور برہمن کے فاصلہ چار حرف یا پانچ حرف کے کلمہ کو کہتے ہین اگر تین حرف متحرک اور چوتھا ساکن ہوا اسکو فاصلہ صغریٰ کہتے ہین جیسے جلبی سارا لفظ کہ تین حرف متحرک ہین اور چوتھا حرف ساکن ہی اور اگر چار حرف متحرک ہون اور پانچوان ساکن اسکو فاصلہ کبریٰ کہتے ہین جیسے سملتن صغرے یعنے چھوٹے کے اور کبریٰ یعنی بڑے کے ہی چونکہ چار حرف کا لفظ پانچ حرف کے لفظ سے چھوٹا تھا اسواسطے اول کا نام صغرے رکھا اور دوسرے کا کبریٰ اور بعضے چار حرفی کو فاصلہ صادبے نقطہ سے کہتے ہین اور پنج حرفی کو فاصلہ ضاد نقطہ دار سے اور بعضے کہتے ہین کہ ارکان کے اجزا فقط سبب و وتد ہین

اور فاصلہ کوئی علیحدہ جزو نہین کسواسطے کہ چار حرف کا لفظ سبب ثقیل اور سبب خفیف سے
مرکب ہے اور پانچ حرف کا لفظ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے اور حق یہی معلوم ہوتا ہی
لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہی بہرکیف جب یہ معلوم ہو چکا اب
ارکان کے ان اجزا سے مرکب ہونے کی حقیقت بیان کی جاتی ہی پوشیدہ نہ رہے کہ
فعولن مین اول وتد مجموع ہی اور بعد اسکے سبب خفیف اور فاعلن مین اسکا عکس اور
مفاعیلن مین پہلے وتد مجموع ہی اور بعد اسکے دو سبب خفیف اور مستفعلن مفصل مین دو سبب
پہلے اور بعد اسکے وتد مجموع اور فاعلاتن مین اول سبب خفیف ہے اور بعد اسکے وتد مجموع
اور بعد اسکے سبب خفیف دوسرا یعنی دو سبب خفیف کے بیچ مین ایک وتد مجموع ہے
اور مفاعلتن مین اول وتد مجموع ہے اور بعد اسکے فاصلہ صغرے اور جو لوگ فاصلہ کے
قائل نہین ہین اُنکے نزدیک بعد وتد مجموع کے ایک سبب ثقیل اور دوسرا سبب خفیف ہے
اور متفاعلن مین اسکا عکس ہی یعنی فاصلہ یا دو سبب ثقیل اور خفیف اول مین اور وتد مجموع
آخر مین اور مفعولات مین دو سبب خفیف اول اور وتد مفروق بعد انکے اور فاع لاتن
منفصل مین وتد مفروق پہلے اور دو سبب خفیف بعد اسکے اور یہ مفعولات کا عکس ہے
اور مستفع لن منفصل مین ایک سبب خفیف اول اور دوسرا اخیر مین اور وتد مفروق
بیچ مین ہے۔ معلوم کیا چاہیے کہ خلیل ابن احمد اس فن کا استاد اور جمع کرنیوالا ہے
اُس نے کلام عرب مین تجسس اور تلاش کرکے معلوم کیا کہ اشعار عرب پندرہ بحر مین
موزون ہوتے ہین اور وہ یہ ہین طویل مدید بسیط کامل وافر ہزج
رمل رجز منسرح مضارع سریع خفیف مجتث مقتضب تقارب اور
بعد اسکے ابو الحسن اخفش نے سولھوین بحر اور ایجاد کی اور اسکا نام متدارک رکھا ان مین
سے بحر طویل اور بحر مدید اور بحر بسیط اور بحر وافر اور بحر کامل عربی شعرون کے
ساتھ مختص ہین یعنی اہل عجم ان مین شعر نہین کہتے بجز عرب کے اسواسطے کہ وہ وزن
نامطبوع اور نامرغوب ہین بلکہ اشعار ان وزنون مین باوجود موزون ہونیکے ناموزون
معلوم ہوتے ہین اور باقی بحرین عجم اور عرب کے اشعار مین مشترک ہین

اور تین بحرین خلیل ابن احمد کے بعد نکالی گئی ہین اور وہ یہ ہین جدید۔ قریب۔ مشاکل
یہ تینون عجم کے اشعار کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین اور عرب ان مین شعر نہین کہتے
بہرکیف یہ سب انیس بحر ہوئین معلوم کیا چاہیے کہ ان بحرون مین سے بعضی ایک
رکن کی تکرار سے حاصل ہوئی اور بعضی دو رکن کی ترکیب سے جو بحرین
کہ ایک رکن کی تکرار سے حاصل ہوئی ہین یہ ہین ہزج رجز رمل کامل وافر
متقارب متدارک۔ اور جو دو رکن کی ترکیب سے حاصل ہوئی ہین یہ ہین طویل
مدید۔ بسیط۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ منسرح۔ مضارع۔ مقتضب۔ اصل بحر
ہزج کی مفاعیلن ہے آٹھ بار اور اصل رجز کی مستفعلن آٹھ بار اور اصل رمل کی
فاعلاتن آٹھ بار اور اصل کامل کی متفاعلن آٹھ بار اور اصل وافر کی مفاعلتن آٹھ
بار اور اصل متقارب کی فعولن آٹھ بار اور اصل متدارک کی فاعلن آٹھ بار اور اصل
طویل کی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دو بار اور اصل مدید کی فاعلاتن فاعلن
فاعلاتن فاعلن دو بار اور اصل بسیط کی مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار اور
اصل سریع کی مستفعلن مستفعلن مفعولات دو بار اور اصل خفیف کی فاعلاتن مستفعلن
فاعلاتن دو بار اور اصل مجتث کی مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دو بار اور اصل
منسرح کی مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اور اصل مضارع کی مفاعیلن فاعلاتن
مفاعیلن فاعلاتن دو بار اور اصل مقتضب کی مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار اور اصل
بحر جدید کی فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہے دو بار اور اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین اور اس بحر کو
بزرجمہر نے نکالا ہے اور اصل قریب کی مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن ہے دو بار کہتے ہین کہ
مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے یہ بحر نکالی ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ فارسی مین
علم عروض پہلے اسی شخص نے تصنیف کیا ہے اور یہ شخص خلیل ابن احمد سے دو سو
برس کے بعد پیدا ہوا ہے اور اصل بحر مشاکل کی فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن ہے
دو بار ان بحور کی وجہ تسمیہ ہر ایک کے ذکر مین بیان ہو جاوے گی۔ پوشیدہ نہ رہے
کہ ہر چند حدائق البلاغت مین ذکر انھین سولہ بحر کا ہے لیکن چونکہ ان تین بحر پر بھی

مطلع ہونا علم عروض کے شایقین کو ضرور ہے اسواسطے میری رائے ناقص مین مناسب معلوم ہوا کہ ان کو بھی انھین کے ساتھ مذکور کرے لیکن جیسے وجود ان کا اُن بحر کے بعد ہی چاہیے کہ ذکر بھی ان کے بعد کیا جاوے اب معلوم کیا چاہیے کہ اصل مین ان سب بحرون کے آٹھ آٹھ جزو ہین بجز سریع اور خفیف کے کہ اصل مین اُسکے چھ جزو ہین جس بحر کے آٹھ جزو ہین اسکو ممثن کہتے ہین اور اگر دو جزو اُس مین سے گرا دیوین اسوقت اسکو مسدس کہین گے اور اگر چار جزو گرا دیوین اس کو مربع کہین گے اور عربی کے شعرون مین تین اور دو جزو کی بھی بحر ہوتی ہی اور مثلث یعنی تین جزو والی بحر کو بعضون نے بمنزلہ پہلے مصرع کے شمار کیا ہے اور اسکے پہلے جزو کو صدر اور اخیر کے جزو کو عروض اور بیچ کے جزو کو حشو اور بعضون نے بمنزلہ دوسرے مصرع کے تصور کیا ہے اور اسکے پہلے جزو کو ابتدا اور اخیر کے جزو کو عجز اور بیچ کے جزو کو حشو اور ایسی ہی مثنے یعنی دو جزو والے کے دو اعتبار کیے ہین لیکن اسمین حشو نہین ہے اور فارسی اور اُردو مین ممثن اور مسدس کے سوا اور مستعمل نہین ہوتا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان سولہ بحرمین سے سریع اور خفیف اصل مین مسدس ہین اور باقی تیرہ بحر ممثن اور ممثن مین سے جب دو جزو کم کرکے مسدس بنا لیتے ہین اُسکو مجزوز کے نقطہ دار اور واو مشدد سے کہتے ہین اس سبب سے کہ ہر مصرع سے ایک جزو کم ہوگیا ہے اور اصل ان تین بحرون کی بھی مسدس ہی یعنی واضع نے ان کو چھ جزو پر بنایا ہے پوشیدہ نہ رہے کہ ان بحرون کے سبب اور وتد اور فاصلہ مین اگر تقدیم اور تاخیر کی جاوے تو ایک بحر سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور دوسری بحر نکلنے کے یہ معنی ہین کہ اسکے وزن پر الفاظ حاصل ہو جاتے ہین یعنی وہ بحر جتنے سبب اور وتد اور فاصلے سے مرکب ہی وہی سب اجزا اسی ترتیب سے یہان ہوتے ہین اور بحر اصل مین انھین متحرک اور ساکنون کا نام ہی کہ جسے وہ اجزا مرکب ہوتے ہین لیکن چونکہ ان اجزا کی تقدیم اور تاخیر سے جو الفاظ اس وزن پر حاصل ہوین گے البتہ بے معنی ہوین گے

بہتر یہ ہے کہ حتی المقدور رعایت معنی دار الفاظ کی کیجاوے تو عادت عروضیون کی
اسطرح پر ہے کہ وہ الفاظ کہ اس دوسری بحر مین مستعمل ہوتے ہین انکی جگہ پر رکھ دیتے
ہین چنانچہ انکی حقیقت مفصل معلوم ہوجاویگی اور ایک بحر سے دوسری بحر کے نکلنے کو
فک بحور کہتے ہین اور جتنی بحرین کہ ایک دوسرے سے نکلتی ہین انکے حق مین کہتے
ہین کہ یہ ایک دائرے سے ہین اور انکے واسطے ایک ایک دائرہ بھی لکھا کرتے ہین تاکہ
نکلنا ان بحور کا اس سے خوب ظاہر ہوجاوے مثلاً مفاعیلن مین اول وتد مجموع ہے
اور بعد اسکے دو سبب خفیف اور مستفعلن مین دو سبب خفیف پہلے ہین اور بعد انکے
وتد مجموع یہ عکس ہے مفاعیلن کا اور فاعلاتن مین ایک سبب خفیف اول اور دوسرا
سبب خفیف اخیر مین اور بیچ مین وتد مفروق پس اگر مفاعیلن مفاعیلن
مفاعیلن مفاعیلن کے مفا سے شروع اور لن پر تمام کرین بحر ہزج ہے اور
اگر عیلن سے شروع اور مفا پر تمام کرین یہ صورت ہوجاوے گی عیلن مفاعیلن
مفاعیلن مفاعیلن مفا یہ بحر رجز ہے کیونکہ وہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن
مستفعلن مستفعلن کا اگر کن سے شروع اور عی پر تمام کرین اور کہین لن مفاعی
لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی بحر رمل ہوجاوے گی کہ اس کا وزن یہ ہے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن اسی طرح سے مستفعلن اور فاعلاتن سے تینون
بحرین حاصل ہوتی ہین یعنے اگر مس سے شروع اور لن پر تمام کرین رجز ہے
اور علن سے شروع اور مستف پر تمام کرین ہزج اور تفعلن سے شروع
اور مس پر تمام کرین رمل ہے اور ایسے ہی فا سے شروع اور تن پر تمام کرنا
رمل اور علاتن پر تمام کرنا ہزج اور تن سے فاعلا پر تمام کرنا رجز ہے پس یہ
تین بحر ایک دائرہ سے ہین اور ان اوزان کو خط دائرہ پر لکھنے کا یہ فائدہ ہے
کہ بسبب مدور ہونے کے ایک رکن کے جزو اخیر کا دوسرے رکن کے جزو اول
کے ساتھ متصل ہونا بے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اس دائرہ کی صورت یہ ہے
اس دائرہ کو مجتلبہ کہتے ہین لام مفتوح سے اور جلب بمعنی کھینچنے کے اور

کسی شے کو ایک جا سے دوسری جلے مین لیجانے کے ہی اور مفاعیلن بحر طویل کا اور مستفعلن بحر بسیط کا اور فاعلاتن بحر مدید کا جزو ہی اور یہ تینون بحرین دائرۂ مختلفہ سے ہین کہ اسکا بیان آگے آویگا گویا ان تین رکنون کو دائرہ مجتلبہ مین دائرۂ مختلفہ سے کھینچکر لے آئے ہین اور عجم اس دائرہ کو موتلفہ کہتے ہین اسواسطے کہ گویا ان تین رکنون کو باعتبار ترکیب کے آپسمین الفت ہے اور متفاعلن مین پہلے فاصلہ صغریٰ اور وتد مجموع اسکے بعد اور مفاعلتن اسکا عکس ہی پس اگر متفا سے شروع کرکے علن پر تمام کرین بحر کامل ہو جاوے اور اگر علن سے شروع کرکے متفا پر تمام کرین مفاعلتن کا وزن حاصل ہو اور یہ بحر وافر ہے ایسی ہی مفاعلتن کے دونون جزو کی تقدیم اور تاخیر سے وافر حاصل ہوتا ہے پس یہ دونون بحر ایک دائرہ سے ہین اس دائرہ کی یہ صورت ہے

اس دائرہ کا نام موتلفہ ہے لام مکسور سے اسواسطے کہ ان دو بحر کے ارکان کو آپس مین الفت ہے یعنی دونون سات حرف کے ہین اور مرکب ہین وتد مجموع اور فاصلہ صغریٰ سے آور فعولن مین پہلے وتد مجموع ہے اور بعد اس کے سبب خفیف اور فاعلن مین پہلے سبب خفیف ہے اور بعد اسکے وتد

مجموع یعنی اسکا عکس ہے پس فعولن فعولن فعولن فعولن بحر متقارب ہے اور ان سے شروع کرکے فعو پر تمام کرنا یعنی لن فعولن فعولن فعولن فعو بحر متدارک ہے اور الفاظ مستعمل اسکے یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن پس یہ دونون ایک دائرہ سے ہین اور صورت دائرہ کی یہ ہے اس دائرہ کو متفقہ کہتے ہین فاکسوسے اسواسطے کہ اس دائرہ کے ارکان پانچ حرف کے ہوئے اور وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہوئے نہین آپسمین اتفاق رکھتے ہین اور فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن اگر ارکان کو اسی ترتیب سے پڑھین بحر طویل ہے اور اگر فعولن کے لن سے شروع کرکے مفاعیلن کے مفاعی پر تمام کرین اور پھر مفاعیلن کے لن سے شروع کرکے فعولن کے فعو پر تمام کرین یہ وزن حاصل ہوگا لن مفاعی لن فعولن مفاعی لن فعو یہ بحر مدید ہے

اسکے الفاظ مستعمل یہ ہین فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن اور اگر مفاعیلن کے عیلن سے شروع فعولن کے فعو پر تمام کرین اور فعولن کے لن سے شروع کرکے مفاعیلن کے مفا پر تمام کرین یہ وزن حاصل ہوگا عیلن فعولن مفاعیلن فعولن مفا یہ بحر بسیط ہے اور اسکے الفاظ مستعمل یہ ہین مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن پس یہ تین بحر ایک دائرہ سے ہین اور صورت دائرہ کی یہ ہے

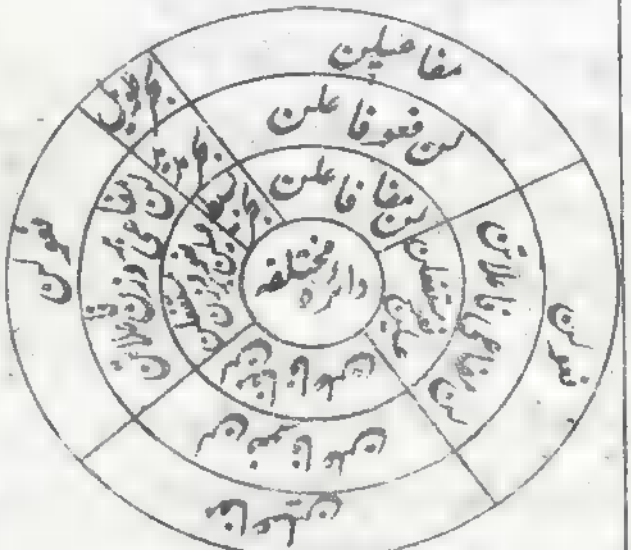

اسکو دائرہ مختلفہ لام مکسور سے کہتے ہین اور بعضے لام مفتوح سے اسواسطے کہ اس دائرہ کے ارکان باعتبار حرف کے مختلف ہین یعنی بعضون کے سات حرف ہین اور بعضون کے پانچ حرف اسیطرح سے بحر سریع اور خفیف اور بحر مجتث اور بحر مضارع اور بحر منسرح اور بحر مقتضب یہ چھ بحرین ایک دائرہ سے نکلتی ہین لیکن اس شرط سے کہ سوا سریع

اور خفیف کی چار بحر باقی بھی مسدس ہون کسواسطے کہ وہ دو بحر اصل مین مسدس ہین
اور انکے اجزا چھ سے زیادہ نہین ہوتے پس یہ چارون ہمراہ ان دو کے ایک
دائرہ سے جب حاصل ہون گی جب چھ جزو کی ہون گی تفصیل اس امر کی یہ ہی
کہ لفظ مستفعلن مستفعلن مفعولات کی اگر اسی ترتیب سے پڑھی جاوین بحر سریع ہے
اور اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرکے پہلے پر تمام کرین مستفعلن مفعولات
مستفعلن حاصل ہو جاوے کہ یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن
کے دوسرے سبب خفیف یعنی تف سے شروع کرین اور پہلے مستفعلن کے
مس پر تمام کرین تفعلن معف عولات مس تفعلن حاصل ہو جاوے کہ یہ بحر خفیف ہے
اور بحر خفیف کے الفاظ مستعمل یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن یعنی تفعلن معف
فاعلاتن متصل کے وزن پر ہے اسواسطے ایک وتد مجموع دو سبب خفیف کے بیچ
مین ہے اور عولات مس تفع لن منفصل کے وزن پر اسواسطے کہ عولات مس مین
دو سبب خفیف اول اور آخر مین ہین اور ایک وتد مفروق بیچ مین پس عُو اور مُس کے
وزن پر مس اور لن اور لات کے وزن پر تفع اس رکن کے منفصل ہونے کی وجہ
اس بحر مین یہی ہے اور تفعلن مس فاعلاتن کے وزن پر ہے اور اگر دوسرے
مستفعلن کے وتد مجموع یعنی علن سے شروع کرین اور پہلے مستفعلن کے تف پر
تمام کرین علن مفعولات مستف علن مستف حاصل ہووے اور یہ بحر مضارع مسدس
ہے اسکے الفاظ مستعمل یہ ہین مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن کیونکہ علن مفعو کے
وزن پر مفاعیلن ہے اور لات مستف کے وزن پر فاع لاتن منفصل بسبب
وتد مفروق ہونے لات کے اور یہی وجہ ہے فاع لاتن کے منفصل ہونے کی
بحر مضارع مین اور علن مستف کے وزن پر مفاعیلن اور اگر مفعولات سے شروع
کرکے پہلے مستفعلن پر تمام کرین مفعولات مستفعلن مستفعلن حاصل ہووے اور یہ
بحر مقتضب مسدس ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف یعنی عُو
سے شروع کرکے معف پر تمام کرین عولات مس تفع لن مس تفع لن معف حاصل ہووے

اور یہ بحر مجتث مسدس ہے الفاظ مستعل اس بحر کے یہ ہین مس تفع لن فا علاتن فا علاتن چونکہ تفع مقابل لات کے واقع ہوا ہے اسواسطے مس تفع لن اس بحر مین بھی منفصل ہی پس فا علاتن اور مستفع لن انھین تین بحر مین منفصل آتی ہین اور باقی بحور مین متصل صورت دائرہ کی یہ ہے اس دائرہ کو مشتبہ بار کے کسرہ سے کہتے ہین۔

اسواسطے کہ ان چھ بحور کے ارکان آپس سے اشتباہ رکھتے ہین یعنی بحر خفیف اور بحر مجتث مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین فاع لاتن منفصل ہے اور باقی مین متصل پس منفصل اور متصل ایک دوسرے سے مشتبہ ہین اور بعضون نے اس دائرہ کا نام وتد رکھا ہے یعنی ایسا دائرہ کہ جس مین وتد مفروق واقع ہو پس وتد سے مراد وتد مفروق ہے کسواسطے کہ وتد مفروق سوا اس دائرہ کے اور کسی دائرہ مین نہین واقع ہوتا یہان تلک دائرون کا حال تمام ہوا

خیابان دوسرا زحافون کے بیان مین

زحاف زے نقطہ دار مکسور سے زحف کی جمع ہے اور زحف لغت مین کسی چیز کے اصل سے گر جانے کو کہتے ہین چنانچہ اس تیر کو کہ نشانہ سے دور گر پڑے تیر زاحف کہتے ہین اور علم عروض کی اصطلاح مین ان تغیرات کو کہتے ہین کہ بحور کے ارکان مین واقع ہوتین اور عروضیون کی عادت اس امر پر جاری ہی کہ ایک تغیر کو بھی زحاف کہتے ہین اگرچہ لفظ جمع کا ہی بہرصورت ارکان متغیر ہونا تین طرح پر ہی اول یہ کہ کسی حرف متحرک کو ساکن کرین دوسرے یہ کہ ارکان مین سے بعض حرف کم کرین تیسرے یہ کہ ارکان مین کچھ اور زیادہ کردین یہ سب زحافات پینتیس ہین بعضے ایسے ہین کہ مختص ایک رکن سے ہین اور بعضے کئی رکن مین واقع ہوتے ہین ہم ان زحافون کو جس جس بحر سے تعلق رکھتے ہین بیان کرتے ہین اور زحافون کے بیان سے پہلے یہ معلوم کیا چاہیے کہ اگر رکن بسبب زحاف کے ایسا ہو جاوے کہ کلام عرب مین اس لفظ کا استعمال نہین ہی تو عروضی اسکی جگہ اور لفظ مستعمل رکھدیا کرتے ہین اور حتی الوسع رعایت اس امر کی کرتے ہین کہ لفظ بے معنی نہ آوے اسکا حال مفصل آتا ہی بیان زحافون کا یہ ہے کہ اضمار متفاعلن کے تے ساکن کرنے کو کہتے ہین اور چونکہ متفاعلن بسکون تا مستعمل نہین ہی اسواسطے اسکی جگہ مین مستفعلن رکھدیتے ہین اور یہ زحاف بحر کامل سے مختص ہی کیونکہ متفاعلن سوا بحر کامل کے اور بحر مین نہین آتا اور جس رکن مین اضمار واقع ہوتا ہی اسکو مضمر کہتے ہین عصب مفاعلتن کی لام کے ساکن کرنے کو کہتے ہین اور مفاعلتن بسکون لام کے جاے مین مفاعیلن رکھدیتے ہین یہ زحاف مختص بحر وافر سے ہی کیونکہ یہ رکن بھی سوا بحر وافر کے اور بحر مین نہین واقع ہوتا جس رکن مین عصب واقع ہوتا ہی اسکو معصوب کہتے ہین۔ وقف مفعولات کی تے کے ساکن کرنے کو کہتے ہین اور اسکی جاے مین مفعولان رکھتے ہین یہ زحاف تین بحر مین آتا ہی سریع اور منسرح اور مقتضب اس زحاف والے رکن کو موقوف کہتے ہین۔ خبن نے نقطہ دار سے رکن کے پہلے سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین پس جب فاعلن سے الف گرادین فعل رہجاوے عین کے کسرہ سے اور فاعلاتن

متصل سے فعلاتن اور جب مستفعلن سے خواہ متصل ہو خواہ منفصل سین دور کرین مستفعلن رہجاوے اور اسکی جاے مین مفاعلن رکھدینگے اور مفعولات سے جب فے دور کرینگے معولات باقی رہیگا اسکی جاے مین فعولات رکھدینگے اور یہ زحاف فاع لاتن منفصل مین واقع نہین ہو سکتا کسواسطے کہ اس رکن مین دو تد مفروق ہی اور وہ زحاف سوا سبب خفیف کے اور کہین نہین واقع ہوتا یہ زحاف بحر رمل اور رجز اور مدید اور بسیط اور متدارک اور سریع اور خفیف اور منسرح اور مجتث اور مقتضب مین آتا ہی جس رکن مین یہ زحاف ہوا سکو مخبون کہتے ہین طی رکن کے پہلے دو سبب خفیف کے چوتھے حرف ساکن کے گرادینے کو کہتے ہین پس مستفعلن فے کے گرانے سے مستعلن باقی رہتا ہی اسکی جگہ مفتعلن رکھتے ہین اور مفعولات وا دے کے دور کرنیسے مفعلات عین کے پیش کے ساتھ رہتا ہی اسکی جگہ فاعلات تے کے پیش سے رکھتے ہین یہ زحاف بحر بسیط اور رجز اور سریع اور منسرح اور مقتضب مین آتا ہی اور بحر خفیف اور مجتث مین نہین آتا ہی کسواسطے کہ ان مین مستفعلن منفصل ہی اور چوتھا حرف ساکن و تد مین واقع ہوا ہی نہ سبب خفیف مین اور اس زحاف مین چاہیے کہ چوتھا ساکن دو سبب خفیف مین کا ہو ایسے ارکانون کو مطوی کہتے ہین کف ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین بشرطیکہ وہ ساکن سبب خفیف مین واقع ہوا ہو پس مفاعیلن نون کے گرنے سے مفاعیل لام مضموم سے رہتا ہی اور فاعلاتن خواہ متصل ہو خواہ منفصل فاعلات تے مضموم سے اور ان رکنون کی جگہ اور رکن نہین رکھتے کسواسطے کہ یہ رکن مستعمل باقی رہتے ہین اور یہ زحاف بحر طویل اور مدید اور ہزج اور رمل اور خفیف اور مجتث اور مضارع مین آتا ہے اور ان ارکانون کو مکفوف کہتے ہین قبض پانچوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن یے کے دور کرنے سے مفاعلن اور فعولن نون کے گرانے سے فعول لام مضموم سے رہتا ہے اور یہ زحاف بحر طویل اور ہزج اور متقارب اور مضارع مین آتا ہے اور انھین ارکانون کو مقبوض کہتے ہین۔ تشعیث فاعلاتن کی و تد مجموع سے حرف متحرک کے گرانے کو کہتے ہین اور اس متحرک مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک عین گرتا ہے بعضون کے نزدیک

لام اور بعضے کہتے ہین کہ یہ زحاف وہ ہے کہ وتد مجموع سے حرف ساکن یعنی الف
گر جاوے اور اسکے بعد حرف متحرک کہ اس سے پہلے ہی یعنی لام ساکن ہو جاوے
پہلی صورت مین فالاتن اور دوسری صورت مین فاعاتن اور تیسری صورت مین فاعلتن
لام ساکن سے ہوتا ہے تینون صورت مین مفعولن اسکی جاے مین رکھتے ہین یہ زحاف
بحر مدید اور خفیف اور رمل اور مجتث مین واقع ہوتا ہے اور بحر مضارع مین یہ زحاف
واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اس بحر مین وتد مفروق ہے اور اس زحاف کے واسطے
وتد مجموع چاہیے اس رکن کو مشعث کہتے ہین قصر قاف اور صاد بے نقطہ کے ساتھ
وہ ہے کہ رکن اخیر سے سبب خفیف کے حرف ساکن کو گرا دین اور اسکے پہلے
حرف کو ساکن کر دین جیسے مفاعیلن مین سے لن کے نون کو گرا کر لام کو ساکن کرین پس
مفاعیل لام کے سکون کے ساتھ باقی رہے گا اور فاعلاتن سے خواہ متصل ہو خواہ منفصل
فاعلات اور فعولن سے فعول اور مستفع لن منفصل سے مستفعل حرف اخیر کے سکون کے ساتھ
باقی رہے گا لیکن مستفعل کی جگہ مین مفعولن رکھتے ہین اور باقی الفاظ کو ویسا ہی
استعمال کرتے ہین اور یہ زحاف بحر طویل اور مدید اور بسیط اور رمل اور
متقارب اور مضارع اور خفیف اور مجتث مین آتا ہے اور ان ارکان کو مقصور
کہتے ہین۔ قطع وہ ہے کہ رکن کے آخر سے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر
اسکے پہلے حرف کو ساکن کرین پس مستفعلن سے مستفعل اور فاعلن سے فاعل اور
متفاعلن سے متفاعل لام کے سکون کے ساتھ باقی رہتا ہے لیکن بجاے اول کے مفعولن
اور بجاے دوسرے کے فعلن عین ساکن کے ساتھ اور بجاے تیسرے کے فعلاتن
عین کے کسرہ سے رکھتے ہین یہان سے معلوم ہوا کہ مفعولن مستفعل سے بدلے ہوئے
دو ہین ایک وہ ہے کہ مستفعلن متصل مین قطع کے واقع ہونے سے مستفعل باقی رہا اور
اس سے مفعولن حاصل ہوا اور دوسرا وہ ہے کہ مستفعلن منفصل مین قصر کے واقع ہونے
سے مستفعل ہوا اور اسکی جگہ مفعولن رکھا گیا اور یہ زحاف رکن فاعلاتن
متصل مین اس طرح سے ہے کہ اسکے آخر سے سبب خفیف گرا دین اور

اسکے وتد مجموع یعنی علاکے حرف ساکن کو گرا کر لام کو ساکن کر دین پس فاعلاتی رہیگا لام ساکن کے ساتھ اسکو فعلن کے ساتھ بدل لین گے یہ زحاف بحر رجز اور کامل اور رمل اور متدارک اور بسیط اور مدید اور سریع اور خفیف اور مقتضب مین واقع ہوتا ہے اور بحر مجتث مین سوا فاعلاتن کے اور کسی رکن مین نہین آتا کسواسطے کہ مستفع لن اس بحر مین مفصل ہی اور مفصل کے اخیر مین سبب خفیف ہے اور یہ زحاف وتد مجموع مین واقع ہوتا ہے اور بحر مضارع مین بھی بسبب وتد مفروق ہونے کے نہین آتا پس اگر بحر مجتث اور مضارع مین مفعولن ہو تو معلوم کیا چاہیے کہ وہ مقصور ہے اور اگر سوا اسکے بحور مذکورۂ بالا مین واقع ہو تو معلوم کیا چاہیے کہ مقطوع ہے اور اسیطرح سے فعلن بحر متدارک مین بدلا ہوا ہوگا فاعلن سے اور باقی فاعلاتن مفصل سے ان ارکان کو مقطوع کہتے ہین وقص متفاعلن مضمر کے مخبون کرنے کو کہتے ہین یعنی اسکی تے کو کہ بسبب اضمار کے ساکن ہوئی بسبب خبن کے گرا دین پس مفاعلن رہے گا اور اس صورت مین مستفعلن مخبون سے مشتبہ ہو جاوے گا کسواسطے کہ جب مستفعلن مین سے بسبب خبن کے سین گر گیا متفعلن باقی رہا پس اسکی جگہ مین مفاعلن رکھا جاتا ہے لیکن ان دونون مین فرق یہ ہے کہ مفاعلن متفاعلن موقوص سے بدلا ہوا سوا بحر کامل کے اور کسی بحر مین نہین آنے کا کسواسطے کہ متفاعلن بھی بحر کامل سے مختص ہی عقل مفاعلتن مغصوب کے مقبوض کرنے کو کہتے ہین یعنی لام مفاعلتن کا بسبب غصب کے ساکن ہوا تھا اور مفاعیلن سے بدلا گیا تھا جب مفاعیلن مغصوب مین سے یا کو بسبب قبض کے گرا دیا مفاعلن رہ گیا پس مفاعیلن مقبوض سے مشابہ ہو گیا لیکن چونکہ یہ زحاف یعنی عقل مختص مفاعلتن سے ہے پس جب مفاعلن بحر وافر مین ہوگا تو معلوم ہوگا کہ معقول ہی مقبوض نہین ہی نقص مطوی کرنا متفاعلن مضمر کا یعنی پہلے متفاعلن مین سے بسبب اضمار کے تے کو ساکن کرین اور پھر بسبب ملے کے چوتھے حرف ساکن کو گرا دین پس متفعلن باقی رہے اس جگہ مفتعلن رکھین گے یہ زحاف بحر کامل سے مختص ہی کشف سین بے نقطہ سے مفعولات مین وقف اور کف

کے جمع کرنے کو کہتے ہین یعنی مفعولات کی تے کو اول بسبب وقف کے ساکن کرین اور پھر بسبب کف کے گرادین پس مفعولا باقی رہے اسکی جگہ مفعولن رکھین گے اور یہ زحاف بحر سریع اور منسرح اور مقتضب مین آتا ہے یہ لفظ شین نقطہ دار سے بھی درست ہے شکل شین نقطہ دار سے فاعلاتن متصل مین نون بسبب کف کے گرادیوین فعلات عین مکسور اور تاے مضموم کے ساتھ باقی رہے اور یہ زحاف بحر رمل اور مدید اور خفیف اور مجتث مین واقع ہوتا ہے اور بحر مضارع مین اس زحاف کا واقع ہونا ممکن نہین کسواسطے کہ اس بحر مین فاع لاتن متفصل ہے اور اس مین نون نہین آسکتا۔ حذف رکن کے اخیر سے سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین پس فعولن اور مفاعیلن اور فاعلاتن سے فعو اور مفاعی اور فاعلا باقی رہتا ہے اور ان کی جاے مین فعل اور فعولن اور فاعلن رکھتے ہین یہ زحاف بحر مدید اور خفیف اور ہزج اور رمل اور مضارع اور مجتث اور طویل اور متقارب مین آتا ہے جذ جیم مفتوح اور ذال نقطہ دار سے رکن کے آخر سے وتد مجموع کے گرانے کو کہتے ہین پس مستفعلن سے مستف اور متفاعلن سے متفا اور فاعلن سے فا باقی رہتا ہے اور ان کی جگہ فعلن سکون عین کے ساتھ اور فعلن عین کے کسرہ کے ساتھ اور فع رکھتے ہین جاننا چاہیے کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہوتا ہے اسکو اجذ الف اور جیم مفتوح سے کہتے ہین اور یہ زحاف بحر بسیط اور کامل اور ہزج اور متدارک مین بہت آتا ہی اور باقی بحورین سے گو ان مین مستفعلن متصل ہووے یہ زحاف کم آتا ہی اور مستفع لن متفصل مین ہرگز نہین آتا کسواسطے کہ اسمین وتد مفروق ہی وتد مجموع نہین ہی اصلم صاد بے نقطہ سے مفعولات مین سے وتد مفروق کے گرادینے کو کہتے ہین پس مفعو باقی رہتا ہے اور اسکی جگہ فعلن سکون عین کے ساتھ رکھتے ہین اور اس رکن کو اصلم کہتے ہین یہ زحاف بحر سریع اور منسرح اور مقتضب مین آتا ہی قطف رکن مفاعلتن مین عصب اور حذف کے جمع کرنے کو کہتے ہین جب لام مفاعلتن کا بسبب عصب کے ساکن ہوا اور بسبب خفیف آخر سے بسبب حذف کے گر گیا مفاعل باقی رہا اور اسکی جگہ

فعولن رکھا جاوے گا یہ زحاف بحر وافر کے ساتھ مختص ہے۔ بتر فعولن مین حذف اور قطع کے جمع کرنے کو کہتے ہین جب لن بسبب حذف کے اور واو فعو کے بسبب قطع کے ساقط ہوا فا باقی رہا معلوم کیا چاہیے کہ مفاعیلن مین جسوقت زحاف جب اور خرم دونون کو جمع کرتے ہین اسکو بھی بتر کہتے ہین اسکا بیان آگے آتا ہی انشاء اللہ تعالے اور ایسے ارکان کو ابتر کہتے ہین یہ زحاف بحر متقارب اور ہزج مین واقع ہوتا ہے اور مضارع اور طویل مین پایا نہین گیا شاید آتا ہو تسبیغ سین بے نقطہ اور غین نقطہ دار سے یہ ہے کہ سبب خفیف مین کہ رکن کے اخیر مین واقع ہوا ہو ایک الف زیادہ کرین پس مفاعیلن اور فعولن اور فاعلاتن سے خواہ متصل ہو خواہ منفصل مفاعیلان اور فعولان اور فاعلاتان ہو جاتا ہے لیکن فاعلاتان کی جگہ فاعلیان رکھتے ہین اور یہ زحاف بحر ہزج اور رمل اور مضارع اور متقارب اور خفیف اور مدید اور طویل اور مجتث مین آسکتا ہے اور رجز مین ممکن نہین کیواسطے کہ مستفعلن متصل کے اخیر مین وتد مجموع ہے سبب خفیف نہین ہے اسی واسطے بحر مضارع مین آتا ہے کیونکہ اسمین مستفع لن منفصل ہے اور اُسکے اخیر مین سبب خفیف ہے ایسے ارکان کو مسبغ کہتے ہین آذالہ وتد مجموع مین کہ رکن کے اخیر مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنے کو کہتے ہین پس مستفعلن اور فاعلن اور متفاعلن سے مستفعلان اور فاعلان اور متفاعلان ہو جاتا ہے آن ارکان کو مذال کہتے ہین یہ زحاف بحر رجز اور متدارک اور بسیط اور کامل اور سریع اور منسرح اور مقتضب مین واقع ہوتا ہے اور عروض اور ضرب مین اکثر آتا ہے اور حشو مین کم اور صدر اور ابتدا مین نہین آتا۔ ترفیل وتد مجموع کے اندر کہ رکن کے اخیر مین واقع ہوا ہو سبب خفیف زیادہ کرنے کو کہتے ہین پس مستفعلن اور فاعلن اور متفاعلن سے مستفعلاتن اور فاعلاتن اور متفاعلاتن ہو جاتا ہے لیکن یہ زحاف فارسی مین بہت کم آتا ہی ان ارکان کو مرفل کہتے ہین۔ جدع دال بے نقطہ سے رکن مفعولات کے دو سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین اس صورت مین لات باقی رہے گا اور اسکی جگہ مین فاع رکھدینگے اور جب فاع الف کے گرانے سے فع رہجاوے اُسکو

منحور کہینگے اور جبرع جس رکن مین واقع ہوا ہو اسکو مجدوع کہتے ہین یہ زحاف بحر سریع اور منسرح اور مقتضب سے علاقہ رکھتا ہے جب جیم مفتوح سے مفاعیلن سے دونون سبب کے گرانے کو کہتے ہین اس صورت مین مفا باقی رہتا ہے اور فعل لام ساکن کے ساتھ بدل لیتے ہین یہ زحاف بحر ہزج کے سوا اور بحر مین نہین آتا اور جس رکن مین یہ زحاف ہو اسکو مجبوب کہتے ہین خرم نے نقطہ دار سے وہ ہے کہ وتد مجموع سے کہ رکن کے اول مین ہو حرف متحرک اول کو گرا دیوین اور یہ زحاف اکثر صدر اور ابتدا مین واقع ہوتا ہے پوشیدہ نہ رہے کہ اس زحاف کا نام ہر موضع مین علیحدہ ہو جاتا ہے ان مواضع کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ زحاف فعولن مین واقع ہو عولن باقی رہیگا اسکو فعلن سے بدل لینگے اس صورت مین اس زحاف کا نام اثلم رکھین گے اور اگر فعولن ہی مین خرم کو قبض کے ساتھ جمع کرین یعنی فے کو بسبب خرم کے اور نون کو بسبب قبض کے گرا دیوین عول لام مضموم سے باقی رہیگا اسکو فعل لام مضموم کے ساتھ بدل دینگے اس مقام مین اس زحاف کو اثرم اثی تین نقطہ والی اور ے بے نقطہ سے کہین گے اور اگر مفاعلتن مین سے بسبب خرم کے میم گرا دین اسکو اعصب کہین گے اور اگر اسی رکن مین خرم اور عصب کو جمع کرین یعنی میم بسبب خرم کے گرا دین اور لام کو بسبب عصب کے ساکن کر دین پس فاعلتن لام ساکن سے باقی رہیگا اور اسکو مفعولن سے بدلین گے اس جاے مین اس زحاف کو اقصم کہتے ہین اور اگر خرم کو عقل کے ساتھ اسی رکن مین جمع کرین یعنی مفاعلتن کہ بسبب عصب کے لام اسکا ساکن ہو کر اور بسبب قبض کے گر کر مفاعلتن رہا تھا اور مفاعلن کے ساتھ بدلا گیا تھا اب بسبب خرم کے اسکے میم کو گرا کر فاعلن کر لین اس صورت مین اس زحاف کو رجم کہین گے اور اگر مفاعیلن مین خرم کرین یعنی اسکی میم کو گرا دین اسکو اخرم کہین گے اور جب میم گر جاے گی فاعیلن باقی رہیگا اسکو مفعولن سے بدلین گے اور جب اسی رکن مین خرم اور قبض جمع کرین یعنی میم بسبب خرم اور یاے تحتانی بسبب قبض کے گرا دین فاعلن باقی رہے اس صورت مین اس رکن کو اشتر کہین گے اور جب اسی رکن مین خرم کو کف کے ساتھ جمع کرین یعنی میم بسبب خرم کے اور نون

بسبب کف کے گرادین فاعیل لام مضموم سے باقی رہیگا اسکی جگہ مفعول رکھدینگے
اس صورت مین اس رکن کو اخرب کہین گے خے نقطہ دار سے اور ے بے نقطہ سے
اور جسوقت اُسی رکن مین اخرم کو جب کے ساتھ جمع کرین یعنی میم سبب جز رم کے اور دونون
سبب کو بسبب جب کے گرادین فار ہیگا اور اسکو فع سے بدلین گے اس رکن کو ابتر کہین گے
یہ زحافات بحر متقارب اور طویل اور ہزج اور وافر اور مضارع مین بہت مستعمل ہوتا ہے
پوشیدہ نہ رہے کہ جب مفاعیلن مین حذف اور قصر کو جمع کرین گے یعنی لن بسبب حذف
کے گرادین اور یاے تحتانی کو بسبب قصر کے گرا کر عین کو ساکن کرین مفاع باقی رہیگا
اسکو اہتم کہین گے اور جب اہتم کو خرم کے ساتھ جمع کرین یعنی میم مفاع کی گرادین
فاع باقی رہے عین ساکن کے ساتھ یہان تک تمام ہوا بیان زحافات کا اور اغلب یہ ہے
کہ کوئی بات اس امر مین باقی نہین رہی معلوم کیا چاہیے کہ کبھی ارکان مین سے اکٹھا
دو حرف کا گرانا جائز نہین ہوتا اس امر کو معاقبہ کہتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ نہ ایک دفعہ دونون کا گرادینا جائز ہے اور نہ اکٹھا ایک جاے مین دونون کا
ثابت رکھنا جائز ہے اس امر کو مراقبہ کہتے ہین انشاء اللہ تعالیٰ ان دونون امر کی طرف
بحور کی مثالون کے ذکر مین اشارہ کیا جاوے گا واللہ خیر الموفقین

خیابان تیسرا تقطیع کے بیان مین

معلوم کیا چاہیے کہ لغت مین تقطیع بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہے اور علم عروض کی
اصطلاح مین بیت کے اجزا کو بحر کے اجزا کے ساتھ برابر کرنے کو کہتے ہین اور وہ برابر
کرنا اسطرح پر ہو کہ حروف متحرک اور ساکن بیت کے بحر حروف متحرک اور ساکن کے
مقابل ہو جاوین اور تخصیص حرکت کی واجب نہین یعنی یہ واجب نہین کہ کسرہ کے مقابل
کسرہ اور فتح کے مقابل فتح اور پیش کے مقابل پیش ہو جیسے طوطی فعلن کے وزن پر ہے
اگر تخصیص حرکت کی ضرور ہوتی پس وہ اس وزن پر نہوتا کیونکہ طوطی مین پہلے حرف کو
ضمہ اور تیسرے کو کسرہ ہے خلاف فعلن کے اور تقطیع مین ان حرفون کا

اعتبار ہے جو بولنے مین آتے ہین مثلاً آمد یا آدم فعلن کے وزن پر ہی کسواسطے کہ الف کو بسبب کھینچکر پڑھنے کے دو الف اعتبار کرتے ہین۔ اور اگر کوئی حرف لکھا جاتا ہو لیکن پڑھنے مین نہ آتا ہو اُسکو تقطیع مین اعتبار نہ کرینگے جیسے خوان دل فاعلن کے وزن پر ہے کسواسطے کہ واو بسبب پڑھے نہ جانے کے تقطیع سے گر پڑی اور کبھی حرکت کو بجاے حرف کے اور کبھی حرف کو بجاے حرکت کے شمار کرتے ہین جیسے گل خوشبو اوپر وزن مفاعیلن کے ہی کسواسطے کہ زیر لام کا بسبب کھینچکر پڑھنے کے مفا کے الف کے مقابل شمار مین آیا ہی اور جیسے دو منزل اوپر وزن فعولن کے کہ واو دو کا بمنزلہ پیش کے شمار مین آیا ہی اور اگر مصرع کے بیچ مین دو حرف ساکن واقع ہوون پس اگر پہلا ساکن حرف مدہ کا ہووے اور دوسرا نون پس نون کو تقطیع مین گراوینگے اور اگر پہلا حرف ساکن خواہ مدہ ہو خواہ سوا مدہ کے اور حرف لیکن دوسرا حرف نون نہو بلکہ نون کے سوا اور حرف ہو اس دوسرے کو متحرک کر دینگے اور حرف مدہ تین حرف کا نام ہے الف اور ایسے واو کہ اسکے پہلے پیش ہو اور ایسی یاے تحتانی کہ اُسکے پہلے کسرہ ہو مثل کارا اور دورا اور دیر مثال سب کی یہ شعر ہے ؎ کہون کیا خون مراکس نے کیا ہے ؛ یہ کام اس مہروش کا ہے سُتا ہے ؛ کہون کیا خون مفاعیلن۔ مراکس نے مفاعیلن۔ کیا ہے فعولن ؛ یہ کام اس مہ مفاعیلن۔ روش کا ہے مفاعیلن۔ سُتا ہے فعولن ؛ مصرع اول مین کہون اور خون مین دو حرف ساکن جمع ہوے واو اور نون دونون کو تقطیع مین گرادیا اور دوسرے مصرع مین کام مین ال الف اور دوسرا میم اور مہر مین اول ہے اور دوسرا ے میم اور رے کو متحرک کر دیا اور اگر دو ساکن اخیر مین مصرع کے واقع ہوون خواہ اول مدہ ہو اور دوسرا نون خواہ غیر اسکے ان دونون کو بحال رکھتے ہین مثال نون کی ؎ جدائی مین رہے روتا رہا ہون ؛ نہین ہے آنکھ مین اک قطرۂ خون ؛ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل اور مفاعیل کی جگہ فعول بھی موزون ہے بنظر اسکے کہ نون پڑھا نہین جاتا مثال غیر نون کی ؎ کام آیا نہ کچھ اپنا تن زار آخر کار ؛ سمجھے اکسیر تھے بکلا یہ غبار آخر کار ؛ فاعلاتن فاعلاتن فعلات فعلات

حرف رے فعلات کی تے کے مقابل ہی اگر مصرع کے بیچ مین تین ساکن جمع ہو وین تیسرے ساکن کو گرا کر دوسرے کو متحرک کر دیتے ہین مثلاً ؎ دوست اپنا نہ ہوا ہم نے بہت سر پٹکا ؛ فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن ؛ سین متحرک ہو کر علا کے عین کے مقابل ہوا اور اپ مقابل لا کے اور تے گر پڑی اگر وہ تینون ساکن مصرع کے اخیر مین واقع ہوے ہون تیسرے ساکن کو گرا دیتے ہین اور اول اور دوسرے کو بحال رکھتے ہین جیسے اس مصرع مین ؎ بہت ہوئی ہمین ملنے کی تیرے غیر سے سوخت ؛ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات ؛ الف اکثر لفظون کے اول مین آتا ہی اگر پڑھا نہ جاوے تو تقطیع مین گرا دینگے جیسے اس مصرع مین ع تم اب کمی نہ کرو قتل مین مرے پیارے ؛ کہ لفظ تم اب کمی مفاعلن کے وزن پر ہی چونکہ الف پڑھنے مین نہین آتا اسواسطے اسکو گرا کر لفظ تم کے میم کو بے سے ملا کر لکھتے ہین اس صورت سے تمب کمی اور اگر پڑھا جاوے تقطیع مین نہین گرنے کا مثلاً ع تم اب ہمارے قتل کی تدبیر کر چکے ؛ کہ تم اب مفعول کے وزن پر ہے چونکہ الف تلفظ مین آتا ہی اسواسطے مفعول کے عین کے مقابل واقع ہوا ہے حاصل کلام کا یہ ہی کہ جو حرف تلفظ مین نہ آویگا اسکو تقطیع مین شمار نہ کرینگے اگرچہ لکھا جاتا ہو اور جو لفظا کہ پڑھنے مین آویگا اسکو تقطیع مین شمار کرینگے اگرچہ لکھنے مین نہ آتا ہو جیسے دو اور تو اور جو اور گریہ اور خندہ مثلاً اگر واو کے پیش کو کھینچکر پڑھین تو دوگاہی مفاعلن کے وزن پہ ہے اور اگر پیش کو کھینچکر نہ پڑھین تو فعلاتن کے وزن پہ ہو جاوے اور اگر یے کے کسرہ کو کھینچکر پڑھین گریہ دل فاعلاتن کے وزن پر اور اگر کھینچکر نہ پڑھین مفتعلن کے وزن پہ ہو جاوے

خیابان چوتھا بیان بحور کے

اور ہر بحر کی مثال بھی اس کے ضمن مین مذکور کیجاویگی

معلوم کیا چاہیے کہ جس بحر مین زحاف واقع نہین ہوا اس کو سالم کہتے ہین کس واسطے کہ وہ تغیر سے بچا ہوا ہے اور جس مین زحاف واقع ہوا ہی اسکو مزاحف کس واسطے

کہ اپنی اصل سے گر گیا ہی اور بسبب تغیرات کے اور زحافات کے بحر کی صورتین اور شکلین متعدد ہو جاتی ہین اور بعضی صورتین ایسی ہین کہ اسکو شعرائے عجم استعمال کرتے ہین اور بعضی کو شعرائے عرب کسواسطے کہ شعرائے عجم زحافات کو بعضی جا ایسے اجزا مین استعمال کرتے ہین کہ شعرائے عرب ان اجزا مین وہ زحاف نہین استعمال کرتے اور بعضے مقام مطابق شعرائے عجم کے بھی ہوتے ہین اس کتاب مین جو بحر اور زحاف کہ شعرائے عجم بہت مستعمل کرتے ہین وہی بیان کئے جاتے ہین معلوم کیا چاہیے کہ شعرائے عجم نے سلف مین بحور دائرۂ مختلفہ کو یعنی طویل اور مدید اور بسیط اور بحور دائرۂ موتلفہ کو یعنی کامل و وافر ہرگز استعمال نہین کیا اور متاخرین مین سے پہلے مولوی جامی نے بحر کامل مین فارسی شعر کہا ہی اور بعد اُنکے یہ بحر شعرائے فارس مین مستعمل ہو گئی اور باقی دائرون کی بحرین شعرائے عجم مین بہت مستعمل ہین سوا مقتضب کے کہ دائرۂ مشتبہ سے ہی اسکو استعمال کم کیا ہی جو بحور کہ شعرائے عجم نے اُن کو ترک کیا ہے وہ یہ ہین مدید اور بسیط اور وافر اور مقتضب اور جو بحور کہ اُن کے نزدیک بہت مستعمل ہین یہ ہین ہزج اور رجز اور رمل اور سریع اور خفیف اور مجتث اور مضارع اور منسرح اور متقارب اور متدارک اور بحر کامل کو سالم استعمال کرتے ہین اور مزاحف استعمال نہین کرتے بحر ہزج معلوم کیا چاہیے کہ ہزج لغت مین آواز خوش آیندہ اور گانے کی طرح کی آواز کو کہتے ہین اور چونکہ عرب مین اکثر اشعار کہ اُن کو آواز خوش سے گاتے ہین ایسی بحر مین ہین اس مناسبت سے اس بحر کا نام بھی ہزج رکھا ہے اصل اس بحر کے آٹھ رکن ہین مگر دو رکن کم کرکے مسدس بھی استعمال کرتے ہین چنانچہ معلوم ہو جاوے گا۔ ہزج مثمن سالم ؎ نہ کھینچ اے شانہ ان زلفون کو یہان سودا کا دل اٹکا ؛ اسیر ناتوان ہے یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا ؛ تقطیع۔ نہ کھینچ اے شا مفاعیلن نہ ان زلفون مفاعیلن کو یان سودا مفاعیلن کا دل اٹکا مفاعیلن ؛ اسیر ے نا مفاعیلن تو اسے یہ مفاعیلن نہ دے زنجی مفاعیلن رکو جھٹکا مفاعیلن ؛ ہزج مثمن اخرب ع اے دل نہ کر اس خط کا نظارہ کہ ہی افعی ؛ تقطیع۔ اے دل ن مفعول کر اس خط کا مفاعیلن

نظارہ مفعول کہ ہے افعی مفاعیلن۔ اس بحر مین صدر اور ابتدا اخرب ہے اور عروض اور ضرب سالم ہے اور حشو مین ایک رکن اخرب اور ایک رکن سالم۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ؎ مقدور نہین اسکی تجلی کے بیان کا ؛ جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا ؛ تقطیع۔ مقدور مفعول نہین اسکی مفاعیل تجلی کے مفاعیل بیان کا فعولن ؛ جون شمع مفعول سراپا ہو مفاعیل اگر صرف مفاعیل زبان کا فعولن ؛ اس شعر مین صدر اور ابتدا اخرب ہے اور عروض اور عجز محذوف ہے اور حشو مکفوف۔ ہزج مثمن اشتر ؎ بزم غیر سے اٹھنا یار کا تعجب ہے ؛ معتقد ہون مین اپنے جذبۂ محبت کا ؛ تقطیع۔ بزم غی فاعلن رسے اٹھنا مفاعیلن یار کا فاعلن تعجب ہے مفاعیلن ؛ معتقد فاعلن ہون مین اپنے مفاعیلن جذبۂ فاعلن محبت کا مفاعیلن ؛ صدر اور ابتدا اشتر ہے کسواسطے کہ مفاعیلن سے میم بسبب جزم کے اور یائے تحتانی بسبب قبض کے گر کر فاعلن باقی رہا اور انھین دونون زحاف کے جمع کرنے کو اشتر کہتے ہین اور عروض اور ضرب سالم ہے اور حشو مین ایک رکن اشتر اور ایک سالم ہے۔ ہزج مقصور محذوف ع نہ کھینچ آہ نہ کھینچ آہ دل یار ہے نازک ؛ تقطیع نہ کھینچ آہ مفاعیل نہ کھینچ آہ مفاعیل دل یار مفاعیل ہے نازک فعولن۔ مفاعیل مقصور اور فعولن محذوف ہے اور اس مصرع کے ساتھ اگر مصرع ثانی اخرب مکفوف مکسور لگا دیوین شعر ناموزون نہ ہووے گا اور باقی اوزان ہزج مثمن کے رباعی کی بحث مین بیان کیے جاوین گے۔ ہزج مسدس مقصور ؎ نہ کھینچ لے شانہ زلف یار کو آہ ؛ کہ دل بھی ہے اسی زنجیر مین قید ؛ تقطیع۔ نہ کھینچ لے شا مفاعیلن نہ زلف یا مفاعیلن ر کو آہ مفاعیل ؛ کہ دل بھی ہے مفاعیلن اسی زنجی مفاعیلن ر مین قید مفاعیل ؛ اگر اس وزن مین عروض اور ضرب مختلف ہو جاوے اسطرح کہ ایک مقصور اور دوسرا محذوف ہو شعر ناموزون نہین ہوگا۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض اشتر مسبغ ؎ کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین ؛ ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین ؛ تقطیع۔ کہتا ہے مفعول کہ اب نہ کھین مفاعلن رچ تو آہین مفاعیلان ؛ ہین دل سے مفعول

ترے تو ہم مفاعلن تلک راہین مفاعیلان ۔ اور اگر نون کو بسبب غنہ ہونے کے اعتبار نہ کرین رکن مفاعیلن کا سالم ہو جاوے گا پس یہ وزن اخرب مقبوض باقی رہیگا اور کبھی اس وزن مین زحافات بدل بھی جاتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین ؛ اٹھا ہو درد دل کہ کھینچی آہ ؛ تقطیع ۔ بیٹھا وہ مفعول رقیب کے مفاعلن جو پہلو مین مفاعیلن ؛ اُٹھا یہ مفعولن درد دل فاعلن کہ کھینچی آہ مفاعیلان ۔ صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض سالم اور ضرب سبیغ اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور حشو دوسرے مصرع کا اشتر ہے ۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض ؎ کہتے ہین کہ وہ نگار آتا ہے ؛ کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے ؛ تقطیع ۔ کہتے ہین مفعول کہ وہ نگا مفاعلن ۔ آتا ہے مفاعیلن ؛ کیا فائدہ مفعول جی ہی تن مفاعلن سے جاتا ہی مفاعیلن ؛ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف ؎ دیوانہ روے یار ہون مین ؛ اس کام مین ہوشیار ہون مین ؛ اس کا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن ہزج مسدس اخرم محذوف واشتر ؎ دیکھا ہے روے یار مین نے ؛ دیکھی ہے اک بہار مین نے ؛ وزن ۔ مفعولن فاعلن فعولن ؛ ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور ؎ رہتا ہے سدا خیال دلدار ؛ نے طالب باغ ہون نہ گلزار ؛ وزن مفعول مفاعیلن مفاعیل ؛ ان دو تین صورتون کے باہم جمع کرنے سے شعر ناموزون نہین ہوتا ۔ بحر رجز ۔ رجز لغت مین بمعنی اضطراب اور شتابی کے ہے اور اس بحر کو رجز اسواسطے کہتے ہین کہ عرب اکثر شعرا اپنے فخر اور بیان شجاعت مین معرکہ اور میدان مین اسی بحر مین پڑھتے ہین اور وہ مقام اضطراب اور شتابی کا ہے اور شاید اسواسطے اس کا نام رجز ہو کہ رجز ان اشعار فخریہ کا نام ہے کہ معرکہ مین پڑھتے ہین پس چونکہ اکثر وہ اشعار اسی بحر مین ہوتے ہین اس مناسبت سے اس بحر کا نام بھی رجز رکھدیا لیکن قایل کو یہ پہونچتا ہے کہ کہے کہ معاملہ بالعکس ہی یعنی چونکہ وہ اشعار اکثر اسی بحر مین ہوتے ہین ان اشعار کا نام اسی مناسبت سے ہو گیا بعضے کہتے ہین کہ رجز حرف رے کے کسرہ سے اور جیم کے سکون کے ساتھ ایسے اونٹ کو کہتے ہین کہ کانپتا ہوا چلے

اور ایک دفعہ حرکت کرے اور پھر ٹھہر جاوے اور اس بحر مین ارکان کے اول مین دو سبب خفیف ہین پہلے ایک حرکت ہے اسکے بعد سکون ہے اس مناسبت سے اس بحر کا رجز نام رکھا ہے یہ وجہ ظاہرا اچھی معلوم ہوتی ہے اصل اس بحر کی مستفعلن ہے رجز مثمن سالم ؎ ساغرے گلرنگ کا بھر کر مجھے دے ساقیا ؛ زہد و ورع جھگڑا ہے کیا عہد جوانی مفت ہے ؛ تقطیع ۔ ساغرے مستفعلن گلرنگ کا مستفعلن بھر کر مجھے مستفعلن دے ساقیا مستفعلن ؛ زہد و ورع مستفعلن جھگڑا ہے کیا مستفعلن عہد جوا مستفعلن نی مفت ہے مستفعلن ؛ شعرائے فارس مین سے بعضون نے اس بحر مین آٹھ آٹھ رکن کا مصرع بھی کہا ہے لیکن اُردو مین اسکو ہرگز استعمال نہین کرتے اسواسطے اسکی مثال نہین لکھی گئی ۔ رجز مثمن مطوی مخبون ؎ خون جو کیا ہی بے گنہ تونے مرا دل و جگر ؛ لینے ہین تجھ سے حشر مین اپنے یہ انتقام دو ؛ تقطیع ۔ خون جو کیا مفتعلن ہے بے گنہ مفاعلن تونے مرا مفتعلن دل و جگر مفاعلن ؛ اور اسیطرح سے دوسرا مصرع اور اگر رکن مخبون کو مطوی پر مقدم کرین تو یہ وزن ہو جاوے گا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن اس وزن مین اشعار اُردو دیکھے نہین گئے بہرحال مثال اسکی یہ ہے ؎ دل و جگر خون ہے مرا سر شک خون بہتے سدا ؛ تقطیع ؛ دل و جگر مفاعلن خون ہے مرا مفتعلن سر شک خون مفاعلن بہتے سدا مفتعلن ؛ رجز مثمن مطوی ۔ مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن مثال ع چہرہ کو اُس بُت کے قمر دیکھے تو جل جاوے وہین ؛ تقطیع ۔ چہرہ کو اس مفتعلن بت کے قمر مفتعلن دیکھے تو جل مفتعلن جاوے وہین مفتعلن ۔ رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار مثال ؎ ہم کو ملا جو لطف کوے یار کا ؛ کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا ؛ رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دوبار مثال ؎ ظلم کا اب اس سے گلا لطف ہے کیا ؛ جو نہ سُنے شکوہ کا کیا فائدہ ہے ؛ بحر رمل ۔ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین اور اس بحر کا اسواسطے رمل نام رکھا ہے کہ یہان دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور سبب بمعنی رسی کے ہے پس جیسے بوریہ کو رسی سے بنتے ہین اسی طرح سے وتد کو دو سبب کے ساتھ بنا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ رمل ایک قسم راگ کی ہے اور وہ اسی بحر کے وزن پر ہے اس مناسبت

سے اس بحر کا نام بھی رمل رکھدیا ہے۔ رمل مثمن سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار اس بحر مین عروض اور ضرب کو اشعار اردو مین سالم کم استعمال کرتے ہین بلکہ اکثر مزاحف استعمال کرتے ہین اسواسطے کہ اُنکے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہوجاتا ہی۔ رمل مثمن مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات مثال ؎ غیر جب کہتے ہین مجکو چھوڑ دے تو کوے یار ؛ دیکھکر اُنکی طرف تکنے لگون ہون سوے یار ؛ رمل مثمن محذوف۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ؎ دل نہ کر منت زراہ بیقراری بیشتر ؛ ناز کو کرتی ہی یان الحاح وزاری بیشتر ؛ رمل مثمن مشکول۔ فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن۔ مثال ؎ نہ خدا ہے ہم سے راضی نہ یہ بُت ہی ہم سے مائل ؛ رہے یون ہی بازمانده نہ ادھر کے نے اُدھر کے۔ فعلات مشکول ہے کسواسطے کہ فاعلاتن مین سے الف بسبب خبن کے گر پڑا اور نون بسبب کف کے اور شکل انھین دونون زحاف کے جمع ہونے کا نام ہی جیسے کہ زحافون کی بحث مین مفصل معلوم ہوچکا۔ رمل مثمن مخبون مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان مثال ؎ شمع کو مُنھ کے تُرے سامنے ہے کیا اب تاب ؛ کہ ہے خورشید ترا چہرہ وہ کرم شب تاب ؛ صدر سالم ہے اور ابتدا اور حشو دونون مصرع کے مخبون اور عروض اور ضرب مشعث مقصور یعنی فاعلاتن مین سے حرف متحرک وتد کا بسبب تشعیث کے گرا اور دونون بسبب قصر کے گر کر ماقبل اسکا ساکن ہوکر فاعلات یا فالات باقی رہا اسکو فعلان سے بدل کر لیا اور عروض اور ضرب مین فعلن سکون عین یا کسرہ عین سے یا فعلات کسرہ عین سے بھی درست ہے رمل مثمن مخبون فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن مثال ؎ یار کا چہرۂ رخشان ہے دلا رشک وہ گل ؛ اور وہ کاکل مشکین ہے عجب غیرت سنبل ؛ اور بعضون نے رمل مثمن مخبون کو دوچند بھی استعمال کیا ہے یعنی سولہ فعلاتن دونون مصرع مین اور چونکہ ہر مصرع بسبب آٹھ رکن کے بہت طویل ہوجاتا ہے اسواسطے عوام اس کو بحر طویل کہتے ہین یہ مصرع اس وزن پر ہے ع آہ وہ یار ستمگار جفا جو ہے کہ جون باد بہاری آن کے ایک ان مین لیتا ہے چھپا رو ؛ تقطیع۔ آہ وہ

با فاعلاتن رستمگا فاعلاتن رجفا جو فعلاتن کہ جون با فعلاتن دہبار آ فعلاتن نکے ایک آ فعلاتن ن مین لیتا فعلاتن ہے چہپار و فعلاتن ۔ رمل مسدس مخبون مشعث و مقصور فاعلاتن فعلاتن فعلان مثال ؎ داغ دل سینہ مین آتش ہے آہ ؛ آہ ایک شعلۂ سرکش ہے آہ ؛ عروض اور ضرب مشعث اور مقصور ہی یعنی فعلان عین ساکن کے ساتھ کسواسطے کہ فاعاتن ہوا بسبب تشعیث کے اور نون گر کرتے ساکن ہوئی بسبب قصر کے پس فاعات کو فعلان سے بدل لیا ۔ بحر سریع ۔ اس بحر کو سریع اسواسطے کہتے ہین کہ سرعت لغت مین بمعنی جلدی اور شتابی کے ہے اور چونکہ اس بحر مین سبب نسبت وتد کے زیادہ ہین جلد تر پڑھا جاتا ہے بہرکیف اس بحر کو اکثر مزاحف استعمال کرتے ہین ۔ سریع مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان مثال ؎ کیا کرون تشخیص کا اسکی بیان ؛ سنہ مین ہوئی جاتی ہی ساکت زبان ؛ اور بجاے مطوی موقوف کے مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی آسکتا ہے یعنی مفعولات مین بسبب طے کے واو گر کر مفعلات ہوا اور تے اسکی بسبب وقف کے ساکن ہوکر بسبب کف کے گر پڑی مفعلا باقی رہا اور وقف اور کف کے جمع ہونے کا نام کشف ہی پس مفعلا کو فاعلن سے بدل لیا مثال ؎ نزد سے ایک شخص کو تھا درد سر ؛ لائی قضا اُسکے تئین اسکے گھر ؛ اور عروض مین فاعلان اور ضرب مین فاعلن جمع کرنا بھی درست ہے اسمین کچھ مثال کی حاجت نہین ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ ایک مصرع مفتعلن مفتعلن فاعلن کے وزن پر اور دوسرا مصرع مفتعلن مفعولن فاعلن یا فاعلان کے وزن پر ہووے مثال ؎ چہرہ روشن نہین کچھ حور سے کم ؛ لب نہین کچھ اس کے گوہر سے کم ؛ اس کے گو مفعولن کے وزن پر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک مصرع اس وزن پر ہو مفعولن مفعولن فاعلان یا فاعلن اور دوسرا وزن سابق پر یعنی مفتعلن مفتعلن فاعلان یا فاعلن مثال ؎ اسکے چہرہ پہ کب ہے عرق ؛ ہے وہ مہ نو کے قریب اب شفق ؛ تقطیع ۔ اسکے چہ مفعول رہ پہ کب مفعولن ہے عرق فاعلن ؛ ہے وہ مہ مفتعلن نو کے قری مفتعلن ب شفق فاعلن ؛ سریع مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع ؎ نالہ ہمارا ہے موزون ؛

سنگ کو بھی کرتا ہے خون ؛ مستفعلن سے فے بسبب طے کے گر کر مستعلن حاصل ہوا اور اسمین سے بسبب قطع کے ساکن د مجموع کا یعنی نون گر کر اور لام ساکن ہو کر مستعل رہا اور مفعولن حاصل ہوا اور مفعولات مین سے بسبب جدع کے دو سبب خفیف گر کر اور لات کی تے ساکن ہو کر اسکی جگہ فاع رکھا گیا اور اس وزن مین مجدوع کی جا مخبون بھی آتا ہے مثال ؎ عشق کا دیوانہ ہے دل ابرو سے اسکے جان بسمل + اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفعولن فع رکن فع کا مخبون ہے کسواسطے کہ بحر مفعولات کے دونون سبب اور تے کے گرانے کا نام ہے پس جب لا باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا سریع مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن مثال ؎ اے دل نہ باز لفون مین اُس صنم کی ؛ ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی ؛ فعولن مخبون مکسوف ہے کسواسطے کہ بسبب خبن کے مفعولات کی تے گر پڑی اور بسبب کف کے تے ساکن ہو کر ساقط ہوئی فعولا باقی رہا فعولن سے بدل گیا۔ بحر منسرح۔ اس بحر کو منسرح اسواسطے کہتے ہین کہ انسراح بدن سے کپڑے اُتارنے کو کہتے ہین اور اس بحر مین کبھی اختصار ایسا ہوتا ہے کہ دو رکن مستفعلن مفعولات کو شعرائے عرب ساری بیت اعتبار کر لیتے ہین پس اس نقصان اور اختصار کو کپڑے اُتارنے سے تشبیہ دیکر اس بحر کا منسرح نام رکھا ہے اس بحر کو شعرائے عرب اور شعرائے عجم سوائے مزاحف کے سالم استعمال نہین کرتے اور عرب مثمن اور عجم مسدس نہین استعمال کرتے اور اُردو مین بھی شعرائے فارس کے اتباع سے مثمن ہی استعمال کیا ہے اس بحر مین عروض اور ضرب یا موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہین۔ منسرح مطوی مکسوف ؛ مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن ؎ یار دکھاتا ہے رخ تاب کسے دید کی ؛ حضرت موسیٰ بھی یہان دعوی سے خاموش ہین ؛ منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلات ؎ حضرت دل ہم تمھین کہتے نہ تھے بار بار ؛ طرۂ خوبان کی قید سخت ہی دشوار ہے ؛ مصرع اول مین عروض اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف ہے یعنی فاعلات کسواسطے کہ مفعولات مین سے واو گر پڑی بسبب طے کے اور تے ساکن ہوئی بسبب وقف کے

پس مفعلات رہ گیا اسکو فاعلات سے بدل کیا۔ تقطیع۔ حضرت دل مفتعلن ہم تھین فاعلن
کہتے نہ تھے مفتعلن بار بار فاعلات ؛ طرۂ خوبمفتعلن بان کی قید فاعلات سخت ہے وش
مفتعلن دار ہے فاعلن ؛ اس بحر مین اختلاف زحافات کا دونون مصرع مین جائز ہے
اور جیسے اس شعر مین ؎ حال دل خستہ آہ مین نے جوان سے کہا ؛ تو بولے یہ چپ
ہی رہ سننے کی طاقت کہان ؛ پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلان مفتعلن
فاعلن اور دوسرا مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلان ؛ تقطیع۔ حال دل مفتعلن خستہ آہ فاعلان
مین نے جوان مفتعلن سے کہا فاعلن ؛ تو بولے یہ مفاعلن چپ ہی رہ فاعلن سننے
کی طا مفتعلن قت کہان فاعلان ؛ مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلان خشوم مطوی
موقوف کسواسطے کہ بسبب طے کے مفعولات کی وا و گر گئی اور بسبب وقف کے اسکی
تے ساکن ہو گئی اسکو فاعلان کر لیا اور فاعلن عروض مین مطوی مکسوف و اور مفعولات
کی بدستور طے کے سبب سے گرے اور تے ساکن ہو کر گر پڑی بسبب کف کے
پھر اسکو فاعلہ سے بدل لیا اور مفاعلن مخبون یعنی سین مستفعلن کا بسبب خبن کے
گر کر مفاعلن بجاے اسکے رکھا اور حشو اور ضرب مثل سابق کے ہے ۔
شرح مطوی مکسوف منحور مجدوع۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن فع ؛ مفتعلن فاعلن
مفتعلن فاع۔ مثال ؎ کان ہین اسکے زلبس نالون سے مملو ؛ حال دل
زار کب کرتا ہے مسموع ؛ مصرع اول مین مفتعلن مطوی اور فاعلن مکسوف اور فع
منحور ہے کسواسطے کہ فع مجدوع سے الف گر پڑا ہے اور فاع مین سے الف
کے گرنے ہی سے منحور ہوتا ہے اور مصرع ثانی مین ضرب مجدوع ہی یعنی فاع
الف کے ساتھ باقی بدستور۔ شرح مسدس مطوی۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن۔ مثال
؎ نالہ دل نارسا ہے یار تلک ؛ اپنی پہونچ کب ہے کلعذار تلک ؛
شرح مسدس مطوی مقطوع۔ مفتعلن فاعلات مفعولن۔ مثال ؎ حال دل کیا کہون مین
مہرو کو ؛ لوگون نے بہکا رکھا ہے بدخو کو ؛ عروض اور ضرب مقطوع ہی اور باقی مطوی
بحر مضارع۔ مضارع لغت مین بمعنی مانند کے ہے اور یہ بحر مانند بحر مشرح کے ہی کسواسطے کہ شرح مین

مفعولات مین وتد مفروق ہے اور بحر مضارع مین بھی فاع لاتن مفصل مشتمل ہی وتد مفروق پر اور خلیل بن احمد نے کہ اس فن کا واضع ہی کہا ہی کہ بحر ہزج کی مشابہت سے مین نے اس بحر کا نام مضارع رکھا ہی کسواسطے کہ اس بحر کے دو رکن یعنی فاع لاتن مفصل مین وتد دو سبب خفیف پر مقدم ہی جیسے بحر ہزج مین مفاعلن کا وتد مفروق سے خفیف پر مقدم ہی معلوم کیا چاہیے کہ اس بحر کو سالم استعمال نہین کرتے بلکہ مزاحف اور زحافات مین سے خبن اور شکل اس بحر مین نہین واقع ہو سکتا کسواسطے کہ خبن حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین اس سبب سے کہ رکن کے اول مین ہو اور فاع لاتن مفصل کے اول مین وتد مفروق ہی اور شکل خبن اور کف کے جمع کرنے کو کہتے ہین جب خبن کا اس بحر مین آنا ممکن نہ ہوا شکل کے نہ آنے کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی پوشیدہ نہ رہے کہ اس بحر مین رکن مفاعیلن کی ی اور نون دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا جائز نہین ہی اس امر کو مراقبہ کہتے ہین چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا۔

بحر مضارع مثمن اخرب۔ مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن ؎ شور جنون ہمارا آخر کو رنگ لایا ؛ جو دیکھنے کو آیا ہاتھون مین سنگ لایا ؛ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان۔ مثال ؎ تیرے ہی دیکھنے کو نہ آئے جو کام چشم ؛ تو زخم چہرہ پر ہے کہ اسکا ہی نام چشم ؛ اور بجاے فاعلان کے فاعلن بھی آ سکتا ہے خواہ عروض اور ضرب دونون مین اور خواہ ایک مین فاعلان اور دوسرے مین فاعلن اور ایک مصرع مین بجاے رکن فاعلات کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل کے مفعول کے ہونے سے شعر ناموزون نہین ہوتا مثال ؎ ظاہر ہے اپنی سوزش دل سے کہ آفتاب ؛ محشر کے روز اپنے ہی چہرہ ہے داغ کا

مضارع مثمن مکفوف مقصور۔ مفاعیل فاع لان مفاعیل فاع لان۔ مثال ؎ جو آہین ہے کب ہی زہر دلا دیکھ مارمین ؛ نجا زلف یارمین ؛ تقطیع۔ جو آہین ہی مفاعیلن کب ہی زہر فاعلان دلا دیکھ مفاعیل مارمین فاع لان ؛ نجا زلف مفاعیل یارمین فاع لان نجا زلف مفاعیل یارمین فاع لان۔ مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن مقصور ہے۔ مضارع مدس اخرب مکفوف۔ مفعول مفاعیل فاع لاتن ؎ شکوہ ہے کسی کا نہ ہمین اے دل ؛ دے بیٹھے جان اب تو اس کو

دے دل۔ مضارع مدس اخرب مقصور۔ مفعول فاع لات مفاعیلن ع دیتی ہی
زلف یار ہمین دھوکا۔ آور معلوم کیا چاہیے کہ مضارع کو جب مجرد یعنی اس مین
سے کوئی جزو کم کرتے ہین رکن فاع لاتن کا گراتے ہین نہ رکن مفاعیلن۔ بحر
مجتث اجتثاث دونون ثانے مثلث کے ساتھ افتعال کے وزن پر لغت مین بمعنی
جڑ سے اکھاڑنے کے ہی اور چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہی گویا
بحر مجتث بحر خفیف ہے اپنی اصل سے دور کیا ہوا اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ بحر مجتث
کی اصل مستفع لن فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن مثمن ہی اور جب اسکو مدس کیا مستفع لن
فاعلاتن فاعلاتن رہا اور بحر خفیف کی اصل فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن ہے پس
مجتث مدس مین مستفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مستفع لن دو فاعلاتن
کے بیچ مین ہے گویا بحر خفیف کے مستفعلن کو بیچ مین سے اول مین رکھکر مجتث مدس
حاصل کرلیا ہے گویا یہ خود بحر خفیف ہے جس طرح سے اکھاڑا ہوا ہے یہان سے معلوم
ہوا کہ مجتث اصل مین مدس کا نام لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین چنانچہ تامل کرنے والون
پر ظاہر ہے اور معلوم کیا چاہیے کہ شعرائے عرب اس بحر کو اکثر مدس اور مربع استعمال
کرتے ہین لیکن شعرائے عجم سوائے مدس کے استعمال نہین کرتے اور اس بحر کے
اندر زحافات مین سے طے نہین آسکتا اسواسطے کہ طے دو سبب ہے کہ رکن کے اول
مین بے فاصلہ واقع ہوئی ہون چوتھے ساکن کے گرانے کو کہتے ہین آور چوتھا ساکن
مستفع لن منفصل مین سبب کا نہین ہی بلکہ وتد مفروق کا ہے اور مستفع لن کی سین اور
نون مین معاقبت ہے یعنی یہ دونون اکھٹے ساقط نہین ہوتے۔ مجتث مثمن مخبون
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن مثال ؎ ہے زخم دل سے گل تر کو آرزوے
طراوت ؛ اور اپنے اشک سے ہے ابر ایک جوے طراوت ؛ مجتث مثمن مخبون
مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ؎ مری نظر مین تو کم حور خلد
سے تو نہین ؛ نہ جاؤن گا ترے کوچہ کو چھوڑ سوئے جنان ؛ اور فعلان عین مکسور
کے عوض مین فعلان عین کے سکون سے اور فعلن عین کے کسر اور سکون سے

بھی درست ہے ؎ چمن مین صبح جب اُس جنگ جو کا نام لیا ؛ صبا نے تیغ کا آب رواں سے کام لیا ؛ کبھو نہ اُن کو مین دیکھا تلاش دنیا مین ؛ کبھو نہ فکر و تردد سے کوئی کام لیا ؛ پہلے شعر مین عروض اور ضرب فعلن مین کے کسرہ سے اور دوسرے شعر مین عروض فعلان مین ساکن سے اور حشو مین بجاے فعلاتن کے فعولن بھی درست ہے ؎ حضور داغ سوزان سے ہی آفتاب خجل ؛ اور اشک سے بھی ہے رنگ شراب ناب خجل ؛ یعنی سوزان مفعولن کے وزن پر ہے ۔ بحر خفیف ۔ اس بحر کو خفیف اسواسطے کہتے ہین کہ ہر رکن مین سبب ثقیل و تد مجموع کو احاطہ کر لیا ہے اسیواسطے سب ارکان ہلکے ہو گئے ہین اور خفیف بھی لغت مین بمعنی ہلکے کے ہے اور شاید یہ وجہ ہو کہ چونکہ دو سبب خفیف و تد مجموع کو محیط ہین گویا سارے اجزا ارکان کے سبب خفیف ہی ہین پس بسبب اسباب خفیفہ کے بحر خفیف نام رکھا ہے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر کو شعراے عجم نے مسدس مزاحف استعمال کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر اور ابتدا کبھی سالم مستعمل ہی اور مزاحف مین سے مخبون یا مقصور اور مسبغ یا عروض اور ضرب مقصور یا محذوف یا مشعث یا مقطوع یا مخبون ہوتا ہے اور اس بحر مین بھی طے نہین آتا اسیوجہ سے کہ مجتث مین گذری ۔ بحر خفیف مسدس مخبون ۔ تقطیع ۔ فاعلاتن مفاعلن فعلاتن ۔ مثال ؎ یار مہرو کو دیکھکر نہ رہا دل ؛ ہاتھ سے اسکے آہ اب بچا دل ؛ بحر خفیف مسدس مشعث مقصور ۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات ۔ مثال ؎ ہاے وہ شوخ بے وفا بے مہر ؛ نرگسین چشم و گل رخ و مہ چہر ؛ صدر اور ابتدا سالم ہے اور حشو مخبون اور عروض اور ضرب مشعث مقصور ہے اور اس وزن مین عروض کا مخبون مقصور اور ضرب کا مشعث مقصور بھی آنا ہو سکتا ہے ۔ مثال ؎ رکھے خالق سلامت آپ کی ذات ؛ نہ کھلے گا تو مین رہون کارات ؛ اور عروض یا ضرب مین مقطوع اور مخبون محذوف بھی لانا درست ہے مقطوع فعلن مین ساکن سے کسواسطے کہ جب فاعلاتن کے اخیر سے سبب خفیف اور الف کو گرا کر لام ساکن کر دیا فاعل ہو گیا اسکو فعلن مین ساکن کے ساتھ بدل لیا اور محذوف مقصور فعلن مین کے کسرہ سے ہے کیونکہ فاعلاتن کو جب مخبون کیا

فعلاتن ہوا اور جب محذوف کیا تن کو اسکے آخر سے گرا دیا فعلا باقی رہا اسکی جگہ فعلن عین کے کسرہ سے رکھدیا۔ بحر مقتضب۔ اقتضاب لغت مین ایک چیز سے دوسری چیز کے نکالنے کو کہتے ہین اس بحر کو بحر مسرح سے نکالا ہے اسواسطے کہ بحر مسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ہی پس دونون مین وہی ارکان ہین لیکن ترتیب کا فرق ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اس کا نام مقتضب اسواسطے رکھا ہی کہ یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہوتی ہے یعنی دو جزو اخیر کے اس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور مجزو مشتق ہے جزو سے اور جزو کے معنی کاٹنے کے ہین اور یہی معنی ہین اقتضاب کے پس دو جزو کے اخیر سے گرنے کے سبب سے اسکو مقتضب کہا ہے۔ مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن ؎ یار بیوفا سے ہمین شوخ دلربا سے ہمین ؛ کب امید وصل ہوئی کب امید وصل ہوئی مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن مثال ؎ ہاے یہ نصیب اپنے جسکی وہ تمنا تھے ؛ بعد مرگ بھی گاہے خاک پر نہ آنکلا ؛ جب تدمجموع مستفعلن کا بسبب قطع کے گرا کر لام کو ساکن کیا مستفعلن ہوگیا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔ بحر کامل اسکو کامل اسواسطے کہتے ہین کہ یہ بحر جیسی دائرہ مین وضع کی گئی ہے تمام ویسی ہی مستعمل ہوئی ہے بہرصورت وہ یہ ہے متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن ؎ مجھے آرزوے وفا رہی تجھے مشق جور وجفا رہی ؛ کہون کیا کہ تیرے ستم سے اب مرے سر بلا سی بلا رہی ؛ بحر متقارب اسکو متقارب اسواسطے کہتے ہین کہ متقارب بمعنی نزدیک کے ہی اور اس بحر مین وتد اور سبب قریب قریب ہین کسواسطے کہ یہ بحر فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار ہے پس فعولن مین فعو اور لن قریب ہے اسیطرح سب مین اس بحر کو شعراے عجم نے بہت استعمال کیا ہے اگر ثمن مستعمل ہے اور اسکے عروض اور ضرب سالم یا مقصور یا محذوف مستعمل ہوے ہین۔ متقارب مثمن سالم فعولن فعولن فعولن فعولن ؎ مجھے گل کے ہنسنے پہ آتا ہے رونا ؛ کہ اسطرح ہنسنے کی خو تھی کسو کی ؛ متقارب مثمن مقصور۔ فعولن فعولن فعولن فعول

مثال ؎ الٰہی مین بندہ گنہگار رہون ؛ گنا ہون سے اپنے گرانبار رہون ؛ فعولن مقصور ہے۔ متقارب مثمن محذوف یعنی بجاے فعول کے فعل کسواسطے کہ جب فعولن سے بسبب ضبن کے لن گرادیا فعو باقی رہا اسکو فعل سے بدل لیا ؎ لب بام کثرت جو یکسر ہوئی ؛ تلے کی زمین ساری اوپر ہوئی ؛ متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن ؎ یہ عشق اب کیا بسا ہے دل مین ؛ کہ بحر خون بہ رہا ہے دل مین ؛ اور فارسی مین مولوی جامی نے اس وزن کو سولہ رکن پر مبنی کیا ہے اور قطع نظر اسکے اُردو کے اشعار مین بہت مستعمل ہے اسی وزن پر ہے غزل میر تقی کی اسکا مطلع یہ ہے ؎ کرو توکل کہ عاشقی مین نہ یون کروگے تو کیا کروگے ؛ الم یہی ہے تو دردمند و کہان تلک تم دوا کروگے ؛ فعولن کا نون بسبب قبض کے گر کر فعول رہگیا اور فے اسکی بسبب خرم کے گر کر عولن رہگیا اسکو فعلن سے بدل لیا اور یہ امر زحافات کی بحث مین معلوم ہوچکا ہے کہ جسوقت خرم سے فعولن کے فے کو گراتے ہین اور اسمین کچھ اور تغیر نہین کرتے اسکو اثلم کہا کرتے ہین اور اس وزن کی ایک طرح اور بھی ہے کہ ایک رکن اثلم مقبوض ہو اور ایک سالم اور اسکو بھی سولہ رکن پر مبنی کیا ہے مثال ؎ سر خرامان ہے ترے قد پر اور گل تر بھی ہے ترے رخ پر ؛ عاشق شیدا والہ و رسوا حیرت دل سے شورش جان سے ؛ معلوم کیا چاہیے کہ اس بحر مین اور صورتین مستعمل کم ہین اسواسطے لکھی نہین گئین۔ بحر متدارک۔ اس بحر کو ابو الحسن اخفش نے استخراج کیا ہے چنانچہ پہلی بحور کی بحث مین مذکور ہوچکا اس بحر کو متدارک اسواسطے کہتے ہین کہ متدارک یعنی ملنے والے کے ہے اور یہ بحر بعد خلیل ابن احمد کے استخراج پاکر ان بحرون سے کہ خلیل نے نکالی تھین ملگئی ہے اور بحر سوطھوین کی گئی اور احمد عروضی نے اسکا نام غریب رکھا ہے کسواسطے کہ غریب یعنی نادر کے ہے اور یہ بحر بھی بسبب تنہا مستخرج ہونے کے نادر اور غریب ہے بہرکیف اصل اسکی آٹھ بار فاعلن ہے بحر متدارک مثمن سالم فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن۔ مثال ؎ زلف و رخ خال و خط یار کا دیکھ کر ؛ تقطیع۔ زلف و رُخ فاعلن خال و خط فاعلن یار کا فاعلن دیکھکر فاعلن اس وزن مین عروض رکن کا مذال ہونا بھی درست ہے چنانچہ ع شب کو رشک

زلف سے مہ کو رنج روے سے ؛ تقطیع۔ شب کو رشک فاعلان زلف سے فاعلن مہ کو رنج فاعلان روے سے فاعلن ؛ فاعلان کے وتد مجموع مین بسبب ادغام کے الف زیادہ کیا ہے۔ متدارک مثمن مخبون فعلن فعلن فعلن فعلن عین کے کسرہ سے اور یہ وزن بھی سولہ رکن پر مبنی ہو سکتا ہے چنانچہ ؎ ترے ہاتھون سے کچھ مرے حق مین ذرا نہ بھلا ہی ہوا نہ بُرا ہی ہوا ؛ کہا تجھ سے رقیبون نے گرچہ بُرا نہ بھلا ہی ہوا نہ بُرا ہی ہوا ؛ متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن عین کے سکون سے ع مین جو دیکھا مضطر دل کو ویسا پایا کب بسمل کو ؛ اور اس وزن یعنی مثمن مقطوع کو صوت الناقوس بھی کہتے ہین یعنی آواز سنکھ کی اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کسی سمت کو تشریف فرما ہوے تھے رستے مین ایک بُتخانہ تھا وہان سنکھ بجتا تھا اسکی آواز آپنے سنکر فرمایا کہ اسمین سے یہ آواز آتی ہے حقا حقا حقا یہ فعلن فعلن فعلن فعلن کے وزن پر ہے پس گویا آواز ناقوس کی متدارک مثمن مقطوع ہے یہان بیان اُن بحرون کا جو مستعمل بہت ہین تمام ہوا حدائق البلاغت کے مصنف نے اگرچہ بحر قریب اور جدید اور مشاکل کو مذکور نہین کیا لیکن مترجم کو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ طالبین کے فائدہ کے واسطے انکو بھی یہان لکھے بحر قریب اس بحر کو مولانا یوسف عروضی نے خلیل ابن احمد کے دو سو برس کے بعد استخراج کیا ہے اور چونکہ اُسکے ارکان بحر ہزج اور مضارع کے ارکان سے قریب قریب ہین اسواسطے اسکا نام قریب کہا ہے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ چونکہ یہ بحر ایسی نزدیکی مین مستخرج ہوئی ہے اور بہ نسبت سولہ بحر سابق کے مستحدث ہی اسواسطے اسکو قریب کہتے ہین اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن ہے لیکن مستعمل مزاحف ہے بحر قریب مکفوف مفاعیل مفاعیل فاعلاتن۔ مثال ؎ غبار آکے ترے دل مین پھر نہ نکلا ؛ غبار ہمکو تری طرف سے پھر نہ آیا ؛ حروف لے اور نے کا مصرع ثانی سے تقطیع مین گر پڑیگا اگر عروض اور ضرب فاعلاتن ہوے یہ وزن مکفوف مقصور ہو جاوے اور بجاے فاعلاتن کے مفاعلن بھی درست ہے اور یہ وزن مکفوف محذوف ہو جاوے گا۔ بحر جدید کہتے ہین کہ اس بحر کو بزرجمہر نوشیروان کے وزیر نے استخراج کیا ہے اور اس کو

بسبب نئے ہونے کے جدید کہتے ہین اور بعضے اسے بھی غریب کہتے ہین بہر صورت اسکی اصل فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہے۔ بحر جدید مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن مثال ؎ تیرے قدسے ہی صنوبر اب خجل ؛ تیری زلفون سے ہمیشہ ہے شب خجل ؛ بحر مشاکل یعنی مانند کے ہے اور اسکو مشاکل اسواسطے کہتے ہین کہ یہ بحر بحر قریب کے مانند ہے ارکان مین اور فرق اسیقدر ہے کہ یہان فاعلاتن دو مفاعیلن پر مقدم ہے اور بحر قریب مین مؤخر بہر کیف اصل اسکی فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن ہے اُردو مین اس بحر کو کم استعمال کیا ہے۔ بحر مشاکل مکفوف مقصور فاعلات مفاعیل مفاعیل مثال ؎ بار غم کا اُٹھانا ہی پڑا آہ ؛ داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ ؛ تقطیع۔ بار غم ک فاعلات اُٹھانا ہی مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ؛ داغ ہجر فاعلات کو کھانا ہی مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ؛ ہے ہجر کے لفظ کی تقطیع مین متحرک ہوگئی ہے فاعلاتن اور مفاعیلن پہلے سے نون بسبب کف کے گرا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے نون گر کر لام ساکن ہوا ہے بسبب قصر کے اور اگر فاعلات کی تے کو ساکن کرین تو یہ بھی مقصور ہوجاوے گا

بیان ان تین بحر کا ہوچکا اب خیابان پنجم کو شروع کیا جاتا ہے

خیابان پانچوان رباعی کے اوزان مین

معلوم کیا چاہیے کہ رباعی مخترع شعرائے عجم کی ہے اور اُردو گویون نے بھی فارسی گویون کے اتباع سے یہ وزن اختیار کیا ہے اور رباعی کا وزن مخصص بحر ہزج کے ساتھ ہے اور اسمین نو زحاف آتے ہین اور بسبب ان زحافون کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین پس اس سے معلوم ہوا کہ جو چار مصرع ان چوبیس وزن مین سے کسی وزن پر ہونگے اُنکو رباعی کہینگے نہ مطلق چار مصرع کو اور نہ ان چار مصرع کو کہ کسی اور وزن پر ہون جیسے کہ طریقہ عوام کا ہے کہ جب دو بیت اسطرح کی کہ مصرع اول اور دوم اور چہارم ہم قافیہ ہو دیکھتے ہین اُسکو رباعی کہدیتے ہین بہر کیف زحاف اوزان رباعی کے یہ ہین خرم اور خرب اور قبض اور کف اور ہتم اور جب اور تبر اور شتر

یہ آٹھ زحاف ہین اور خرم اور ہتم کا جمع کرنا نوان زحاف ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ مفاعیلن مین
جب یہ زحاف واقع ہوتے ہین تو اُنسے کئی صورتین حاصل ہوتی ہین اُنکی تفصیل یہ ہے
مفاعیلن مین سے جب بسبب خرم کے میم گر پڑی فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور جب
بسبب خرب کے میم اور نون گر گیا فاعیل باقی رہا کیونکہ خرب خرم اور کف کے جمع کرنے کو کہتے ہین کہ
وہ میم اور نون کا ساقط ہونا ہے پس مفعول سے بدل لیا اور جسوقت بسبب قبض کے پانچوان حرف
ساکن گرا دیا مفاعیلن باقی رہا اور جسوقت بسبب کف کے ساکن ہفتم گر گیا مفاعیل لام مضموم سے
باقی رہا اور جسوقت بسبب حذف کے لن اخیر سے گر گیا مفاعی باقی رہا اسکو فعولن سے بدلا
اور بسبب قصر کے نون فعولن کا گر کر ماقبل اسکا ساکن ہو گیا فعول لام ساکن سے باقی رہا یہ
اہتم ہے کیونکہ حذف اور قصر کے جمع کرنے کو ہتم کہتے ہین اور جسوقت بسبب جمع کے دونون بسبب
اخیر سے گر پڑے مفار ہا اسکو فعل سے بدلا اور جسوقت مجبوب یعنی مفاعین سے میم بسبب خرم کے
گرا دی فا باقی رہا فع بدل لیا اسکو ابتر کہتے ہین اور جسوقت میم بسبب خرم کے اور یاے تحتانی
بسبب قبض کے گر پڑی فاعلن رہا اسکو اشتر کہتے ہین اور جسوقت مفاعیلن مین سے میم بسبب
خرم کے گر گئی اور نون بسبب حذف کے ساقط ہوا فاعی رہا اور عی کی یاے تحتانی بسبب
قصر کے گر کر عین ساکن ہو گئی فاع باقی رہا پس اجتماع حذف اور قصر کا ہتم ہے اور خرم اور ہتم
کے اجتماع سے فاع حاصل ہوا۔ مجموع ارکان مزاحف رباعی کے کہ اس تفصیل کے ساتھ
حاصل ہوے یہ ہین مفعولن اخرم مفعول اخرب مفاعیلن مقبوض مفاعیل مکفوف فعول اہتم
فعل مجبوب فع ابتر فاعلن اشتر فاع اجتماع خرم اور ہتم سے حاصل ہوا اور ان نو ارکان مزاحف
اور مفاعیلن سالم سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے اوزان چوبیس حاصل ہوتے ہین
ان چوبیس وزن مین سے بارہ وزن وہ ہین کہ اُن مین صدر اور ابتدا اخرب یعنی مفعول
اور بارہ وہ ہین کہ اُنکے صدر اور ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتی ہے تفصیل بارہ اوزان
اخرب کی یہ ہے اول یہ کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو مقبوض
اور ایک سالم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم ہووے اور وہ یہ ہے مفعول
مفاعلن مفاعیلن فاع دوسرا یہ کہ صدر اور ابتدا اخرب اور ایک جزو حشو کا

مکفوف اور ایک سالم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم اور وہ یہ ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع تیسرا یہ کہ صدر اور ابتدا اخرب اور دونون جزو حشو کے مکفوف اور عروض اور ضرب مجبوب اور وہ یہ ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعل چوتھا یہ کہ صدر اور ابتدا اور اخرب اور ایک جزو حشو کا سالم اور ایک جزو اخرم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم وہ یہ ہے مفعول مفاعیلن مفعولن فاع پانچوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو مقبوض اور ایک جزو سالم اور عروض اور ابتدا ابتر اور وہ یہ ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چھٹا یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو مکفوف اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہو وہ یہ ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع ساتوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب ہو اور حشو کا ایک جزو سالم ہو اور ایک اخرب اور عروض اور ضرب اہتم وہ یہ ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول۔ آٹھوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو سالم اور ایک اخرم اور عروض اور ضرب ابتر وہ یہ ہے مفعول مفاعیلن مفعولن فع نوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو سالم اور ایک جزو اخرب اور عروض اور ضرب مجبوب وہ یہ ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعل دسوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض اور ضرب اہتم وہ یہ ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعول گیارھوان یہ کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو مقبوض اور ایک مکفوف اور عروض اور ضرب اہتم وہ یہ ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول بارھوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرب اور حشو کا ایک جزو مقبوض اور ایک جزو مکفوف اور عروض اور ضرب مجبوب وہ یہ ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعل۔ ان بارہ وزن کو آسانی سے سمجھنے کے واسطے بہ شکل شجرہ کے لکھتے ہین اسکو شجرۂ اخرب کہتے ہین سب اوزان باعی کے بیان کے بعد لکھا جائیگا تفصیل بارہ اوزان اخرم کی یہ ہے اول یہ کہ صدر اور ابتدا اخرم ہو اور حشو ایک جزو اشتر اور ایک سالم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم وہ یہ ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع دوسرا یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو

اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم وہ یہ ہے مفعولن مفعول مفاعیلن فاع تیسرا یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اشتر اور ایک جزو مکفوف اور عروض اور ضرب مجبوب وہ یہ ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعل چوتھا وہ کہ صدر اور ابتدا اور حشو اخرم اور عروض اور ضرب اخرم اہتم وہ یہ ہے مفعولن مفعولن مفعولن فاع پانچوان یہ کہ صدر اور ابتدا اور حشو اخرم اور عروض اور ضرب ابتر وہ یہ ہے مفعولن مفعولن مفعولن فع چھٹا یہ کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اشتر اور ایک جزو سالم اور عروض اور ضرب ابتر وہ یہ ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ساتوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک مکفوف اور عروض اور ضرب اہتم اور وہ یہ ہے مفعولن مفعول مفاعیل فعول آٹھوان یہ کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر وہ یہ ہے مفعولن مفعول مفاعیلن فع نوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اخرم اور ایک جزو اخرب اور عروض اور ضرب مجبوب وہ یہ ہے مفعولن مفعولن فعل۔ گیارھوان یہ ہے کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اشتر اور ایک جزو مکفوف اور عروض اور ضرب اہتم وہ یہ ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول اور بارھوان یہ کہ صدر اور ابتدا اخرم اور حشو کا ایک جزو اخرم اور ایک اخرب اور عروض اور ضرب اہتم وہ یہ ہے مفعولن مفعولن مفعول فعل اور ان بارہ اوزان کو بھی بہ شکل شجرہ کے لکھتے ہین اور اسکو شجرۂ اخرم کہتے ہین

صورت ان دونون شجرہ کی یہ ہے

شجرۂ اخرب

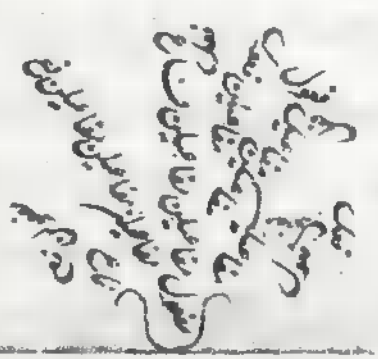

شجرۂ اخرم

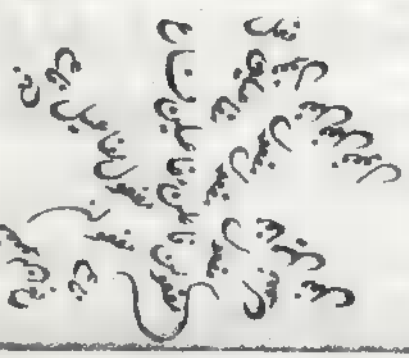

معلوم کیا چاہیے کہ ہر مصرع رباعی کا وزن علٰحدہ پر ہونا اور شجرۂ اخرب اور شجرۂ اخرم کے اوزان کو آپسمین جمع کرنا بھی درست ہے، اب اگر ہر وزن کے واسطے ایک ایک رباعی لکھی جاوے تو طول ہوتا ہی اسلیے دو رباعی واسطے مثال کے تحریر ہوتی ہین باقی کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے پہلی رباعی ایوان عدالت مین تمھارے یا شاہ ؛ کیا ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ ؛ شیشہ کا جو وہان طاق سے رپٹے ہی پانون ؛ پتھر سے نکلتی ہی صدا بسم اللہ ؛ ہر مصرع اس رباعی شجرۂ اخرب کے دوسرے وزن پر ہی دوسری رباعی یاران زمانہ کا نہ پوچھو کچھ کار ؛ دو دن تک رہتا ہی بہت انکا پیار ؛ جب دیکھتے ہین کہ لیچکے مطلب دل ؛ پھر کرتے ہین دوستی سے بالکل انکار ؛ مصرع اول اور چہارم شجرۂ اخرب کے پہلے وزن پر ہی اور مصرع دوسرا شجرۂ اخرم کے دوسرے وزن پر اور مصرع تیسرا شجرۂ اخرب کے بارھوین وزن پر یہان تک فن عروض کا تمام ہوا اور حتی الوسع ہر مطلب مین تفصیل بخوبی کی گئی ہے تاکہ مبتدیون کو اس فن کا سمجھنا آسان ہو جاوے واللہ اعلم بالصواب

حدیقہ چوتھا قافیہ کے علم مین

قافیہ اُن کئی حرفون کا نام ہی کہ بیت کے ہر مصرع کے یا مصرع ثانی کے اخیر مین یا حکم اخیر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوے ہون اور مستقل نہون یعنی بغیر ضم ضمیمہ کے نہ آتے ہون جیسے کار اور بار کہ اسمین حرف قافیہ کا رے اور الف ہے اور علٰحدہ نہین آیا بلکہ کار اور بار کے ضمن مین ہی اور قاف اور بے داخل قافیہ کے حرفون مین نہین چنانچہ معلوم ہو جاویگا اور اختلاف ان لفظون کا تین طرح پر ہی یا باعتبار لفظ اور معنی دونون کے مختلف ہون مثلاً زرد اور درد یا باعتبار معنی کے فقط جیسے آہنگ کہ ایک جا بمعنی آواز کے اور دوسری جا بمعنی قصد کے ہووے یا باعتبار لفظ کے فقط جیسے سرد اور برد۔ معلوم کیا چاہیے کہ قافیہ اخیر مین وہان ہوتا ہے کہ جس شعر مین ردیف نہو اور حکم اخیر مین وہان ہوتا ہی کہ بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو اور بے استقلال ہونے کی قید اسواسطے ہی کہ یہ تعریف ردیف پر صادق نہ آوے کسواسطے کہ ردیف کلمہ مستقل ہوتی ہی اور اسکا حال مفصل

بیان ہوگا اور تکرار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک مصرع کے اخیر مین لفظ بار اور کار یا درد اور زرد اور سوا اسکے واقع ہووے پس اسکو قافیہ نہین کہہ سکین گے اور حال یہ ہی کہ وہ قافیہ ہی کسواسطے کہ مصرع کلام موزون ہے اسپر اطلاق شعر کا درست ہے اور شعر بدون قافیہ کے معتبر نہین ہوتا۔ پس اسکا جواب دو طرح پر ہی اول یہ کہ بعضون کے نزدیک قافیہ شعر کی تعریف مین داخل نہین ہی بلکہ ایک امر عارضی کی شرائط سے ہے یعنی قافیہ سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ مطلع ہے یا غیر مطلع کی غزل ہی یا مثنوی یا سوا اسکے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہان یہ اعتبار کرلین گے کہ اگر دوسرا مصرع اسکے ساتھ لگائین گے اُسکے اخیر مین فلان لفظ ہوگا پس اس اعتبار سے تکرار لازم آگئی۔ معلوم کیا چاہیے کہ قافیہ کی تعریف مین بہت بحثین ہین اسکا تحریر کرنا مبتدیون کو مفید نہین ایک رسالہ مترجم نے زبان فارسی مین تالیف کیا ہے سب امور اسمین بالاستیعاب مذکور کیے ہین اگر کسی شائق کو اسکی تفصیل منظور ہو اسکو مطالعہ کرے بہرکیف مشہور یہ ہے کہ قافیہ کے نو حرف ہین یعنی قافیہ ان نو حرفون مین سے کوئی حرف ہوتا ہے خواہ ایک حرف ہو خواہ زیادہ اور یہ بھی ہی کہ سب نو حرف ایک جا جمع ہوتے ہین چنانچہ اسکا حال مفصل معلوم ہوجائیگا اور ان نو حرفون مین سے ایک حرف بیچ مین ہوتا ہے اسکو روی کہتے ہین اور چار حرف اسکے پہلے اور چار اُسکے بعد آتے ہین اور وہ پہلے چار مع حرف روی کے حروف اصلی کلمہ کے ہوتے ہین اور چار اسکے بعد زائد ہوا کرتے ہین اور قافیہ کے کئی نام ہوتے ہین اور چند امور ایسے ہوتے ہین کہ قافیہ مین اُن سے احتراز چاہیے کہین برسبیل وجوب کے اور کہین برسبیل جواز کے ان سب کا حال کئی شعبون مین مذکور کیا جاتا ہے

شعبہ پہلا حروف قافیہ کے بیان مین

معلوم کیا چاہیے کہ روی اس لفظ کے حرف اخیر کو کہتے ہین کہ مصرع یا بیت کے اخیر مین واقع ہوا ہو اور وہ حرف غالبًا اصلی ہوتا ہے اور کبھی حرف زائد کو حکم مین اصلی کے اعتبار کرتے ہین جیسے درد اور زرد کہ ان کی دال اصلی ہے اور منش اور کنش

مین اول کا شین اصلی اور دوسرے کا شین مصدری زائد ہی مگر چونکہ مقابل مین حرف اصلی کے واقع ہوا ہی اسکو بھی روی اعتبار کیا ہی اور حکم مین حرف اصلی کے ٹھہرا لیا ہے اور آٹھ حرف کہ روی کو لاحق ہوتے ہین ان مین سے چار حرف اسکے پہلے ہوتے ہین اور چار اسکے بعد پہلے چار حرفون مین سے ایک ردف ہی اور دوسرا قید اور تیسرا تاسیس اور چوتھا دخیل اور وہ چار کہ روی کے بعد آتے ہین ایک ان مین سے وصل ہی اور دوسرا خروج اور تیسرا مزید اور چوتھا نائرہ بیان ہر ایک کا مفصل یہ ہے ردف رے کے کسرہ سے الف اور ایسے واو ماقبل مضموم اور یاے تحتانی ماقبل مکسور کو کہتے ہین کہ ان کے اور روی کے بیچ مین کوئی اور حرف واسطہ نہ ہو اور اگر ہو تو حرف ساکن ہو اول مثل کارا اور بارد دوم اور شور۔ دیر اور سیر اور یہ حروف غالبًا اصلی ہوتے ہین اور کبھی یہ حرف زائد بھی ہوتے ہین اور زائد ہونا اس صورت مین ہی کہ روی کا حرف بھی زائد ہو اور حکم مین حرف اصلی کے اعتبار کر لیا ہو مثلاً ایک مصرع مین قافیہ دین ہو اور دوسرے مصرع مین زرین نون دین کا اصلی ہے اور نون زرین کا زائد کسواسطے کہ زر کے ساتھ یاے تحتانی نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہی اور نون غنہ بھی یاے نسبت کے ساتھ لاحق ہو گیا ہے پس جب نون زرین کا روی ٹھہرا یاے تحتانی اُسکے مقابل مین دین کے لے کے حرف ردف کے حکم مین معتبر ہوئی یہ فائدہ جلیلہ ہے اور اس فن کی کتابون مین کم لکھا ہے اور دوسرا مثل دوست اور پوست کے کہ تاے فوقانی روی ہے اور واو ردف اور سین روف اور روی مین واسطہ واقع ہوا ہے جو روف کہ اسمین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہ ہو اسکو علے الاطلاق روف کہتے ہین اور جو روف کہ اسمین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہو اسکو روف اصلی کہتے ہین اور اس حرف ساکن کو روف زائد اور روف زائد چھ حرفون مین سے کوئی حرف ہوتا ہے وہ چھ حرف یہ ہین خے نقطہ دار اور تے بے نقطہ اور سین بے نقطہ اور شین نقطہ دار اور تے اور نون مثل دوخت اور سوخت اور آرد

اور کارد اور دوست اور پوست اور داشت اور کاشت بافتہ اور تافتہ اور رانده اور
ماندہ۔ اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے رسالہ معیار الاشعار مین اس حرف کو روف مین
داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی مضاعف نام رکھا ہے یعنی وی
دو چند۔ معلوم کیا چاہیے کہ واو اور یاے تحتانی روف کی کبھی معروف ہوتی ہے
اور کبھی مجہول۔ معروف وہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ اُنکے ماقبل کا کھینچکر پڑھا جاوے جیسے
ضمہ خور اور دور کا اور کسرہ شیر اور میر کا اور مجہول وہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ اُن کے
ماقبل کا کھینچکر پڑھا نہ جاوے جیسے ضمہ کور اور شور کا اور کسرہ دیر اور زیر کا ان
دونون کا جمع کرنا بھی جائز ہے مثال ضمہ کی ان دو شعرون مین سودا کے ؎
ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا ؛ موسے نہین کہ سیر کرون کوہ طور کا ؛
ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے ؛ اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا ؛
مثال کسرہ کی اس شعر مین ؎ رحم کے قابل ہے ظالم حال اس نخچیر کا ؛ جلد چھوڑ
اک ہاتھ کب ہنگام ہے اب دیر کا ؛ قید حرف ساکن ہے روف کے سوا خواہ واو
ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف آور اسمین
اور روی کے بیچ مین کوئی اور حرف نہو جیسے واو دور اور غور کے دال اور نین کے
فتحہ سے اور رے زرد اور زرد کی اور سوا اسکے یہ حروف بارہ ہین بے اور
خے نقطہ دار اور زے بے نقطہ اور زے نقطہ دار اور سین بے نقطہ دار اور شین نقطہ دار
اور فے اور نون اور واو اور غین نقطہ دار اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی جیسے آبر اور گبر
کاف فارسی سے بمعنی آتش پرست کے اور سخت اور تخت اور درد اور زرد رزم اور
بزم مست اور دست دشت اور گشت مغز اور نغز جفت اور مفت ہند اور سند
دور اور غور فتح ماقبل سے پیک اور کیک یہ فارسی کے لفظون کا حال ہے والا
عربی کے لفظون مین اور حرف بھی قید کے واقع ہوتے ہین مثل عین اور میم اور
قاف اور سوا انکے جیسے شعر اور قعر اور عقل اور نقل اور عمر اور خمر۔ تاسیس اُس الف
کا نام ہے کہ اسمین اور روی کے بیچ مین ایک حرف متحرک ہو جیسے کہ کامل اور

شامل کا الف کہ میم اسمین اور ردی مین واسطہ ہی اور یہ حرف صنعت لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہی کہ علم بدیع مین مفصل حال اس صنعت کا معلوم ہو چکا پس تکرار اس الف کی واجب نہین مگر جبکہ لازم کرلین اور اگر لازم نہ کرلین تو قافیہ کامل کا دل کے ساتھ بھی درست ہے دخیل وہ حرف متحرک ہے کہ الف تاسیس اور ردی مین واسطہ ہوتا ہے جیسے میم کامل اور شامل کا اور دخیل مین تخصیص حروف کی ضرور نہین کسواسطے کہ قافیہ کامل کا جاہل اور عادل کے ساتھ ہوسکتا ہے اور ایک حرف کا لازم کرلینا یہ بھی لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہی وہ چار حرف کہ ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین انکا بیان ہوچکا اب جو حرف کہ بعد ردی کے آتے ہین مذکور کیے جاتے ہین ایک انمین سے وصل دوسرا مزید تیسرا خروج چوتھا نائرہ ہی اور یہ حرف ہمیشہ زائد ہوتے ہین کسواسطے کہ روی کہ حروف مین سے حرف اخیر کا نام ہی پس جو حرف بعد اسکے آویگا زائد ہی ہوگا اب سننا چاہیے کہ وصل اس حرف کو کہتے ہین کہ روی کے ساتھ متصل ہووے اور مزید وہ کہ وصل سے متصل ہووے اور خروج وہ کہ مزید سے متصل ہووے نائرہ وہ کہ جو خروج سے متصل ہووے اور ان حرفون مین سے بجز وصل کے اشعار اردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب انمین الفاظ مین ہوتا ہی کہ فارسی ہین مثلاً خفتہ اور نہفتہ کہ تے حرف روی کا ہے اور ہاے ہوز حرف وصل کا کہ زائد ہے اور تین حروف باقی اشعار فارسی مین اکثر الوقوع ہین اسکی مثالین بھی فارسی مین تلاش کرنی چاہیین اور چونکہ اشعار اردو مین نہین آتے انکی مثال اردو کے اشعار مین نہین ہے اسواسطے انکا بیان ترک کرکے شعبہ دوسرے کو لکھتا ہون

شعبہ دوسرا حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

معلوم کیا چاہیے کہ حروف قافیہ کی حرکتون مین سے ایک توجیہ ہے اور وہ حروف روی سے ماقبل کی حرکت کا نام ہی بشرطیکہ روی ساکن ہو جیسے سر اور گر کے سین اور کاف کا فتحہ اس حرکت کا اختلاف درست نہین ہے مگر جبکہ روی بسبب حرف

وصل کے متحرک ہو جاوے مثلاً ایک جگہ مسافری اور دوسری جگہ جوہری کہ فے مسافر کی مکسور ہے اور ہے جوہری کی مفتوح اور ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کو خدد کہتے ہین پس یہ حرکت ردف مین الف کے ماقبل فتحہ اور واو کے ماقبل ضمہ اور یاے تحتانی کے ماقبل کسرہ ہوتا ہی اور قید مین بھی یہ تینون حرکتین خدد ہوتی ہین جیسے دست اور مست مین فتحہ اور چست اور سست مین ضمہ اور ہند اور سند مین کسرہ اور وہ خدد کہ ردف کے ساتھ ہو اسکا اختلاف درست نہین مگر جبکہ قید کے ساتھ ہو گی اُسکا وہان اختلاف جب درست ہے کہ روی متحرک ہو جاوے جیسے آہستہ اور بستہ اور شستہ ہاے ہوز کا کسرہ اور ہاے موحدہ کا فتحہ اور شستہ کے شین کا ضمہ اور الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا رس اور وصل کی حرکت کا اشباع نام رکھتے ہین اور اشباع کا اختلاف بھی روی کے متحرک ہونے کی صورت مین درست ہے مثلاً شاطری اور برابری مین طاے بے نقطہ مکسور اور باے موحدہ مفتوح ہی اور جب روی بسبب حرف وصل کے متحرک ہو جاوے اُسکی حرکت کو مجری کہتے ہین جیسے ہمسری اور افسری کی رے کی حرکت یعنی کسرہ اور جب وصل اور خروج سے متصل ہووے اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین مگر از بسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیہ مین خود ہی نہین واقع ہوتا ہی اسواسطے یہ حرکت بھی نہین واقع ہو سکتی پس اشعار اُردو کے قافیہ مین پانچ حرکتین پہلے آسکتی ہین جیسے معلوم ہو چکا

شعبہ تیسرا روی کے اوصاف کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ روی جب ساکن ہو مثل سر اور گر کی رے ایسی روی کو مقید کہتے ہین اور جب بسبب وصل کے متحرک ہو جاوے اس روی کو مطلق کہتے ہین جیسے خفتہ اور نہفتہ کی تے کہ متحرک ہے اور اگر روی کے ساتھ کوئی اور حرف حروف ماقبل مین سے یا حروف مابعد مین سے متصل نہو گا اسکو روی مجرد کہین گے جیسے وہ ہی سر کا کہ اسمین روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہی پس روی مجرد ہے اور بسبب ساکن ہونے کے روی مقید بھی ہے اور اگر کوئی حرف قافیہ دوسرا بھی ہو گا اس حرف

کے ساتھ اسکو منسوب کر دینگے مثلاً کار اور بار مین رے کو روی مقید مع ردف کے اور دست اور مست مین تے کو روی مقید مع حرف قید کے اور کامل اور شامل مین لام کو روی مقید مع تاسیس کے اور اسیطرح سے باری کے لفظ مین روی مطلق مع قید کی ردف کے اور مستی اور سستی مین روی مطلق مع قید کے اور کابلی اور جابلی مین روی مطلق مع تاسیس کے کہینگے

شعبہ چوتھا قافیہ کے عیبون کے بیان مین

عیب قافیہ کے کئی طرح پر ہین ایک اُن مین سے یہ ہے کہ ایک جاے مین روی حرف اصلی ہو اور دوسری جاے مین حرف زائد کو بہ تکلف روی کر لیا ہووے مثلاً گالی اور لالی کہ یاے تحتانی گالی کی اصلی ہے اور لالی کی زائد ہے اور اسی قبیل سے ہے یہ شعر بھی ؎ آپ کو کہتا ہے بیدل عشق مین بیتاب غیرؔ ہاے صد افسوس یہ رتبہ بھی پہونچا تا بغیرؔ یعنی تا بغیر مین بے لفظ تا سے متصل ہو کر حکم مین روی کے ہو گئی اور اسمین عیب ایک ادنا اعتبار سے بھی ہے کہ پہلے قافیہ مین روی ساکن ہے اور دوسرے قافیہ مین روی متحرک اور عیب دوسرا یہ ہے کہ حرکت توجیہ کی مختلف ہو جیسے مسافری اور جوہری مین اس عیب کا نام اقوی ہے عیب تیسرا اختلاف روی کا اور یہ عیب فاحش ہے اور کسی طرح سے درست نہین مگر جبکہ دونون روی قریب المخرج ہون جیسے شک اور رگ اور لب اور تپ اور سیاہ اور صباح اور غیاث اور داس اور حق یہ ہے کہ کاف فارسی اور تازی اور ایسی ہی باے فارسی اور تازی کے اختلاف کا مضائقہ نہین اور سیاہ اور صباح وغیرہ کا اختلاف ہرگز مناسب نہین اس عیب کو یعنی اختلاف روی کو اکفا کہتے ہین۔ چوتھا اختلاف ردف کا جیسے کوئی شخص کار کو دور کے لفظ کے ساتھ قافیہ کر دے اور یہ اختلاف کسی طرح سے جایز نہین ہے عیب پانچوان اختلاف حرف قید کا خواہ دونون قریب المخرج نہ ہون جیسے لفظ شعر کا قافیہ عمر کے ساتھ خواہ ہون جیسے بحر اور شہر اور یہ بہت

معیوب نہین ہی کسواسطے کہ فارسی اشعار مین بہت آیا ہے۔ عیب چھٹا یہ کہ حرکت
اشباع کی یعنی حرکت دخیل کی مختلف ہو بشرطیکہ روی مقید ہو جیسے کامل کو تجاہل کے
ساتھ قافیہ کیا جاوے۔ عیب ساتوان اختلاف حذو کا جیسے نور بالضم کو دور بالفتح کے
ساتھ قافیہ کرین اور تین عیب یعنی اختلاف قید اور اختلاف اشباع اور اختلاف حذو
کو سادسین مہملہ کے کسرہ سے کہتے ہین۔ عیب آٹھوان یہ ہے کہ ایک کلمہ کو مکرر مذکور
کرین ایک معنی مین اسکو ایطا کہتے ہین مثلاً مصرع اول مین خانہ کو قافیہ کرین اور مصرع
ثانی مین بھی اسی کو قافیہ کرین اور اسکو شایگان بھی کہتے ہین اور ایطا دو قسم پر ہے
اول خفی اور دوسرا جلی خفی وہ ہے کہ تکرار کلمہ کی اسمین خوب ظاہر نہو جیسے دانا اور
بینا کہ ہرچند الف اسمین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ
معلوم ہوتا ہے اور جلی وہ ہے کہ اسمین تکرار کلمہ کی ظاہر ہو جیسے دردمند اور حاجتمند کہ
مند کا زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے یا جیسے ستمگر اور کارگر کہ گر کا زائد اور
مکرر ہونا خوب ظاہر ہے اور ایطاے جلی سخت عیب ہے ایسے قافیہ کو ایک بیت مین
لانا ہرگز درست نہین مگر غزل یا قصیدے مین کئی شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین۔
عیب نوان یہ ہے کہ قافیہ باعتبار معنی کے اپنے مابعد پر موقوف ہو اسکو تضمین کہتے ہین
اسکی مثال یہ ہے ؎ رکھتا تو ہے ہرچند ستمگر تو پا ؛ عاشق کے مزار پر جفا سے الا ؛
اتنا بھی سمجھ لے کہ دل سوختہ کا ؛ وہ شعلہ بھڑکتا ہے کہ سو زان ہی گیا ؛ لفظ الا کا مابعد
یعنی مصرع ثالث سے متعلق ہے اور اسکا سمجھنا مابعد پر موقوف ہے مگر مترجم کے نزدیک
اسکے عیب مین داخل ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ عیب دسوان یہ ہے کہ قافیہ کو
قصیدہ یا غزل مین بدل ڈالین اور یہ سخت عیب ہے لیکن اگر اسکے بدل لینے پر کوئی
اشارت کردین تو عیب نہین رہتا چنانچہ متاخرین اکثر بعد غزل تمام کرنے کے
اس قافیہ کے غیر مین غزل تحریر کرنے کے ارادہ پر مقطع مین اشارہ کر دیتے ہین عیب
گیارھوان وہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کر کے ایک جزو کو قافیہ مین اور دوسرے
کو رویف مین داخل کرین اسکو قافیہ معمول کہتے ہین چنانچہ اس شعر مین

سہ وہ شوخ ستمگر مرے ملنے سے کیا ہو خوش ؛ نے اشرفی ہی پاس مرے اور نہ روپیہ
اس شعر سے پہلے شعرون مین تو پیے اور لہو پیے قافیہ اور ردیف ہے اور اس شعر مین روپیہ
کے لفظ کی دو جزو کرکے لفظ رو کو قافیہ اور پیے کو ردیف مین داخل کر دیا۔

شعبہ پانچوان قافیہ کی تقسیم مین باعتبار وزن کے

معلوم کیا چاہیے کہ اگر قافیہ مین دو ساکن متصل واقع ہوئے ہون اس قافیہ کو مترادف
کہتے ہین جیسے عذیر اور امیر کہ حرف رے کا اور یاے تحتانی متصل واقع ہوے ہین
اور دونون ساکن ہین اور اگر ان دونون ساکن کے بیچ مین ایک متحرک واسطہ ہو
اس قافیہ کو متواتر کہتے ہین جیسے محرم اور مرہم کہ اول مین حاے حطی اور میم کے بیچ مین
حرف رے کا اور دوسرے مین رے اور میم کے بیچ مین ہاے ہوز واسطہ ہی اور متحرک ہے
اور اگر ان دو ساکن کے بیچ مین دو حرف متحرک واسطہ ہون اسکو متدارک کہتے ہین
جیسے برگ تر اور فرق سر کہ اول مین دونون رے بے نقطہ کے بیچ مین کاف اور تے
فوقانی واسطہ ہین اور دونون متحرک ہین اور دوسرے مین دونون رے کے بیچ مین قاف
اور سین واسطہ ہین اور دونون متحرک ہین اور اگر ان دو ساکنون کے بیچ مین تین متحرک
واسطہ ہون اسکو قافیہ متراکب کہتے ہین جیسے رود ازل اور آوج زحل کہ اول مین
واو اور لام کے بیچ مین نے نقطہ دار اور الف اور نے نقطہ دار دوسرے واسطہ ہین
اور تینون متحرک ہین اور دوسرے مین واو اور لام کے بیچ مین جیم اور نے نقطہ دار
اور حاے حطی واسطہ ہین اور سب متحرک ہین اور ایک قسم قافیہ کی اور ہے کہ اس کو
متکاوس کہتے ہین یعنی دو ساکن کے بیچ مین چار متحرک واسطہ ہون مگر اس قسم کے
الفاظ فارسی مین بھی نہین آتے چہ جاے الفاظ اردو اور عرب کے قافیون کے ساتھ
خاص ہی سوا اسطے اسکی مثال یہان مرقوم نہین کیگئی معلوم کیا چاہیے کہ یہ تقسیم ظاہر اموافق
خلیل ابن احمد عروضی کی تعریف کے ہی اور خلیل ابن احمد کے موافق حد قافیہ کے بیت
کے حرف اخیر سے ساکن اول تک ہے کہ اس کے ماقبل ہو پس لفظ عذیر مین حرف یاے

تحتانی اور رے بے نقطہ قافیہ ہے کسواسطے کہ غدیر مین پہلا ساکن ماقبل روی کے یاے تحتانی ہی اور لفظ محرم مین حاے حطی اور رے بے نقطہ اور میم آور برگ ترمین پہلے رے بے نقطہ اور کاف اور تے اور رے بے نقطہ اخیر کی اور اوج زحل مین واو اور جیم اور زے نقطہ دار اور حاے حطی اور لام قافیہ ہی لیکن اس صورت مین یہ امر لازم آتا ہی کہ حروف قافیہ کے نومین محصور نہین رہتے بلکہ زیادہ ہوجاتے ہین کسواسطے کہ محرم مین حے اور رے اور برگ ترمین رے اور کاف اور تے اور اوج زحل مین واو اور جیم اور رے اس تعریف کے موافق قافیہ مین داخل ہین اور چاہیے تھا کہ ان حرفون کا بھی کچھ نام ہوتا اور حال یہ کہ کسی کے نزدیک انکے واسطے نام نہین ہی جب یہ معلوم ہوچکا اب جاننا چاہیے کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب ہوتا ہے کہ عروض اور ضرب مقصور ہو یعنی مفاعیل لام کے سکون سے یا اہتم ہو یعنی فعول لام کے سکون سے مفاع سے بدلا ہوا اور بحر رمل مین جب ہوتا ہے کہ مقصور ہو یعنی فاعلاتے کے سکون سے یا مشعث ہو یعنی مفعولن مفاعلتن سے بدلا ہوا کیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا اور بحر مضارع مین قصر اور تسبیغ کی حالت مین کسواسطے کہ مضارع مدس کے اخیر مین مفاعلن ہی اور وہ جب مقصور ہوگا مفاعیل سکون لام کے ساتھ باقی رہے گا اور جب مسبغ ہوگا مفاعیلان ہوجائے گا اور بحر سریع مین وقف کی حالت مین کسواسطے کہ وقف سے جب تے مفعولات کی ساکن ہوئی مفعولان سے اسکو بدل لیا اور بحر رجز مین مذال ہونے کی حالت مین کسواسطے مستفعلن بسبب الف زیادہ کرنے کے مستفعلان ہوجائے گا اور بحر متقارب مین قصر کی حالت مین یعنی جسوقت فعولن سے فعول لام ساکن کے ساتھ رہجاوے اور قافیہ متواتر بحر ہزج مین جب واقع ہوتا ہے کہ عروض اور ضرب یا سالم ہون یعنی مفاعیلن یا محذوف ہون یعنی فعولن بدلا ہوا مفاعی سے اور بحر رجز مین جبکہ مقطوع ہون یعنی مفعولن مستفعل سے بدلا ہوا بسبب سکون لام کے اور بحر رمل مین جبکہ سالم ہون یعنی فاعلاتن یا محبون ہون یعنی فعلاتن بدون الف کے یا مقطوع ہون یعنی فعلن عین ساکن سے کسواسطے کہ فعلاتن مین قطع اسطرح سے ہوتا ہے کہ اسکے آخر سبب خفیف

گرادین اور اسکے دو تد مجموع مین سے حرف ساکن کو گرا کر اُسکے ماقبل کو ساکن کرین پس
اس صورت مین فاعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہتا ہے اسکو فعلن سے بدل لیا کرتے
ہین اور بحر مضارع مین جب واقع ہوتا ہے کہ عروض اور ضرب سالم ہون یعنی فاع لاتن
مفصل اور بحر متدارک مین جبکہ مقطوع ہون یعنی فعلن عین کے سکون سے بدلا ہوا
اس فاعل سے کہ فاعلن سے بسبب نون کے گرنے کے اور لام کے ساکن ہوجانے
کے باقی رہا تھا اور بحر متقارب مین جبکہ سالم ہون یعنی فعولن اور رباعی مین ابتر یعنی
فاع کیونکہ اسکے ماقبل یا مفاعیلن آویگا یا مفعولن پس مفاعیلن یا مفعولن کے
نون اور فع کے عین کے بیچ مین ایک حرف متحرک واقع ہوگیا اور قافیہ متدارک بحر
رجز مین جب آتا ہے کہ سالم ہون یعنی مستفعلن یا مخبون یعنی مفاعلن بدلا ہوا مستفعلن
محذوف السین سے اور بحر رمل مین محذوف یعنی فاعلن بدلا ہوا فاعلا سے اور بحر متدارک
مین جبکہ سالم ہون یعنی فاعلن اور بحر مضارع مین جبکہ محذوف ہون یعنی فاع لن بدلا
ہوا اس فاع لا سے کہ فاع لاتن مفصل سے باقی رہا ہے اور بحر سریع مین جبکہ مطوی
مکسوف ہون یعنی فاعلن کسواسطے کہ مفعولات سے جب ساکن چوتھا یعنی واؤ بسبب
طے کے اور تلے فوقانی بسبب کسف کے گر پڑی مفعلا باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل
لیا اور بحر منسرح مثمن مین بھی مطوی مکسوف ہے کسواسطے کہ عروض اور ضرب اس مین
مفعولات ہے اور طے اور کسف سے مفعلا رہکر فاعلن سے بدلا جائے گا اور بحر ہزج مین
جبکہ مخبون ہون یعنی مفاعلن اور متقارب مین محذوف یعنی فعل بدلا ہوا فعو سے کسواسطے
کہ اسکے پہلے فعولن ہوگا پس فعولن کے نون اور فعل کے لام کے بیچ مین دو متحرک
واقع ہوے اور بحر کامل مین سالم یعنی متفاعلن یا مضمر یعنی مستفعلن بدلا ہوا متفاعلن مضمر
سے یعنی چونکہ اسکی تے بسبب اضمار کے ساکن ہوئی تھی مستفعلن سے بدلا گیا اور قافیہ
متراکب بحر رجز مین بشرط عروض اور ضرب کے مطوی واقع ہونے کے آتا ہے یعنے
متفعلن اور قافیہ متکاوس اشعار فارسی مین بھی نہین آتا پھر جائے اشعار اُردو کے
اسواسطے اسکی مثال مرقوم نہین ہوئی

شعبہ چھٹا ردیف کے بیان مین

ردیف وہ لفظ ہے کہ بعد قافیہ کے واقع ہو خواہ ایک کلمہ ہو خواہ زیادہ اکثر اس بات پر ہین کہ ردیف سب جلسے مین متحد المعنی چاہیے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ اگر ردیف باعتبار معنی کے مختلف ہو مضائقہ نہین اور یہ امر حق ہے کسواسطے کہ فارسی اشعار مین اسطرح کی ردیف کثیر الوقوع ہے اور اگر کوئی کہے کہ ایسے لفظ کو کہ بعد قافیے کے متحد اللفظ اور مختلف المعنی ہو اسکو ردیف کہنا کیا ضرور ہے چاہیے کہ اسکو بھی قافیہ کہین اور وہ شعر ذو قافیتین ہو کسواسطے کہ قافیہ کے ہونے کے واسطے اختلاف معنی کا بھی کفایت کرتا ہے۔ ہم کہتے ہین کہ اگر فقط ایک شعر مین یہ امر ہو تو یہ کہنا بھی ممکن ہو اور اگر غزل مین ایک ردیف اس صفت کے ساتھ ہووے اور باقی ردیفین متحد المعنی وہان ذو قافیتین اعتبار کرنا درست نہین بہرکیف مثال ردیف متحد المعنی کی اس شعر مین سودا کے ؎ جی مرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤن گا ؛ ہاتھ سے اس دل نالان کے نکل جاؤن گا ؛ ٹل اور نکل قافیہ ہے اور جاؤن گا ردیف اور مثال ردیف متحد اللفظ اور مختلف المعنی کی یہ شعر ؎ مرین ہم اور بجے بزم یار مین قانون ؛ یہ دیکھتے ہین عجب اس دیار مین قانون ؛ پہلے مصرع مین قانون بمعنی ساز کے اور دوسرے مصرع مین بمعنی قاعدہ کے اور یہ اشعار سودا کے قصیدہ کے اسی طرح کی ردیف رکھتے ہین مطلع مثل زبان خامہ ہین گر نبی و امام دو ؛ معنی تو اُن مین ایک ہے گو کہ ہوے بنام دو ؛ اور بعد چند اشعار کے یہ شعر کہا ہے ؎ چاہے تھی طبع میری یون طول دے اس کلام کو ؛ کہیے نبی علی سے یون اسکا صلہ تمام دو ؛ اور باقی اشعار مین دو بمعنی عدد کے ہے اور اس شعر مین دینے سے مشتق ہے اور کبھی تمام شعر قافیہ اور ردیف ہی ہوتا ہے ؎ سر اپنا نثار فرق جانان کیجیے ؛ ذرا اپنا نثار فرق جانان کیجیے ؛ گھر کا نی ہے ایک کوے دلدار مین ؛ گھر اپنا نثار فرق جانان کیجیے ؛ اور اختلاف ردیف کا باعتبار لفظ کے ہرگز درست نہین لیکن بعد

اشارہ کے اگر ردیف کو بدل دین مضایقہ نہین چنانچہ اُردو گویون کی رسم ہی کہ ایک غزل کہکر مقطع مین اشارہ کرکے دوسری غزل ردیف بدل کر کہتے ہین اور چونکہ یہ امر بہت شہرت رکھتا ہے اسمین احتیاج مثال کی نہین اور کبھی ذو قافیتین شعر مین دونون قافیہ کے بیچ مین ردیف لاتے ہین اس ردیف کو حاجب کہتے ہین اور یہ ایک قسم صنایع لفظی کی ہے اسکی مثال علم بدیع کے شجرہ مین مذکور ہو چکی اور یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے

؎ چھٹنا ترا غیر سے ہے یار اب معلوم ۔ ہم پھرتے ہین پر ہر دیار اب محروم ۔ اس مقام مین حدیقہ چوتھا قافیہ اور ردیف کے علم کا تمام ہوا

حدیقہ پانچوان معمے کے فن مین

معلوم کیا چاہیے کہ یہ فن ایک شعبہ ہی بدیع کا اور معما ایک صنعت ہے صنایع لفظی سے لیکن ازبسکہ اس فن کے قواعد اور فروع اسکے متکثرہ ہین گویا براسہ ایک فن علیحدہ معلوم ہوتا ہے اور یہ فن طبایع فہیم کے نزدیک الطف فنون کا اور الذ اشیا کا ہے لیکن چونکہ بیشتر اشخاص کو بسبب دقت کے اس طرف رغبت کم ہے اسواسطے صاحب الامناقب ٹرس صاحب پرنسپل بہادر دام اقبالہ کا ارشاد اسطرح پر ہوا کہ اس فن کو ترک کرنا چاہیے اس سبب سے مترجم بموجب اس عبارت کے کہ المامور معذور اس حدیقہ کے ترجمہ سے ہاتھ اٹھا کر خاتمہ کا ترجمہ کرتا ہی

خاتمہ کتاب کا سرقات شعری یعنی شعر کی چوری کے بیان مین

شعر کی چوری یہ ہے کہ دوسرے شاعر کے شعر کا مضمون فقط لیکر شعر مین باندھ لین یا اسکا شعر اپنی طرف منسوب کرلین اور یہ کئی طرح پر ہی اسکا حال تفصیل آویگا۔ معلوم کیا چاہیے کہ بیان کرنا اغراض مختلفہ کا درمیان شعرا کے شایع ہے مثلاً کسی کی مدح سخاوت یا شجاعت کی یا ہجو بخل یا نامردی کی یہ چوری مین داخل نہین یعنی اگر کسی نے کسی کی سخاوت یا شجاعت کی مدح کی پھر دوسرے نے بھی انھین مین سے

کسی چیز کی مدح کی تو یہ نہین کہین گے کہ اُس نے اس پہلے شاعر کا مضمون چُرا لیا کیواسطے کہ یہ امر عادت مین داخل ہو گیا ہی انھین چیزون کی مدح بیان کرینگے فصیح اور غیر فصیح اسمین شریک ہے لیکن وہ امور کہ ان اغراض پر دلالت کرین مثل استعارہ اور تشبیہ اور کنایہ البتہ انکا سرقہ ہو سکتا ہی یعنی اگر ایک شخص نے ایک تشبیہ یا استعارہ اختراع کیا اور دوسرے نے بھی اسی کو استعمال کیا تو کہہ سکتے ہین کہ اس نے اس پہلے شاعر کی تشبیہ یا استعارہ کو چُرا لیا مگر بعضی تشبیہین یا استعارے ایسے ہین کہ سب شعرا مین شائع ہو گئے ہین مثلاً آنکھ کی تشبیہ نرگس یا زبان کی سوسن یا رخسار کی گل یا ماہ سے اور بہادر کی تشبیہ شیر سے یا سخی کی حاتم سے اور علے ہذا القیاس اس قسم کی تشبیہات کا استعمال سرقہ مین داخل نہین جب یہ معلوم ہو چکا۔ اب جاننا چاہیے کہ شعر مین سرقہ دو قسم پر ہے ایک ظاہر اور دوسرا غیر ظاہر اور سرقہ ظاہر کئی قسم پر ہے قسم اول کہ دوسرے کے شعر کو بغیر تغیر کے اپنا ٹھہرا لین اسکو نسخ اور انتحال کہتے ہین یہ سرقہ کمال معیوب ہے اور اگر کوئی ایسا موزون کرے کہ وہی بعینہ دوسرے کے دیوان مین نکل آوے اور اس کہنے والے کو اصلا اسپر اطلاع نہ ہو اسکو توارد کہتے ہین نہ سرقہ اور یہ کمال تیزی فکر پر دلالت کرتا ہے قسم دوسری یہ ہے کہ کسی کے مضمون کو تمام الفاظ یا بعضے الفاظ کو لے کر اسکی ترتیب بدل دین اگر اول سے اسکی ترتیب بہتر ہو گی البتہ طبائع کے مقبول ہو جاوے گی جیسے درد کا یہ شعر ؎ دیکھا نہ تھا تجھے جب ہم دیکھتے تھے سب کچھ ؛ جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے ؛ اور اس شعر مین بعینہ وہ الفاظ موزون کر لیے ہین ؎ دیکھا نہ تھا تجھے جب ہم دیکھتے تھے سب کچھ ؛ جب ہم نے تجھ کو دیکھا پھر ہم نے کچھ نہ دیکھا ؛ قسم تیسری یہ ہے کہ دوسرے کا مضمون لے کر اور الفاظ مین باندھ لین جیسے یہ دو شعر سودا کے ؎ کیا تاب ہے جو منہ پہ ترے آوے آفتاب ؛ دیکھے جو بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب ؛ کرتی ہے مرے دل مین تری جلوہ گری رنگ ؛ اس شیشہ مین ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ ؛ ان دو شعرون مین وہ دونون مضمون بندھے ہین ؎ خورشید کو کیا طاقت جو سامنے وہ آوے ؛ گرمی سے ترے رُخ کی وہ صاف ہی جل جاوے ؛ ترے جلوے سے میرے دل مین ہر دم

برق کوندے ہے ؛ پری کی شوخی رفتار اس شیشہ کو روندے ہے ؛ اور سرقہ غیر ظاہر بھی کئی قسم پر ہے اول یہ ہے کہ معنی دو شعر کے آپسمین مشابہت رکھتے ہون جیسے ان دو شعرون مین ؎ گلشن دہر مین جون خار ہے اب قدر مری ؛ جسکے دامن سے لگون وہ ہی چھڑاتا ہی مجھے ؛ یون کہ دورت مجھ سے ہی عالم کو مانند غبار ؛ آسرا لون جسکے دامن کا وہ دامن دے جھٹک ؛ قسم دوسری یہ ہی کہ شعر اول مین ادعا خاص ہو اور دوسرے مین عام جیسے یہ دو شعر ؎ گر صید گہ مین باقی کوئی نہین تو ظالم ؛ گو صید ناتوان ہون پر کر شکار مجھ کو ؛ شاہا ترے شکار کو عالم مین اب نہین ؛ باقی بغیر نرگس خوبان کوئی غزال ؛ پہلے شعر مین فقط صید گاہ کے شکارون کی نفی ہے اور دوسرے مین تمام عالم کے شکار کی قسم تیسری یہ ہی کہ مضمون کو ایک جاے سے دوسری جاے مین نقل کرین جیسے ان دو شعرون مین جرأت کے ؎ بہتر گل بازی کا دلا کاش تو پاتا ؛ ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا ؛ شیخ ابراہیم ذوق ؎ میرے زخمون مین پر کر دو نمک اب بجاؤ گے ؛ گر یگا گر زمین پر یہ آنکھون سے اٹھاؤ گے ؛ اول شعر مین نسبت آنکھون سے اٹھانے کی گلبازی کیطرف ہے اور دوسرے مین نمک کی طرف قسم چوتھی یہ ہی کہ دوسرے شعر کے معنی پہلے شعر کے معنی کے ضد ہون جیسے ان دو شعرون مین ؎ صندلی رنگ پر مین مر ہی گیا ؛ درد سر کیا کہ اب وہ سر ہی گیا ؛ صندلی رنگون پر کیا دین جان ہم کس کو ہے اس درد سر کا اب دماغ ؛ قسم پانچوین یہ ہی کہ کسی اور مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھا دین کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جاوے جیسے ان دو شعرون مین شعر اول مومن کا ؎ خون بہا قاتل بے رحم سے مانگا کس نے ؛ کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین ؛ دوسرا شعر شیخ ابراہیم ذوق کا ؎ کہتی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا ؛ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین ؛ ظاہر ہے کہ اول شعر مین داغ درم دینا اور خون بہا مانگنا محض ادعا ہے اور دوسرے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے اول شعر سے داغ اور درم کا مضمون اخذ کرکے ایسی طرح سے ادا کیا کہ اسکی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ۔ جاننا چاہیے کہ جب یہ معلوم ہو جاوے

کہ دوسرے شخص نے پہلے شعر مین اس مضمون کو چرا لیا ہے اسوقت اسپر سرقہ کا حکم کرینگے والا ہو سکتا ہے کہ وہ بطریق توارد کے ہو اور ان مثالون کے اشعار کا بھی یہی حال ہی اور اسی بحث کی ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس ہی اور یہ وہ ہے کہ دوسرے کلام کو ایسی طرح سے اپنے کلام مین لے آوے کہ سیاق کلام سے یہ معلوم ہو کہ یہ بھی اسی کا کلام ہے چنانچہ اکثر کلام اللہ کی آیت یا حدیثون کو اپنے کلام مین مذکور کرتے ہین اور فارسی اور اردو کہنے والے اکثر اسپر اشارت بھی کر دیتے ہین تاکہ سرقہ کے احتمال سے کلام مبرا ہو جاوے جیسے یہ شعر سودا کا ؎ مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد ؛ جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون ؛ مصرع اخیر خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ والغفران کا ہی ترجمہ حدائق البلاغت کا تمام ہوا۔ اور شایقین کو بروقت مطالعہ کرنے کے یہ بات معلوم ہو جاے گی کہ مترجم فقط کتاب کے اصل مطلب پر قانع نہین ہوا بلکہ جس مقام مین سوا اسکے اور مطلب مناسب پائے ہین اسمین زیادہ کر دیے ہین اور چند جاے ایسا بھی ہوا ہے کہ جو ترتیب مصنف کی اپنی راے ناقص مین پسند نہین آئی اسکو تغیر دیکر اور ترتیب سے لکھا ہے از بس کہ انسان ضعیف البنیان کی سرشت سراپا سہو اور خطا ہے اگر وہ مترجم کے زعم کے موافق نہو کیش مروت مین چشم پوشی کرنا بہتر اس سے ہی کہ کسی کے اظہار عیب مین سعی کرین صدق اللہ عزہ وجل اذا مر وا باللغو مروا کراما ؎

تمام شد ترجمہ حدائق البلاغت

خاتمۃ الطبع لائق حمد وہ باغبان حقیقی ہی جسکی صنعت ہر غنچہ و گل سے ہویدا ہی اور سزاوار نعت وہ رسول معظم ہی جسکی فصاحت عرب و عجم مین مسلم۔ اما بعد ترجمہ اردو حدائق البلاغت جس کی عرصہ سے تلاش تھی۔ نہایت صحت و اہتمام کے ساتھ مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بانصرام بی۔ بی۔ کپور سپرنٹنڈنٹ طبع ہو کر مقبول خلائق ہوا

حقوق طبع محفوظ ہین

کو بصیرت ہو کاغذ کئی رنگ کا لگایا گیا ہے اور کاغذ کے اعتبار سے ہدیہ بھی مختلف ہے کاغذ سفید مجلد ۵؎ غیر مجلد ۴؎ کاغذ بادامی مجلد ۵؎ غیر مجلد ۴؎ کاغذ زرد مجلد ۵؎ غیر مجلد ۴؎ اس قرآن کی تھوڑی سی جلدیں باقی ہیں جلد طلب فرمائیے ورنہ یہ گوہر بے بہا پھر کسی قیمت کو بھی نہ ملیگا۔

قران مجید - باترجمہ اردو عام فہم مولانا عبدالقادر محدث دہلوی مجلد پارچہ ۶؎ کاغذ رسمی غیر مجلد ۵

حمائل شریف - چھوٹی تقطیع نہایت صحیح اور بجد خوشنما مجلد پارچہ ۱۲ر غیر مجلد ۷ر کاغذ خانی مجلد پارچہ ۱۲ر غیر مجلد ۷ر

قران مجید مترجم دو ترجمہ - ایک ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا اور دوسرا ترجمہ مولوی اشرف علی قدس سرہما کا مع مفید حواشی زیر طبع -

تفاسیر عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمّٰی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ ۱۲ر بلا جلد۔ مجلد ۱۸؎

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ۔ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۱۲ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۴؎

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد میں ۱۴

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۰۳ر

تفسیر سورۂ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۷ر

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو - ۱۰ر

احادیث عربی

میسر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبدالرحمٰن بن علی عینی معروف - ۷ر

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنٰے معروف - ۱۰ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحییٰ -

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبدالحق محدث دہلوی چار مجلدات میں جدید الطبع ۴۰؎

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد میں ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عہ

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی حشم علی - ۸؍

ترجمۂ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلادری لاہوری - یہ ترجمۂ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں - للعہ

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا ہے ؍

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمۂ اُردو درمختار مترجمۂ مولوی حشم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد میں عہ

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۳؍

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۱۲؍

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالۂ بے نمازان - ۱۰؍

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - اس مستند کتاب کا ترجمۂ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون میں شایع کیا ہے قیمت کامل عہ

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو مالا بدمنہ از مولوی محمد نورالدین - ۷؍

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد دی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیۂ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام ۰۶؍

شرع محمدی منظوم - مسائل فقیہ از محمد حسان قندھاری - ۰۶؍

تحریم النساء - اس کتاب میں طلاق وغیرہ کے مسائل کو نہایت تشریح سے بیان کیا ہے - ۰۱؍

حیث الفقہ - اس مین مشکل مسائل کو نہایت سادہ الفاظ مین بیان کیا ہے - ۰۱؍

جواب السائلین - عقائد کو سمجھا کر حلال و حرام جانوروں کی تفصیل دی ہے ۰۲؍

رسالہ تجہیز و تکفین - کفن دفن نماز جنازہ وغیرہ کا مفصل حال - ۰۱؍

احکام العیدین - عید - بقرعید کے مسائل از شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی - ۰۴؍

رسالہ عجالہ ہادیہ - شطرنج اور گنجفے کے متعلق بحث کہ حرام ہے یا جائز - ۰۲؍

سبیل الجنان - تکمیل الایمان کا اردو ترجمہ - ۰۳؍

منتخب احکام القرآن - اگر آپ کو عقائد کو درست کرنا ہے تو یہ کتاب ضرور پڑھئے ۰۴؍

ضمان الفردوس - اس کتاب پر عمل کرنے سے فلاح دارین حاصل ہوتی ہے - ۰۳؍

المشتہر

منیجر نول کشور پریس صیغہ بکڈپو - لکھنؤ